

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222091

UNIVERSAL
LIBRARY

گلدستہ مضامین

حصہ دوم

ORMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

مولوی عبدالرشید خان
سابق یکمہ ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول لاہور

ماڈل سکولوں کی پہلی دوسری
اور تیسری جماعت کے لئے

۱۹۱۴ء

رفاء عام شیم پریس لاہور میں منشی عبداللہ صاحب کے اہتمام سے چھپا

قیمت فی جلد چھ

سری بار

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ طلباء کو مضمون نویسی کے قواعد سے واقفیت ہو جائے۔ اور مشہور مضمون نگاروں کے مضامین ان کے لئے نمونے کا کام دیں گے۔ اس کے استعمال کا بہتر طریق یہ ہے۔ کہ طالب علم فہرست مضامین میں سے کوئی مضمون منتخب کرے۔ اور جو خیالات اُس کے دل میں مضمون کے متعلق پیدا ہوں۔ ان کو بالترتیب کسی کاغذ پر قلمبند کرے۔ پھر ان خیالات کو بلحاظ ان کی اہمیت اور موقع کے ترتیب وار لکھے۔ اس طرح طالب علم کے پاس مضمون لکھنے کے لئے کافی مصالح جمع ہو جائیگا۔ اور یہ اُس مضمون کا ایک مختصر سا خاکا ہوگا + طالب علم کو چاہئے۔ کہ اس خاکے کا مقابلہ اُس خاکے سے کرے۔ جو کہ ہم نے اُس مضمون کے متعلق دیا ہے۔ اگر طالب علم کے خاکے میں کوئی ضروری بات رہ گئی ہو۔ تو اُسے پڑھ کر اپنے خاکے کی اصلاح کر لے +

اب طالب علم اس اصلاح شدہ خاکے کی مدد سے مضمون لکھنا شروع کرے۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ صرف انہیں خیالات کا پابند رہے۔ جو خاکے میں درج کئے ہوئے ممکن ہے کہ جب طالب علم مضمون لکھ رہا ہو۔ تو بعض نئی باتیں اُس کے دل میں پیدا ہوں۔ اس صورت میں اُن کو مسمی وقت خاکے میں مناسب موقع پر درج کر لینا چاہئے + جب طالب علم مضمون لکھ چکے۔ تو چاہئے۔ کہ

اُسے اول سے آخر تک احتیاط سے پڑھئے۔ اور صرف رنحو
 اور اعلیٰ غلیبوں کو درست کرتا جائے۔ اکثر طالب علم ان
 غلطیوں کے باعث بہت سے نمبر کھو بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ ان
 کا مضمون اور سب طرح سے اچھا ہوتا ہے۔ اس تزیق
 سے مضمون میں اصلاحیں کرنے کے بعد طالب علم کو
 چاہئے۔ کہ وہ اس مضمون کو پڑھے جو اس کتاب میں
 دیا ہوا ہے اور دیکھے کہ اس کا اپنا مضمون کہاں کہاں
 اصلاح کے قابل ہے۔ اور اظہار خیالات میں جو کمی
 رہ گئی ہے وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔ اب ان
 اصلاحوں کو مناسب موقعوں پر درج کرنے کے بعد
 اپنے سوئے کو صاف کرنے پر اگر اس طرح کی
 مشق طالب علم چند روز جاری رکھیگا۔ تو اسے مضمون
 نویسی میں خاصی مشق ہو جائیگی۔
 کرۂ امتحان میں مضمون لکھنے کے متعلق چند باتیں
 طالب علم کی توجہ کے لائق ہیں۔ اور پرچے کے
 لئے جس میں مضمون لکھنے پر بھی کوئی سوال آتا ہے۔
 کچھ وقت معین ہوتا ہے۔ اس میں سے طالب علم
 زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ مضمون لکھنے پر خرچ کر سکتا
 ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اس آدھ گھنٹے کو کس
 طرح کام میں لانا چاہئے۔ اکثر طالب علم اپنے قیمتی
 وقت کا بہت سا حصہ اس سوچ بچار میں ضائع کر
 دیتے ہیں۔ کہ چند مضمون جو پرچے میں دئے ہوئے
 ہیں۔ ان میں سے کس کو منتخب کریں۔ جو امتحان کو

پہنچ آئے اور کس قسم کے خیالات ظاہر کریں کہ زیادہ
 نمبر حاصل ہوں + اس بات پر بہت سا وقت ضائع
 کرنا۔ سراسر غلطی ہے۔ ممتحن صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے۔
 کہ طالب علم مضمون کو سمجھتا ہے یا نہیں۔ اور اپنے
 خیالات صاف عبارت میں ظاہر کر سکتا ہے یا نہیں۔
 ڈل اور انٹرنس کے امتحانوں میں طلباء سے یہ توقع
 نہیں کی جاتی۔ کہ کسی مضمون کے متعلق اعلیٰ خیالات
 رنگین عبارت میں ادا کریں۔ جس سے ان کی استعداد
 علمی اور وسعت خیالات کا اندازہ ہو سکے۔ بلکہ ان
 امتحانوں میں ممتحن صرف اس قدر معلوم کرنا چاہتا ہے۔
 کہ طالب علم اپنے سیدھے سادے خیالات درست و
 سلیس عبارت میں ظاہر کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی
 طالب علم اپنے معمولی خیالات درست اور صحیح عبارت میں
 ظاہر کرے۔ تو اس کو زیادہ نمبر ملینگے۔ اور جو طالب علم
 مشکل اور دقیق خیالات کو غلط عبارت میں ظاہر کریگا
 اُسے بہت کم نمبر ملینگے +

پرچہ امتحان میں عموماً دو یا تین مضمون دئے جاتے
 ہیں۔ اور یہ ہدایت ہوتی ہے۔ کہ طالب علم ان میں سے
 کسی ایک پر مضمون لکھے اب طالب علم کا یہ فرض ہے
 کہ مضمون کے انتخاب میں بہت تھوڑا وقت صرف کرے۔
 عموماً دو منٹ اس انتخاب کے لئے کافی ہیں۔ اگر طالب علم
 کے خیال میں تمام مضامین ایک جیسے آسان یا
 مشکل ہیں۔ تو ان میں سے پہلے کو شروع کرے چاہیے

مضمون انتخاب کرنے کے بعد خاکے پر کچھ وقت صرف کرنا چاہئے۔ اور جب یہ تیار ہو جائے تو پھر مضمون نہ بدلنا چاہئے * خاکہ تیار کرنے کا مفصل حال تمہید میں درج ہے۔ اُسے غور سے پڑھنا چاہئے * خاکہ تیار کرنے کے لئے سات آٹھ منٹ کافی ہیں۔ باقی وقت مضمون لکھنے پر خرچ کرنا چاہئے *

مفصلہ ذیل ہدایتیں عام طور پر ہر پرچہ امتحان کے لئے ملحوظ رکھنی چاہئیں لیکن مضمون لکھنے کے وقت ان کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری امر ہے :-

(۱) عبارت اس طرح لکھو کہ مطمئن اُسے آسانی سے پڑھ سکے *

(۲) لکھائی بہت صاف ہو۔ اور کسی جگہ دھبہ نہ پڑے نہ کاغذ میلا ہو *

(۳) سطروں میں آدھ آدھ انچ کے قریب فاصلہ ہو *

(۴) پرچہ جوابات میں دائیں طرف ڈیڑھ انچ کے

قریب حاشیہ چھوڑنا چاہئے۔ اس کی آسان

ترکیب یہ ہے۔ کہ پہلے کل ورق کو لمبائی

میں دُہرا کر نیچے کی طرف ذرا سی شکن ڈال

دو۔ پھر نصف ورق کو اس طرح دُہرا کر دو

اوپر سے نیچے تک پوری شکن پڑ جائے *

(۵) اگر کسی لفظ یا فقرے کو کاٹنا مقصود ہو۔

تو اس پر دو خطوط عرضی کھینچ دو۔ اور صحیح

لفظ یا فقرے کو اُس کے اوپر لکھ دو *

(۶) ہر لفظ جدا جدا لکھنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے
ساتھ ملا ہوا نہ ہو +

(۷) ہر ایک سوال کا جواب نئے پیرے سے شروع
کرو اور اوپر کی سطر سے اس کا فاصلہ دو
انچ کے قریب ہو +

خاکسار عبداللہ خاں

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۱	مؤلف	تہبید	۱
۳۵	مولوی نذیر احمد	وقت	۲
۳۹	مؤلف	باس	۳
۴۲	پنڈت رتن ناتھ	قسطنطنیہ	۴
۴۷	سر سید	ادب	۵
۴۹	شیخ مظہر الحسن زبیری	ہندوستان میں انگریزی حکومت کی برکتیں	۶
۵۳	سعید احمد مارہروی	شیر شاہ سوری	۷
۶۰	منشی صادق علی خاں	زعفران	۸
۶۶	شیخ مظہر الحسن زبیری	ہندوستان کے موسم	۹
۷۰	حالی	اندرونی بیماریاں	۱۰
۷۳	حضرت آغا شاعر دہلوی	سیر گل فروشاں	۱۱
۷۸	حافظ عبدالرحمن	جزیرہ سسلی	۱۲
۸۲	مؤلف	مناکو	۱۳
۸۷	"	سقراط	۱۴
۹۳	سر سید	عزت	۱۵

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱۶	ششم	۱۶
۱۷	ریاست جمہوری	۱۷
۱۸	میتا بازار	۱۸
۱۹	جشن تاجپوشی کے موقع پر معلوم ادارے کی حوالہ کا جلوں	۱۹
۲۰	نہد	۲۰
۲۱	مردم شہادی کے قاتل	۲۱
۲۲	صحت اور مرتن	۲۲
۲۳	اخلاطون	۲۳
۲۴	روضہ ممتاز محل	۲۴
۲۵	پیلے	۲۵
۲۶	اہرام مصر	۲۶
۲۷	ہندوؤں کے مشہور تہوار	۲۷
۲۸	نینوا کے کھنڈ	۲۸
۲۹	رسومات	۲۹
۳۰	فروسی	۳۰
۳۱	ہیرا	۳۱
۳۲	کرکٹ اور فٹ بال	۳۲
۳۳	والیک	۳۳
۳۴	بد مزاجی	۳۴
۳۵	کان نمک	۳۵
۳۶	آدو زبان	۳۶

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸۵	سر سید احمد خاں	قطب صاحب کی لائحہ	۳۷
۱۹۰	مولف	دوستی	۳۸
۱۹۵	"	ارسطو	۳۹
۱۹۸	"	خوشامد	۴۰
۲۰۲	مولوی سید احمد کبیر	خوشخطی	۴۱
۲۰۷	مولف	ڈھاکے کی مٹل	۴۲
۲۱۱	سید احمد دہلوی	حیات انسانی	۴۳
۲۱۴	نامعلوم	نرسوئینز	۴۴
۲۲۱	سر سید	کارہی	۴۵
۲۲۵	مولوی سید احمد کبیر	جانوروں کے ہاتھ	۴۶
۲۲۹	سر سید احمد خاں	تنصیب	۴۷
۲۳۴	مولف	پابندی اوقات	۴۸
۲۳۸	"	کفایت شعاری	۴۹
۲۴۲	"	وفاداری	۵۰
۲۴۷	"	شقی مضامین	۵۱
۲۵۵	"	جواب مضمون امتحان ٹڈل	۵۲

فہرست مضامین مع مختصر خاکوں کے

۱۔ تمہید

(۱) عبارت (۲) مطالب اور اُن کی ترتیب (۳) اقسام مضامین (۴) خاکہ (۵) مضمون بیانی (۶) مثال (۷) بیانی اور حکائی مضمون بلا جُلا (۸) مضمون حکائی (۹) مثال (۱۰) مضامین ذہنی +

۲۔ وقت

(۱) وقت کی رفتار (۲) وقت کو ضائع کرنے کی خرابیاں اور اچھے کام میں لگانے کی خوبیاں (۳) لڑکوں کو نصیحت (۴) بچپن کے بعد کچھ سیکھنے کی فرصت نہ ملیگی (۵) طلباء کو کس طرح وقت گزارنا چاہیئے +

۳۔ لباس

(۱) لباس کی خوبی (۲) لباس کا فرق (۳) اوسط درجے کے لوگوں کا لباس (۴) اعلیٰ طبقے کے لوگوں کا لباس (۵) مختلف مقامات کے لباس (۶) عورتوں کا لباس (۷) مختلف مذاہب کے لوگوں کا لباس (۸) انگریزی تعلیم کا اثر لباس پر (۹) انگریزی لباس (۱۰) انگریزی لباس کی موزونی و غیر موزونی +

۴۔ قسطنطنیہ

(۱) جائے وقوع اور نظارہ (۲) باغات شہر اور سواہر شہر کا منظر (۳) بازار اور قبرستان (۴) آگ بجھانے کا

انتظام - آبادی اور قومیں (۵) بارگاہِ سلطانی کی عظمت (۶)
آب و ہوا (۷) وجر تسمیہ *

۵ - ادب

(۱) ادب کا غلط مفہوم (۲) اس غلط مفہوم کے بڑے
نتائج (۳) جھوٹ اور گالیوں کی تعلیم (۴) اصلی ادب کے
ساتھ آزادی کو کام میں لانا (۵) نتیجہ *
۶- ہندوستان میں انگریزی حکومت کی برکتیں
(۱) گریٹ برٹن کا محل وقوع (۲) وہاں کے باشندوں کی
قوت (۳) ہندوستان پر انگریزی تسلط کے وجوہات (۴)
حکومتِ انگریزی خدا کی رحمت (۵) اس (۶) بیرونی عملوں
کا خاتمہ (۷) ویسی ریاستوں کی اصلاح (۸) تعلیم اور وسائل
آمد و رفت (۹) سیلف ہلپ *

۷ - شیرشاہ سُوری

(۱) اصلی نام - تعلیم - ملازمت (۲) بابر کے دربار شاہی
میں رسائی (۳) حکم گرفتاری - شیرخان کی فراری - اور تمام
بنگال اور پٹنہ پر قبضہ (۴) ہمایوں پر فتح حاصل کرنا (۵)
انصاف (۶) زراعت کی افزائش اور حفاظت (۷) و (۸) خیرات
اور امورِ رفاه عام (۹) وفات *

۸ - زعفران

(۱) کس کس جگہ پیدا ہوتا ہے (۲) کاشت وغیرہ (۳) پھول
(۴) پھول توڑنے کا طریقہ زعفران کی قسمیں وغیرہ (۵) زعفران
کی ابتدا (۶) عہد مغلیہ میں کاشت زعفران کی ترقی - وجود
توزل کا باعث (۷) پھول آنے کے زمانے میں کشمیر کا

دکھش موسم (۸) موسم خزاں میں زعفران کی بہار (۹) گروہ
(۱۰) کشت زعفران پر شام اور چاندنی رات کا نظارہ +

(۹) ہندوستان کے موسم

(۱) نام اور تعداد (۲) موسموں کی شاعرانہ تصویر (۳)
گرمی کی کیفیت (۴) گرمی کی چٹش سے اوسان جلتے رہنا
(۵) و (۶) برسات کا سماں (۷) خزاں کا آغاز (۸) خزاں
کا اختتام اور لوگوں میں چل پھل (۹) موسم سرما (۱۰) موسم
بہار کا پُر لطافت نظارہ +

(۱۰) اندرونی بیماریاں

(۱) و (۲) دل کی بیماریاں (۳) اپنے عیبوں کا پتہ اسان
کو ہوتا ہے مگر دل کی بیماریوں کا نہیں ہوتا (۴) دل کی
بیماریوں کا علاج (۵) نمٹیل (۶) و (۷) و (۸) علم وادوں
کا اخلاق (۹) عالموں اور جاہلوں میں فرق +

(۱۱) سیر گل فروشاں پر ایک سرسری نظر

(۱) برسات کی کیفیت (۲) ہندوستان میں برسات کا لطفت
(۳) حیوانات و نباتات پر برسات کا اثر (۴) دود و ہی
کی افراط (۵) دلی سے قطب صاحب تک کا منظر
(۶) بگلوں کی بہار (۷) میلے کی کیفیت (۸) پنکھے کا نظارہ
لوگوں کا ہجوم - شوق اور چل پھل

(۱۲) جزیرہ سسلی

(۱) جائے وقوع وغیرہ (۲) بندرگاہ - دار الحکومت (۳)
جہادوں کی آمد و رفت (۴) شہر پلرمو (۵) شہر مسینا
(۶) مسینا کا گھاٹ (۷) مسینا کے مختصر حالات (۸) شہر

کتابیا (۹) شہر کتابیا کی رونق (۱۰) افلاس باشندگان (۱۱) مذہب اور قوم *

(۱۳) تباکو

(۱) پیدا ہونے کی اصلی جگہ - استعمال کی کثرت (۲)
استعمال کے مختلف طریقے (۳) تباکو کے متعلق ڈاکٹروں
کی رائیں اور اس کی مضریتیں (۴) مالی نقصان (۵)
بچوں اور کم سن جوانوں پر تباکو کا اثر (۶) سگریٹ پینے
کے نقصان (۷) تباکو کے فائدے *

(۱۴) سقراط

(۱) زمانہ پیدائش - فلسفے کی تعلیم اور شہرت (۲) استغنا
(۳) مستقل مزاجی - بیوی کی بد مزاجی - وعظ و تلقین
(۴) لوگوں کا سقراط پر الزامات لگانا (۵) عدالت کا فیصلہ
(۶) سقراط کا صبر و استقلال (۷) دوستوں کو نصیحتیں (۸)
زہر کا پیالہ پینا اور دنیا سے رخصت ہونا *

۱۵ - عزت

(۱) دولت ذریعہ عزت نہیں (۲) عزت کی تعریف اور
اس کا اثر (۳) عزت کے اصلی مقصد پر پہنچنے کی وجہ
(۴) د (۵) عزت کے معنی سمجھنے میں غلطی (۶) اصلی
اور بناوٹی عزت کا فرق *

۱۶ - ریشم

(۱) ریشم کے کیڑے کی اصل اور اس کے نام (۲)
ریشم کس طرح حاصل ہوتا ہے (۳) ریشم کے کیڑوں کے
انڈے بچے (۴) غذا (۵) ریشم کا کویہ (۶) ریشم کا کیڑا

اپنی قبر آپ بنانا ہے (۷) ہندوستان میں ریشم کی پیداوار میں کمی ہونے کے باعث *

۱۷۔ ریاضتِ جسمانی

(۱) ریاضتِ جسمانی کی ضرورت (۲) اعضا کے نشو و نما کے لئے ریاضت ضروری ہے (۳) تمثیل (۴) ورزش کے لئے مناسب جگہ (۵) ریاضتِ جسمانی کے مفید نتائج (۶) کرکٹ اور فٹ بال (۷-۱۳) تمثیل *

۱۸۔ مینا بازار

(۱) ترکستان میں بازار لگنے کا دستور۔ اکبر کی اس میں اصلاح اور قلعے میں زنانہ بازار (۲) زنانہ بازار کی ترتیب اور اس کا انتظام (۳) مینا بازار میں اکبر کی موجودگی اور اس کے مفید نتائج *

۱۹۔ جشن تاجپوشی کے موقع پر حضورِ وائسرائے کی ہوا کی جلوس

(۱) ریلوے سٹیشن سے جلوس کی روانگی (۲) تماشائیوں کی نشست اور ترتیب (۳) تماشائیوں کے لباس کی بہار (۴) جلوس کی رفتار (۵) تماشائیوں کا جوش مسرت (۶) بیڈی کرنل (۷) شاہزادہ کناٹ (۸) نظام حیدر آباد (۹) گورنرانِ صوبجات و لارڈ کچنر (۱۰) اختتامِ جلوس *

۲۰۔ لندن

(۱) اہل لندن کی مصروفیت (۲) لندن دن کے وقت (۳) لندن رات کے وقت (۴) لندن میں ذرائع سفر (۵) لندن میں طریق دکانداری (۶) لندن کی پولیس +

۲۱۔ مردم شماری کے فائدے

(۱) ہندوستان میں مردم شماری کی ابتدا اور اس کا زمانہ
 (۲) مردم شماری سے ملک اور رعایا کی حالت معلوم ہوتی
 ہے (۳) بہبودی خلافت اور استحکام سلطنت کے ذرائع
 مردم شماری سے معلوم ہوتے ہیں (۴) رعایا کی مزاج دانی
 اور اس کے مختلف امراض کی تشخیص کے لئے مردم شماری
 سب سے بہتر وسیلہ ہے +

۲۲- صحت اور مرض

(۱) صحت و تندرستی کے فائدے (۲) چاروں خلطیں
 (۳) کسی خلط کی زیادتی سے نقصان (۴) بھوک سے
 زیادہ نہ کھانا چاہئے (۵) ثقیل غذائیں بے اشتہا کھانے
 کا نقصان (۶-۱۱) صحت قائم رکھنے کے لئے کن کن
 باتوں کی ضرورت ہے +

۲۳- افلاطون

(۱) سنہ پیدائش (۲) تعلیم (۳) فلسفے اور علم ہندسے
 کی تمکین کے شوق میں مختلف ممالک کا سفر کرنا (۴) دنیا
 اور خدا کے متعلق عقیدہ (۵) شہرت اور سنہ وفات +

۲۴- روضۂ تاج محل

(۱) روضے کی تعمیر- طول و عرض وغیرہ (۲) کتبہ-
 باغ اور روضے کی عمارت (۳) قیمتی پتھر جو اندر لگے
 ہیں (۴) متفرق باتیں +

۲۵- میلے

(۱) میلوں کی ابتدا (۲) میلوں کا اصلی مقصد (۳)
 مقدس میلے (۴) سیر و تفریح کے میلے (۵) تجارتی میلے

(۶) میلون میں شمولیت کے فوائد +

۲۶ - اہرام مصر

(۱) جہے وقوع اور وجہ تسمیہ (۲) سب سے بڑے
مینار کی بلندی اور شکل (۳) تعمیر اور خرچ کا اندازہ (۴)
گرد و نواح کا نظارہ (۵) لاشیں رکھنے کے کمرے (۶)
زمانہ قدیم کا فن تعمیر +

۲۷ - ہندوؤں کے مشہور تہوار

(۱) ہندوؤں میں ذاتوں کا امتیاز (۲) چار ذاتوں کے
چار تہوار (۳) شرونی (۴) دسمو (۵) دیوالی (۶) و (۷)
ہولی (۸ و ۹) چاروں تہواروں کا اہلی مقصد (۱۰) ہولی
کے متعلق موجودہ زمانے کی اصلاحیں +

۲۸ - ٹینوا کے گھنڈر

(۱) جلسے وقوع اور موجودہ حالت (۲) شہر پناہ اور
عمارتیں (۳) آثار قدیمہ کی تحقیقات کا نتیجہ (۴) قصر غزوہ
(۵) سورتیں اور کتبے (۶) مکانوں کے درختوں کی حالت
(۷) ایک مکان کی نقشیں (۸) پرانی چیمبروں کا لندن کے
عجائب خانے میں جانا +

۲۹ - رسومات

(۱) رسومات کی قسمیں (۲) رسومات رواجی (۳) رسومات
کی قوت اور ان کی پابندی (۴) بُری رسومات کو ترک کرنے
کا بہتر طریق +

۳۰ - فردوسی

(۱) جہاں پیدائش و سنہ ولادت (۲) دقیقہ کے بعد

نوح بن منصور کے حکم سے باستان نامے کو نظم کرنے کا کام فردوسی کے سپرد ہونا (۳) باستان نامے کو نظم کرنے کا کام عنصری کے سپرد ہونا (۴) فردوسی کا غزنی میں آنا (۵) ایک ندیم شاہی کی وساطت سے فردوسی کا محمود کے دربار میں پہنچنا (۶) شاہنامے کی تصنیف کا کام فردوسی کے سپرد ہونا (۷) فردوسی کا متفرق طور پر روپیہ نہ لینا (۸) فردوسی کا جھگڑا محمود کے ساتھ (۹) فردوسی کی وفات (۱۰) ایک اور روایت (۱۱) شاہنامے کی تعریف +

۳۱ - ہیرا

(۱) علم کیمیا یا کیمیشٹری کے فوائد (۲) کوٹلے اور ہیرے کے اجزاء ترکیبی (۳) کوٹلے اور ہیرے کی ترتیب اجزا کا فرق ان کی صورتوں اور قیمتوں کے فرق کا باعث ہے +

۳۲ - کرکٹ اور فنٹ بال

(۱) ان کھیلوں کی طرف لوگوں کا میلان (۲) ایک مشہور آدمی کا قول (۳) ان لوگوں کا بتایا ہوا سبق (۴) ٹیموں کا مشترکہ مدعا (۵) فنٹ بال کا اصول (۶) ٹیموں اور تمدن کے اصولوں کی مطابقت (۷) مغرز کارخانوں کا دستور (۸) ان کھیلوں سے اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا سبق حاصل ہوتا ہے +

۳۳ - والی بال

(۱) والی بال کی سب سے مشہور تصنیف (۲) ابتدائی زندگی (۳) برہمنوں کی باتوں سے متاثر ہو کر تحصیل علم

میں مشغول ہو جانا اور خدا کی عبادت میں زندگی بسر کرنا :

۳۴ - بد مزاجی

(۱) پسندیدہ اور نا پسندیدہ خصلتیں (۲) بد مزاجی سے کیا مراد ہے (۳) بد مزاجی کا اثر دوسروں پر (۴) بد مزاجی کا اثر بد مزاج پر (۵) بد مزاجی کا علاج (۶) نمٹیل *

۳۵ - کان نمک

(۱) تمہید (۲) کھیڑے کی کان نمک کا بیرونی نظارہ (۳ و ۴) کان کے اندر کا تماشا (۵) نمک نکالنے کا طریقہ (۶) کان کے تاریک حصے اور اس کے اندر پانی کے حوض (۷) طبقات الارض میں خدا کی پوشیدہ نعمتیں *

۳۶ - اُردو زبان

(۱) ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں (۲) کایستوں کی توجہ فارسی کی طرف (۳) بھاشا میں فارسی الفاظ کی آمیزش (۴) مسلمانوں کی توجہ بھاشا کی طرف (۵) اُردو زبان کا جنم اور اُس کی طرف شاہان وقت کی توجہ (۶) شاہ عالم ثانی کے عہد کے شعرا (۷) زمانہ حال کے نظم و نثر لکھنے والے (۸) گورنمنٹ اور سررشتہ تعلیم کا احسان اُردو پر (۹) اُردو کا مختلف زبانوں سے مرکب ہونا *

۳۷ - قطب صاحب کی لاٹھ

(۱) لاٹھ بوجہ بلندی اور خوبصورتی عجوبہ روزگار (۲) کھنڈروں کی ساخت (۳) لاٹھ کے متعلق مورخوں کی رائے ایک مشہور روایت (۵) لاٹھ کے کھنڈروں کی کمی بیشی

(۶) گورنٹ انگریزی کی جانب سے لاٹھ کا مرت ہونا (۷)
لاٹھ کی بلندی - محیط اور سیڑھیوں کی تعداد +

۳۸ - دوستی

(۱) دوستی سے کیا مراد ہے (۲) دوستوں کا اثر
ایک دوسرے پر (۳) دوستوں کا انتخاب (۴) دوستی کے
فرائض (۵) ایک دوسرے کی برداشت +

۳۹ - ارسطو

(۱) سنہ پیدائش - ابتدائی حالات (۲) سکندر رومی
کی اتالیقی - مسائل حکیمہ کی تحقیق (۳) سکندر کے مرنے
پر ایتھنز سے چلا جانا (۴) سنہ وفات (۵) ارسطو کی
تصنیفات +

۴۰ - خوشام

(۱) خوشام کا اثر دل پر (۲) خوشام پسندی کی
ابتدا کس طرح ہوتی ہے (۳) سچے اوصاف خود اپنے آپ
میں پیدا کرنے چاہئیں (۴) خودی خوشام پسندی کی
جڑ ہے (۵) ایشیائی شاعر اپنے مبالغوں سے خوشام
پسندی پیدا کر دیتے ہیں (۶) واجب و نا واجب
تعریف کا اثر دماغ پر +

۴۱ - خوشخطی

(۱) حسن کے ساتھ انسانی طبیعت کا قدرتی تعلق (۲) خوشخطی
ایک صن ہے جو انسان خود پیدا کر سکتا ہے (۳) تمثیل (۴)
خوشخطی کی قدر اب بھی ہے (۵) گورنٹ کی قدردانی (۶)
خوشخطی کے چند نوازمات (۷) خوشخطی انسان میں خاص صفات

پیدا کرتی ہے (۸) خوشنویس خوش رہتا ہے (۹) بچوں میں خوشنویسی کے مادہ کا قدرتی طور پر ہونا اور اس کی جانب توجہ دلانے کی ضرورت +

۴۲ - ڈھاکہ کی ممل

(۱) ڈھاکے کی ممل کی قدامت اور شہرت (۲) شامان مغلیہ کی سرپرستی اور ممل کا عروج (۳ و ۴) ممل کی نفاست کا اندازہ (۵) ڈھاکے کی ممل کی نفاست کے باعث (۶) ڈھاکے کی ممل کے زوال کا باعث +

۴۳ - حیات انسانی

(۱) بچپن کی بے پردائیاں (۲) جوانی کی اُمتگیں (۳) ادھیڑ پن کا سوچ بچار (۴) بڑھاپے کی کمزوری اور گزری ہوئی عمر کا افسوس +

۴۴ - نر سوینز

(۱) نر سوینز سے انگلستان اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کی آسانی - وقت اور روپے کی بچت (۲) نر سوینز کے بنانے کی ضرورت (۳) نر سوینز کی تیاری کے حالات (۴) سپ صاحب کی تکلیفات (۵) نر کا طول و عرض وغیرہ +

۴۵ - کاہلی

(۱) کاہلی کے معنی (۲) معاش کے لئے محنت ضرور ہے یہ بات سے بے فکر لوگ جیوان صفت ہو جاتے ہیں (۳) قواسے باطنی کو زندہ رکھنے کے لئے محنت لازم ہے (۴) کاہلی سے بری عادتیں پیدا ہوتی ہیں (۵) قواسے ذہنی کو کام میں لانے کے لئے مشاغل تلاش کرنے چاہئیں +

۴۶ - جانوروں کا ہاتھ

(۱) بعض جانوروں کے بعض اعضاء ہاتھ کا کام دیتے ہیں (۲) چوہوں

اور بعض اور جانوروں کے حالات (۳) ایک ہرنی کا حال (۴) اکثر پرند
 بازوؤں سے ہاتھ کا کام لیتے ہیں (۵) بعض جانور منہ سے ہاتھ کا کام
 لیتے ہیں (۶) شاخدار جانور سینگوں سے ہاتھوں کا کام لیتے ہیں (۷)
 جانور اپنے اعضا سے مفید کام لیتے ہیں +

۴۷ - تعصب

(۱) تعصب انسان کی بدترین خصلت ہے (۲) تعصب ہمیشہ نیکیوں
 سے باز رکھتا ہے (۳) متعصب آدمی کے دوست اور مددگار
 کم ہوتے ہیں (۴) متعصب بہت سی نعمتوں سے محروم رہتا
 ہے (۵) تعصب علم و ہنر سے بھی محروم رکھتا ہے (۶) تعصب
 اعلیٰ تعلیم و تربیت سے باز رکھتا ہے (۷) تعصب کا اثر
 قوموں کے عروج و زوال پر (۸) غیر متعصب شخص اپنے
 مذہب کا دانا دوست ہے (۹) متعصب اپنے مذہب کا نادان
 دوست ہے (۱۰) متعصب آدمی کی خاصیت (۱۱) تعصب سے مکاری
 و دغا بازی کی بنا پڑتی ہے (۱۲) متعصب کا بعض نعمتوں سے
 بہ نصیب رہنا (۱۳) تعصب کی بدولت ذلت و خواری -
 (۱۴) (۱۵) تعصب آدمی کو اندھا کر دیتا ہے (۱۶) تعصب
 شیطان کا سب سے بڑا داؤں ہے (۱۷) نصیحت +

۴۸ - پابندئے اوقات

(۱) پابندئے اوقات کے معنی (۲) اوقات کے پابند
 طلبا (۳) دنیاوی زندگی میں پابندئے اوقات کا اثر (۴)
 ایسے شخصوں کی مثالیں جو پابند اوقات نہ ہوں (۵) پابند
 اوقات نہ ہونے کے نقصان +

۴۹ - کفایت شعاری

(۱) کفایت شعاری کے معنی (۲) فضول خرچ ہونے
 یا اعتدال سے گزر جانے کے اسباب (۳) آمد و خرچ کا
 حساب و کتاب رکھنا کفایت شعاری کا سب سے بڑا اصول
 ہے (۴) کفایت شعاری کے چند اصول +

۵۰ - وفاداری

(۱) وفاداری کا مفہوم (۲) وہ (۳) و (۴) تمثیلیں (۵) توضیح و تشریح +

گلدستہ مضامین

دوسرا حصہ

۱۔ تمہید

مضمون نویسی

جس طرح سونے چاندی کو کسوٹی پر لگا کر پرکھتے ہیں۔
 کہ کھوٹا ہے یا کھرا۔ اسی طرح کسی شخص سے مضمون
 لکھا کر ہم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جس
 زبان میں اُس نے مضمون لکھا ہے۔ وہ اُسے اچھی
 طرح آتی ہے یا نہیں + پس مضمون نویسی کا فن ہر شخص
 کے لئے جو کسی زبان میں مہارت حاصل کرنی چاہے۔
 نہایت ضروری اور لازمی ہے +

اس مختصر تمہید میں مضمون نویسی کے تمام قواعد کو
 وضاحت سے بیان کرنا نہایت مشکل ہے۔ اور نہ اس
 کتاب کا یہ مقصد ہے۔ پس ہم چند ضروری مسائل بیان
 کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور ان کی وضاحت اور
 تشریح اُن اصحاب پر چھوڑتے ہیں جو اس فن میں تعلیم
 دیتے ہیں +

مضمون لکھنے میں دو باتوں کا مد نظر رکھنا نہایت ضروری امر ہے - ۱- عبارت - ۲- مطالب اور ان کی ترتیب *

یہ دونو چیزیں ایسی لازم و ملزوم ہیں - کہ ان میں سے ایک ناقص ہو - اور دوسری عمدہ تو ایک کا نقص دوسری کی خوبی کو زائل کر دیتا ہے * ہم ان دونو باتوں کے متعلق طالب علموں کو چند ضروری باتیں بتاتے ہیں :-

۱- عبارت

یوں تو عبارت لکھنے کے لئے بہت سی خوبیاں درکار ہیں - مگر ہم صرف دو چیزوں کا بیان مختصر طور سے لکھتے ہیں :-

اول - عبارت کی شستگی *

دوسرے سادگی *

عبارت کی شستگی سے یہ مراد ہے - کہ اُس

میں زائد الفاظ اور فقرے نہ ہوں - یعنی صرف اسی قدر الفاظ اور فقرے درج ہوں - جو لکھنے والے کے خیالات کو بخوبی ظاہر کر سکیں - مگر اس قدر مختصر بھی نہ ہو - کہ ضروری لفظ اور فقرے نظر انداز کرنے سے مطلب فوت ہو جائے * اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے لازم ہے - کہ جن خیالات کو طالب علم تحریر میں لانا چاہتا ہے - پہلے اُن پر اپنے دل میں غور کرے - کہ کون سے الفاظ اور فقرے بے کم و کاست اس مطلب کو ادا کر سکیں گے *

ایک فقرے میں دو مختلف باتوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہئے اور جو بات بیان کی جائے وہ بھی ایسے اختصار اور سادگی سے کہ سمجھنے والا اُسے بلا تکلف سمجھ لے۔ فقروں میں ربط کا ہونا بھی ضروری امر ہے۔ تاکہ خیالات کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے اور ہر فقرہ ماقبل کا تعلق فقرہ مابعد کے ساتھ قائم رہے۔ جب پیرے گراف ختم ہو جائے۔ تو ہر ایک فقرے پر پھر غور کرو۔ کہ جس خیال کو تم نے اس پیرے گراف میں ظاہر کیا ہے۔ آیا کوئی فقرہ اس میں ایسا تو نہیں جو غیر مربوط ہو۔ اگر ہو تو اُسے قلم زد کر دو۔ جب مضمون کا ایک حصہ ختم ہو جائے۔ تو دوسرا پیرے گراف شروع کر دو۔ تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے۔

عبارت کی سادگی - طالب علموں کے لئے عبارت کی سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ کسی زمانے میں رنگین عبارت - مقفے اور مسجع فقرے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر اب اس قسم کی عبارتیں بالکل متروک ہو گئی ہیں۔ بے محل شعر - دوہے - کبت - کہاوتیں درج کرنے سے بھی بچنا چاہئے۔ بے ضرورت مسجع الفاظ کا لانا عبارت کو بے مزہ کر دیتا ہے۔ سرور کے ساتھ شعور - نور کے ساتھ حور - زبردستی عبارت میں ٹھوسنا نہایت کریہ خیال کیا جاتا ہے۔ سادی عبارت سے مراد ہے سادے الفاظ - آسان بندشیں اور تشبیہیں - چھوٹے چھوٹے فقرے اور با محامدہ عبارت۔ جسے جیسے فقرے جن کا نہ مبتدا

معلوم ہو نہ خبر: اب بالکل متروک ہوتے جاتے ہیں +
 الفاظ کی سادگی بھی عبارت کی بڑی خوبی ہے +
 آسان لفظوں کی جگہ مشکل غیر مانوس و گوش نا آشنا الفاظ
 لانا - اجنبی زبانوں کے الفاظ کو جن کے لئے اپنی زبان
 میں لفظ موجود ہیں - زبردستی استعمال کرنا عبارت کی
 خوبی کو کھو دیتا ہے - مثلاً ”تخفیر عدالت“ کی جگہ انگریزی
 مرکب ”کنٹیمپٹ آف کورٹ“ استعمال کرنا کانوں کو
 گرجی گزرتا ہے - لیکن سٹیشن - سکول - ریل اور آدر
 اسی قسم کے الفاظ جو ہماری زبان میں مروج ہو گئے
 ہیں - ان کے استعمال میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا +
 بازاریوں کی بول چال کے الفاظ اور فقرے چونکہ فصاحت
 سے گرے ہوئے ہوتے ہیں - ان کا استعمال کچھ پسندیدہ
 نہیں - ان سے عبارت تہذیب کے پائے سے گر جاتی
 ہے +

۲۔ مطالب اور ان کی ترتیب

کسی مضمون کے مطالب کو اول ذہن نشین کرنا -
 پھر ترتیب وار ایک دوسرے کے بعد تحریر میں لانا
 مضمون کی خوبی کو بڑھا دیتا ہے - اور پڑھنے والے
 کی طبیعت ایسا مضمون پڑھنے سے نہیں الجھتی +
 جب آدمی کسی مضمون پر غور کرتا ہے - تو اس کے
 متعلق ضروری اور غیر ضروری دو قسم کے مطالب ذہن
 میں پیدا ہوتے ہیں + اب مضمون نگار کا پہلا فرض

یہ ہے۔ کہ ضروری مطالب کو چھانٹ کر اپنے ذہن میں قائم رکھے اور غیر ضروری مطالب کو نظر انداز کر دے + ضروری مطالب میں بھی اگر بعض واقعات اس قسم کے ہوں۔ جن کی صداقت میں کسی قسم کا شبہ ہو۔ تو اُن کو بھی درج کرنا مناسب نہیں + تشریحیں اور تمثیلیں بھی اس قسم کی ہونی چاہئیں۔ جو عقل کے خلاف نہ ہوں + ایسے واقعات جو کسی خاص فرقے یا مذہب یا گورنمنٹ کے خلاف ہوں بالکل چھوڑ دینے چاہئیں۔ طالب علموں کو اس بات میں خصوصاً احتیاط رکھنی چاہئے +

مختلف مطالب کو ترتیب وار لکھنا مضمون لکھنے میں بڑی مدد دیتا ہے + اس سے مضمون نگار کو بھی سہولت ہوتی ہے اور پڑھنے والے کو بھی مضمون کے مطالب سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے + اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے۔ کہ جُدا جُدا مطالب کا جُدا جُدا بیان ہو + ہر ایک کی تفصیلیں اور تشریحیں بھی جُدا جُدا ہوں۔ اور جس مطلب کے متعلق ہوں اسی کے تحت میں آئیں + ضروری مطالب پہلے آنے چاہئیں۔ اور کم ضروری اُن کے بعد + جس قدر مطالب کسی مضمون میں درج کئے جائیں اُن میں باہمی تعلق اور ربط ہونا مناسب ہے۔ تاکہ اظہار خیالات میں تسلسل و ترتیب قائم رہے +

مطالب کے لحاظ سے مضامین کی قسمیں اور ہر قسم

کے مضمون کے مجمل اور مفصل خاکے تیار کرنے کا حال
مفصلہ ذیل بیان سے اچھی طرح تمہارے ذہن نشین
ہو جائیگا + ان خاکوں کے پڑھنے سے تمہیں یہ بھی
معلوم ہو جائیگا - کہ کسی مضمون کے مطلب کو کس طرح
ترتیب دینا چاہئے +

۳ - مضامین تین قسم کے ہوتے ہیں :-
اول مضامین بیانی - جن میں کسی جگہ یا مقام
یا چیز کا بیان ہو مثلاً شہر بنارس - پنجاب کی نہریں -
چائے - زعفران - باغی وغیرہ +
دوم مضامین حکائی - جن میں کسی واقعے کا حال
بیان کیا جائے - مثلاً دہلی کا جشن تاج پوشی - پانی پت کی
لڑائی وغیرہ +

سوم مضامین ذہنی - جن میں کسی ایسے مضمون
پر بحث کی جاتی ہے - جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو
صرف ذہن میں ہو - مثلاً حلم - فحاشی - غصہ - وفاداری وغیرہ +
۴ - کسی مضمون لکھنے سے پہلے طالب علم کو چاہئے کہ
اول اس کے ہر پہلو پر غور کرے - اور اپنے دل میں
سوچے - کہ مضمون زیر بحث کے متعلق کیا کیا سوالات اور
کون کون سے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں - تاکہ وہ ان
سوالات اور خیالات کو خاکے کی صورت میں قلم بند کر سکے -
چند منٹ سوچنے کے بعد اس کو چاہئے - کہ اپنے مضمون
کے متعلق موٹی موٹی سرخیاں کسی کاغذ پر لکھ لے - تاکہ
جو خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے ہیں - وہ مناسب

سُرخیوں کے تحت میں یکے بعد دیگرے تحریر میں آجائیں۔
مضمون لکھنے سے پہلے اس طرح کا خاکہ تیار کر لینا نہایت
ضروری ہے۔ اس خاکے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ خیالات
کا تسلسل۔ باہمی تعلق اور ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ مضمون
کی تکرار نہیں ہونے پاتی۔ اور مختلف باتیں گڈ بڈ ہو کر
ایک جگہ مجتمع نہیں ہو جاتیں۔ مضمون کی موٹی موٹی سُرخیاں
اور ہر ایک سُرخ کی کے مناسب واقعات لکھنے کے بعد
نثلیوں اور تشریحوں پر غور کرنی چاہئے اور انہیں بھی
ہر سُرخ کی کے تحت میں اختصار کے ساتھ درج کر لینا
مناسب ہے۔ جب مضمون لکھنا شروع کرو۔ تو ہر ایک
سُرخ کی کو پھیلاتے جاؤ تا کہ مضمون واضح اور دلچسپ
ہو جائے۔

۴۔ مضمون بیانی۔ اب ہم مضمون بیانی کی ایک مثال
لے کر تمہیں بتاتے ہیں۔ کہ اس طرح کے مضمون کا خاکہ
کیونکہ تیار کیا جاتا ہے۔

مضمون :- جس شہر یا گاؤں میں تمہارا سکول واقع
ہے۔ اس کا مختصر حال بیان کرو :-

محل خاکہ

(۱) شہر یا گاؤں کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ +

(۲) محل وقوع :-

• (الف) کس صوبے اور ضلع میں +

(ب) دار الحکومت سے کتنی دور +

- (ج) کس دریا کے کنارے یا کس ریلوے لائن پر +
 (۳) گرد و نواح کی طبعی شکل - آب و ہوا - زمین - نظارے -
 محل وقوع کو پسند کرنے کی وجوہات +
 (۴) لمبائی - چوڑائی - رقبہ - بڑے بڑے بازاروں کی
 لمبائی اور اُن کا رخ - آبادی +
 (۵) خصوصیتیں :-

(الف) مکانات :- مندر - مساجد - گرجے - مدرسے -
 پکھریاں - پل - انتظام آب رسانی - انتظام
 صفائی وغیرہ +

(ب) باشندے :- قومیں - مذاہب - فرقے وغیرہ +

(ج) صنعت - حرفت - تجارت +

(۶) تاریخ :- مشہور تاریخی واقعات آبادی کا زمانہ -

آباد کرنے والے کا نام +

۶ - مفصلہ ذیل مثال میں ہم نے خاکے کو چھ کر کے
 دکھایا ہے - واقعات اور حالات کی تفصیلات اور تشریحوں کو
 اپنی اپنی سُرخیوں کے ضمن میں رکھا ہے - ایسا مفصل
 اور مشرق خاکہ تیار کرنے کے بعد طالب علم کو مضمون
 لکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی +
 مضمون - مٹھی :-

مفصل خاکہ

(۱) خاندان :-

دود پلانے والا جانور - سب سے بڑا چوپایا +

(۲) طبقہ :-

سونڈ والا جانور - دو قسمیں - افریقی اور ہندی -
 افریقی لمبا - ہندی کی نسبت دانت اور کان
 بڑے +

(۳) قوے جسمانی :-

قوی الجثہ - زیادہ سے زیادہ اونچائی ۱۱ فٹ -
 سونڈ پچکدار - پیر تقریباً گول - قدم بے آواز -
 سونڈ میں معدے سے پانی نکال کر باہر لا سکتا
 ہے - خشکی کے جانوروں میں سب سے مضبوط
 اور طاقتور - کسی چیز کو دھکیلنے کے لئے اپنے
 بوجھ سے فائدہ اٹھاتا ہے - سات آٹھ آدمی
 آسانی سے پیٹھ پر بیٹھ جاتے ہیں +

(۴) کہاں پایا جاتا ہے :-

وسطی افریقہ کے تمام حصص میں - لکا میں کثرت
 سے کوہ ہمالیہ کے جنگلوں میں - کوہستان گارو
 اور برہا میں +

(۵) عادات :-

وحشیانہ حالت میں :- نیس سے لے کر
 سو سو تک کے غول جنگلوں میں پھرتے ہوئے
 دکھائی دیتے ہیں - درختوں کی چھال - پتوں
 اور ملائم جڑوں کو کھاتا ہے - زراعت کو پائمال
 کر دیتا ہے +

پالتو ہونے کی حالت میں :- خوراک درختوں

کے پتے اور غلہ - مہاوت گردن پر بیٹھ کر
 لوہے کے آنکس سے ٹانگتا ہے - دریا میں
 نہلاتا ہے - بہت جلد ہل جاتا ہے - جو لوگ
 اسے پیار سے رکھتے ہیں ان سے یہ بھی محبت
 رکھتا ہے - بعض دفعہ غصے کی حالت میں
 انتقام لینے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے - درزی
 کی پُرانی کہانی جس میں ہاتھی کی سونڈ میں سونڈ
 چبھونے کا ذکر ہے مشہور ہے :-

(۶) ہاتھی پکڑنے کے طریقے :-

پھندا لگا کر یا کسی احاطے میں گھیر کر + ہاتھیوں
 کو قتل کرنا قانوناً ممنوع +

(۷) انسانوں کے لئے کار آمد ہونا :-

(الف) پرانے زمانے میں لڑائی کے موقعوں پر

کام آتا تھا - سپاہی اس پر سوار ہوتے تھے +

(ب) زمانہ موجودہ میں توپیں گھسیٹنے کے کام

آتا ہے - بوجھ اٹھاتا ہے - اس پر سوار

ہو کر جنگلوں میں شیر کا شکار کھیلتے ہیں -

جلوس کے موقع پر شان و شوکت کا کام

دیتا ہے +

۷ - بیانی اور حکائی مضمون ملا جلا - اس قسم کا

مضمون طالب علم کو امتحانوں میں اکثر لکھنا پڑتا ہے -

ذیل میں ہم مثال لے کر اس کا خاکہ دکھاتے ہیں :-

مضمون :- کسی ایسے سفر کا حال بیان کرو جو

تم نے کیا ہو :-

مفصل خاکہ

- (۱)۔ تالیخ سفر اور اُس کی غرض :-
تین سال ہوئے جب سفر کیا :-
غرض :- موسمی تعطیلات کو گھر پر گزارنے کے لئے +
(۲) طریق سفر :-
لاہور سے جالندھر تک بذریعہ ریل - جالندھر سے
ہوشیار پور تک بذریعہ شکم +
(۳) جو چیزیں اثنائے سفر میں دیکھیں :-
فصلوں کی حالت جو شرک پر سے دکھائی دی -
بارش کی کیفیت - ریل میں مسافروں کی کثرت -
امرتسر کا سٹیشن اور جو لائینیں وہاں ملتی ہیں -
امرتسر کا وارڈ ورکس اور ہسپتال جو ریلوے لائن
سے قریب واقع ہے +
(۴) ہوشیار پور میں پہنچنے کا حال - عزیز اور دوست
جن سے ملاقات ہوئی - گھر میں جو نئے واقعات
دیکھنے میں آئے +
- ۸۔ مضمون حکائی - اس قسم کا مضمون صرف وہی
دلچسپ واقعہ ہو سکتا ہے - جو مضمون نگار کے مشاہدے
میں آیا ہو - یا کوئی ایسا واقعہ ہو جو تالیخ سے تعلق
رکھتا ہو - اس قسم کا مضمون لکھنے میں اس بات کو
بہ نظر رکھنا چاہئے - کہ جس ترتیب اور تسلسل سے

واقعات پیش آتے ہیں۔ اُن کو اُسی ترتیب و تسلسل سے بیان کیا جائے۔ پس مجمل خاکہ کی صورت یہ ہوگی:-

مجمل خاکہ

(۱) جس واقعے کا تم حال لکھنا چاہتے ہو وہ کن وجوہات سے پیش آیا +
(۲) تمام قصے اور قصے جو واقعہ مذکور سے تعلق رکھتے ہیں +

(۳) نتائج جو اس واقعے سے پیدا ہوئے +
(۴) اخلاقی سبق جو ہمیں ان نتائج سے حاصل ہو سکتے ہیں +

۹۔ مضامین حکائی کے تحت میں مشہور اشخاص کی سوانح عمریاں بھی داخل ہیں۔ اس کا بھی ایک مجمل خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

کسی شخص کی سوانح عمری کا مجمل خاکہ

(۱) تاریخ و مقام پیدائش - باپ کا نام اور اس کا مرتبہ - آبا و اجداد میں سے کوئی نامی گرامی شخص +

(۲) تعلیمی حالت - ایام طفولیت میں آئندہ کی کامیابی کی نشانیاں +

(۳) حالات زندگی +

(۴) وفات +

(۵) خصائل - شان و شوکت +

(۶) مجموعی حالات پر سرسری نظر +

۱۰۔ مضامین ذہنی :- مضامین ذہنی کے تحت میں عموماً وہ چیزیں داخل ہیں جن کا وجود خارجی نہ ہو۔ مثلاً جانوروں پر رحم کرنا - تعلیمِ شوان وغیرہ + اس قسم کے مضامین لکھنے میں اس امر کا خیال رکھنا مناسب ہے۔ کہ شروع میں اُس چیز کی صاف صاف تعریف لکھ دی جائے جس پر مضمون لکھنا ہے + لفظ کے اشتقاق سے واقف ہونا - ایسی صورت میں تعریف لکھنے کے لئے بہت مدد دیتا ہے + مضمون نگار جو رائیں ظاہر کرے وہ مدلل اور مشرح ہونی چاہئیں اور جو اعتراض اُن پر عائد ہوتے ہوں اُن کا جواب دینا بھی ضرور ہے + آخر میں تائیدی اور غیر تائیدی دلائل کو ایک جا جمع کر کے نتیجہ اخذ کرنا چاہئے - مفضلہ ذیل مثال کا مفصل خاکہ درج کیا جاتا ہے :-

مضمون :- جناسٹک :-

مفصل خاکہ

(۱) جناسٹک کی تعریف :-

(الف) اشتقاق :- جناسٹک یونانی زبان کے لفظ

جناس (ننگا) سے نکلا ہے +

(ب) پُرانے زمانے کے یونانی جناسٹک کی

درزشیں کس طرح کرتے تھے +

(ج) آجکل یہ ورزشیں کس طرح کی جاتی ہیں ؟

(۲) جمناٹک کے فائدے :-

(الف) عام :- دورانِ خون کی تیزی - قوتِ ہاضمہ

کی درستی - طاقتِ بدنی - صحتِ جسمانی - عضلات

و اعصاب کی مضبوطی - اپنی قوت پر بھروسہ ؟

(ب) خاص :- ہندوستانی طلباء کی صحت عموماً خراب

ہوتی ہے - ان کے لئے یہ ورزش خصوصاً

مفید ہے ؟

(۳) اعتراض :-

(الف) عام :- حادثے پیش آتے ہیں - وقت

ضائع ہوتا ہے - طاقت زائل ہوتی ہے -

ورزشیں غیر مہذب معلوم ہوتی ہیں ؟

(ب) خاص :- ہندوستان کی آب و ہوا شاقہ

ورزشوں کے غیر مناسب - ہندوستانی طبائع

کے خلاف - آلات ورزش عام طور پر سکولوں

میں مہیا نہیں ؟

(۴) اعتراضوں کے جواب ؟

(۵) خلاصہ دلائل - نتیجہ - سرسری نظر ؟

اس قسم کا خاکہ تیار کرنے میں دس یا بارہ منٹ تو ضرور

لیگینگے - مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وقت ضائع نہ ہوگا - بلکہ اس کی

تیاری پر مضمون لکھنے میں بہت سہولت ہو جائیگی - اور اُسے صرف

مسلل عبارت میں لکھنا اور دو ایک تفصیلیں - شاہیں - اور

تشریحیں مضمون کو مکمل کر دیگی ؟ مؤلف

۲۔ وقت

۱۔ دنیا میں ہر چیز کی کچھ نہ کچھ تلافی ہے۔ مگر نہیں ہے تو وقت کی + جو گھڑی گزر گئی۔ وہ پھر کسی طرح تھارے قابو میں نہیں آ سکتی۔ اور وقت کے گزرنے پر جو غور کرو۔ تو اس کی تشبیہ تو کسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں دی جا سکتی + وقت ریل سے زیادہ تیز ہے۔ ہوا سے بڑھکر اڑنے والا۔ بھلی سے سوا دوڑنے والا ہے۔ اور ایسا دبے پاؤں نکلا چلا جاتا ہے۔ کہ خبر نہیں ہوتی + صبح ہوئی۔ سوکر اٹھے۔ جب تک معمولی ضرورتوں سے فراغت حاصل کرو۔ ذرا ناشتہ کھاؤ پیو۔ پھر دن چڑھ آیا + پھر گھڑی دو گھڑی ادھر ادھر اٹھے بیٹھے۔ گپ شب اڑائی تو دس بجنے کو آئے + مدرسے جانے کو دیر ہوتی ہے۔ جلدی جلدی کھایا۔ پیا۔ مدرسے گئے۔ وہاں دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے رہے + مدرس صاحب کی تاکید سے دو ایک مرتبہ بری بھلی طرح سبق پڑھا۔ چلو شام ہوئی۔ دن رخصت ہوا + گھر آئے تو پھر کھانے کی سوچی + غذا پیٹ میں گئی۔ اور کسل پیدا ہوا۔ ذرا لیٹے تو پھر صبح موجود + کام تو کچھ بھی نہ ہوا۔ لیکن آٹھ پہر یا ۲۴ گھنٹے گزر گئے۔ اور ایک آٹھ پہر یا ایک ۲۴ گھنٹے کیا۔ ایسے ایسے صد آٹھ پہر یا ہزاروں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزرتے جاتے ہیں **بیت**

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یونہی تمام ہوتی ہے
 ۲۔ جب وقت کی بے ثباتی کا یہ حال ہے کہ جو
 وقت گزرا وہ ہمارے اختیار سے باہر ہوا۔ تو نہایت
 ضرور ہے۔ کہ جس وقت پر ہمارا اختیار ہو۔ اس کو
 ضائع نہ ہونے دیں + یہی وقت ہے۔ کہ سونے اور
 کھیلنے میں گزر جاتا ہے۔ اور آدمی کو سست۔ کودن۔
 غبی۔ آوارہ۔ ذلیل۔ رسوا۔ خوار۔ بے اعتبار۔ محتاج۔
 طح طح کے امراض میں مبتلا اور طح طح کی بد اخلاقیوں
 میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اور یہی وقت ہے۔ کہ اگر
 اس کو اچھے شغل۔ اچھے کام۔ اچھی بات میں لگایا
 جائے۔ تو انسان کو عالم۔ فاضل۔ لائق۔ ہنرمند۔ نامور۔
 مؤثر۔ محترم۔ نیک۔ ہر دل عزیز۔ خوش مذاق۔ مستغنی۔
 طح طح کے فضائل اور محامد سے متصف اور طح طح
 کی خوبیوں اور بھلائیوں کا پتلا بنا سکتا ہے +
 ۳۔ اے لڑکوں! یہ فراغت کا وقت جو تم کو اب
 میسر ہے بس غنیمت سمجھو + اب نہ تم کو کھانے کی فکر
 ہے۔ نہ کپڑے کا سوچ + جو کچھ تم سے سیکھتے اور حاصل
 کرتے بن پڑے۔ لگ لپٹ کر جلد جلد سیکھ ساکھ لو۔ کہ آئندہ
 تمہارے کام آئے۔ ورنہ پھر کہاں تم۔ کہاں یہ فراغت +
 اس وقت تم سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گے۔ اور رونا کچھ سودمند
 نہ ہوگا۔ تب بہت پچھتاؤ گے اور پچھتا نا کچھ فائدہ نہ بخشے گا۔
 بہت افسوس کرو گے۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا + یہ وقت جو تم کو
 اب حاصل ہے۔ مثل اُن وقتوں کے نہیں ہے۔ جو جوانی اور

پیری میں تم کو آئندہ پیش آئینگے + لڑکپن جوتنے اور بونے کا وقت ہے۔ جوانی اور پیری کاٹنے اور گاہنے کا + اگر اس وقت میں تم کچھ جوت بو رکھو گے۔ تو جوانی اور پیری میں گاہ اور کاٹ سکو گے + لڑکو لڑکپن کا زمانہ تمہارے بڑے سخت امتحان کا وقت ہے۔ چاہو تو اسے اس طرح صرف کر ڈالو۔ کہ جوانی اور پیری دونوں میں آرام و آسائش سے رہو۔ اور چاہو تو اس کو ایسا اکارت کرو۔ کہ جوانی بھی خراب ہو۔ اور پیری بھی برباد + ایک وہ وقت آ رہا ہے۔ کہ تم وقت کو ڈھونڈو گے اور فرصت کا پتا نہ پاؤ گے۔ فراغت کو تلاش کرو گے۔ اور فراغت کا سراغ نہ ملیگا +

۴۔ یہ وہ وقت ہوگا۔ جب دنیا کا کاروبار تمہاری پیٹھ پر لدا ہوگا اور خانہ داری کے کبھیڑوں میں تم اس طرح پھنسے ہو گے۔ جیسے دلدل میں گدھا + ایک تو فکرِ معاش تم کو سر کھیلانے کی مہلت نہ دیگی۔ دوسری طرف انتظام تعلقات تم کو دم نہ لینے دیگا + اس وقت کسبِ کمال کا کیا مذکور۔ اگر حواس بجا رکھ کر انہی کاموں سے عہدہ بردار ہو جاؤ۔ تو صد آفریں + پس یہ خیال ہرگز اپنے دل میں مت آنے دو۔ کہ ابھی سیکھنے کو بہت وقت آ رہا ہے۔ ایسی کیا بھاگڑ مچی ہے۔ کہ رات دن لکھنے پڑھنے کے پیچھے کوئی مرے +

۵۔ اگلا حال کچھ کسی کو معلوم نہیں + کون جانے کہ تندرستی رہے یا نہ رہے۔ زمانہ فرصت دے یا نہ

دے + یہ سب سامان جو اب مہیا ہے۔ میسر ہو یا نہ ہو + بیشک وقت کی قدر و قیمت اور اُس کی بھاگ تو یہ چاہتی ہے۔ کہ تم خواب و غور اپنے اوپر حرام کر کے رات دن کتاب سے سر نہ اٹھاؤ۔ لیکن انسان کی طبیعت کو خدا نے تازگی پسند پیدا کیا ہے + کیسا ہی کوئی دلچسپ شغل ہو ایک عرصے کے بعد ضرور اُس سے جی گھبرا اٹھتا ہے اور طبیعت اُکٹانے لگتی ہے۔ اگر طبیعت کو مجبور کر کے اُس کام پر لگائے رہو تو وہ کام بھی اچھی طرح نہیں ہوتا۔ اور حواس بھی کند اور غبی ہو جاتے ہیں + اس واسطے مناسب ہے۔ کہ شغل مطالعہ کتاب ایسے اعتدال کے ساتھ جاری رکھو۔ کہ تندرستی کو خلل نہ پہنچے + ہمیشہ چند قسم کا شغل رکھو۔ مثلاً نظم و نشر۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ حساب ایک ساتھ پڑھو + جب نشر سے طبیعت ملول ہو نظم دیکھنے لگو۔ ٹھوڑی دیر تاریخ پڑھی۔ کچھ دیر جغرافیہ کی سیر کی۔ پھر حساب میں طبع آزمائی کی۔ ان سے گھبرائے تو کچھ لکھنے بیٹھ گئے + جب رات کو سونے لگو۔ تو التزام کے ساتھ جی میں حساب کرو۔ کہ آج ہم نے کونسی نئی بات حاصل کی۔ اگر معلوم ہو۔ کہ آج کچھ نہیں سیکھا۔ تو جانو کہ دن رائگاں گیا۔ اور اس نقصان کی تلافی اپنے ذمے لازم سمجھو +

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب

۳۔ لباس

۱۔ انسان کی ظاہری زینت اور زیبائش لباس سے ہے + اس سے یہ مراد نہیں کہ لباس رزقِ برقی ہو۔ گوٹا کناری لگا ہو۔ کلابتون کا کام کیا ہو۔ رنگینی حد سے زیادہ اور ناموزون ہو + لباس کی بڑی خوبی اس کی سادگی اور سجادت یا موزونیت ہے + چھینٹ کا پانچامہ جس کا ایک پائینچہ اوچھا ہو۔ اور دوسرا نیچا۔ نہ تو سادگی کے لحاظ سے پسندیدہ ہے اور نہ موزونیت کے لحاظ سے قابلِ تعریف +

۲۔ ہر طبقے۔ ہر ملک اور ہر قوم کے لباس میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے + غریب اپنے لباس میں اختصار کو زیادہ مَدِ نظر رکھتے ہیں۔ بعض ٹوپی اور منگونی پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ بعض نے تکلف کیا تو لٹھے یا گارھے یا کسی اور موٹے جھوٹے کپڑے کا کرتے بھی گلے میں ڈال لیا +

۳۔ اوسط درجے کے لوگ کپڑا بھی اچھا پہنتے ہیں اور وضع و قطع کا بھی خیال رکھتے ہیں + کرتے پر مرزئی صدری اور نیمہ آستین پہنتے ہیں۔ لیکن اب ویسٹ کوٹ جسے عام طور پر واسکٹ کہتے ہیں۔ زیادہ استعمال میں آتی ہے + ان دونوں چیزوں پر انگریز کا۔ چکن۔ اچکن۔ شیروانی یا کوٹ پہنا جاتا ہے

اور ان پر بعض لوگ چونغ یا عبا پہنتے ہیں۔ پانچامے بھی طرح طرح کے استعمال میں آتے ہیں۔ کوئی تنگ موری کا پہنتا ہے کوئی کھلی موری کا۔ کوئی اریبواں پسند کرتا ہے۔ کوئی سیدھا۔ کوئی ڈھیلے پائینچے کا غرارہ پہنتا ہے۔ کوئی شلوار + ٹوپیاں بھی عجیب عجیب وضع کی زیب سر کی جاتی ہیں۔ دو پلڑی۔ چوگوشیہ۔ ایرانی۔ ترکی۔ قیلٹ۔ کشمیری۔ کابلی۔ اور اور بیسیوں طرح کی +

۴۔ اعلیٰ طبقے کے لوگوں کا لباس بھی یہی ہے۔ مگر وہ کپڑے کی نفاست اور عمدگی کو زیادہ مد نظر رکھتے ہیں۔ انگرکھا یا کوٹ اگر بنائینگے۔ تو اعلیٰ قسم کے کپڑے کا۔ ٹوپی پنینگے تو زیادہ قیمتی۔ سنگی سر پر باندھینگے تو طلائی پتلوں کی۔ شال اور دوشلے استعمال کریں گے۔ تو بھاری سے بھاری قیمت کے +

۵۔ ہر ملک اور ہر جگہ کے لباس میں بھی تفریق ہے + ہندوستان میں انگرکھے۔ چکیں اور شیروانی کا زیادہ رواج ہے۔ پنجاب میں کوٹ کا + لکھنؤ کی دو پلڑی ٹوپی سے کون واقف نہیں۔ پشوری کلاہ کے ساتھ تزاو میں رکھو تو سو ٹوپیاں بھی ایک کلاہ کے برابر نہ آئیں +

۶۔ مردوں اور عورتوں کے لباس میں بھی بڑا فرق ہے + دہلی اور لکھنؤ کی مستورات کے فرشی پانچاموں کے پائینچے خواص میں اٹھا کر چلتی ہیں۔ پھر بھی ان کو چلنے میں تکلیف ہوتی ہے + پنجاب میں عورتوں کے پانچامے جن میں گلبدن کا ایک ایک تھان خراج ہوتا

ہے۔ عام طور سے معزز گھرانوں میں استعمال میں آتے ہیں +

۷۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کا لباس بھی جداگانہ ہے + ہنود دھوتی اور ساڑھی استعمال کرتے ہیں۔ مسلمان اُس کے مقابل میں چادر یا تہ بند۔ ہنود کی مستورات عموماً لہنگا پہنتی ہیں۔ مسلمانوں کی پانچامہ + عموماً مردوں کے لباس میں اب روز بروز فرق کم ہوتا جاتا ہے۔ البتہ خاص خاص فرقوں میں اپنا قدیم لباس ابھی تک قائم ہے +

۸۔ انگریزی تعلیم اور انگریزوں کے میل جول نے لباس پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ کالر اور نیکٹائی۔ پتلون اور کوٹ انگریزی قمیص اور ویسٹ کوٹ۔ گرگابی اور بوٹ کا روز بروز زیادہ رواج ہوتا جاتا ہے + اکثر تعلیم یافتہ لوگ انگریزی اور دیسی لباس ملا جلا کر پہنتے ہیں۔ بعض صورتوں میں تو یہ بہت ہی بد نما معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً کالر اور نیکٹائی کے ساتھ ٹاٹ بافی جوتی کیسی بد ذیب نظر آتی ہے۔ اُردھی پانچامے پر فل بوٹ کیسا بھدا معلوم ہوتا ہے +

۹۔ انگریزی لباس میں چست پتلون۔ قمیص۔ ویسٹ کوٹ۔ چھوٹا کوٹ۔ کالر۔ نیکٹائی اور انگریزی ٹوپی داخل ہیں + اس لباس میں کوئی چیز فالتو اور بیکار نہیں۔ ہر ایک چیز کا مقصد جداگانہ ہے + سرد ہالک کے لئے یہ لباس بہت موزوں ہے۔ دوڑنے۔ بھاگنے

اور سپہ گری کے کاموں کے لئے بھی بہت مناسب ہے۔ مگر ایسے گرم ممالک کے لئے جیسا ہمارا ملک ہے۔ یہ لباس بہت تکلیف دہ ہے + قیمتی بھی زیادہ ہے۔ دیسی لباس سے چوگنی پچگنی قیمت خرچ ہوتی ہے۔ اور بجائے آرام کے تکلیف ہوتی ہے + البتہ تھوڑے سے تغیر اور تبدل کے ساتھ یہ لباس ہماری ضرورتوں کے موافق اور طرزِ معاشرت کے لحاظ سے موزون ہو جاتا ہے۔ مثلاً پتلون کی جگہ پتلون نما پانجامہ۔ چھوٹے کوٹ کی بجائے ذرا لمبا کوٹ۔ اور علیٰ ہذا القیاس +

۱۰۔ شروع شروع میں جو شخص انگریزی لباس پہنتا تھا۔ اُسے لوگ کر شان اور عیسائی کہا کرتے تھے + مگر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس قسم کے خیالات رفع ہوتے جاتے ہیں + لباس کی وضع ہر شخص کی طرزِ معاشرت اور مقدور پر منحصر ہے۔ اگر کوئی شخص صاحبِ مقدور ہے۔ اور اس کی طرزِ معاشرت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ وہ انگریزی لباس پہنے تو مضائقہ نہیں +

مؤلف

۴۔ قسطِ نطنیہ

۱۔ قسطِ نطنیہ سا خوشنا اور خوبصورت شہر ساری خدائی میں نہیں + یہ شہر ساحلِ بحرِ مارمورا پر واقع ہے اور کھسارِ رفیع اُس کے سامنے اور بھی لطیف

مزید دکھاتے ہیں + تین حصے مکانات شہر کے سمندر سے صاف نظر آتے ہیں۔ اور عجب کیفیت دکھاتے ہیں + مغرب کی سمت ایک بڑی عمیق کھاٹی ہے۔ اور شہر پناہ نہایت محکم اور مرتفع چار میل تک گئی ہے + یہ دیوار کوہِ رفعت شاہِ تھیوڈوسیوس نے بنوائی تھی۔ جا بجا مینار اور اُن کے چمکتے دھمکتے سرطوق اور آبنوس کے عظیم الشان پھاٹک ہیں + شہر خود پہاڑی پر واقع ہے۔ دور سے عموماً اور ساحلِ بحر سے خصوصاً نیلگوں پتھروں کی اونچی اونچی مسجدیں اور اُن کے متعدد مینار اور انواع و اقسام کے مکانات قابلِ دید ہیں۔ بلکہ دید ہیں نہ شنیہ ہیں +

۴۔ باغ اس شہر میں اس کثرت سے ہیں۔ کہ کوئی محلہ ایسا نہیں جس میں دس بارہ باغ نہ ہوں + چمن طرازی اور خیاباں پردازی اس شہر کے کامل فن باغبانوں پر ختم ہے۔ ایسی چمن بندی کبھی کاہے کو دیکھنے میں آئی تھی + اکثر اشجار پُر بہار اس قدر بلند ہیں۔ کہ گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں + ساحلِ بحر پر کھڑے ہو کر ادھر سمندر ادھر شہر کی کیفیت ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بیان سے باہر + اکثر درخت سدا بہار ہیں۔ خزاں پتا توڑ بھاگتی ہے۔ عروساں چمن نے بہار کو اپنے بس میں کر لیا ہے + ساحلِ بحر پر ہر قسم کے جہاز۔ ہر ملک کے آدمی۔ ہر سلطنت کے نشان دیکھ لیجئے + بڑے بڑے جہاں دیدہ ستیاں

کا قول فیصل ہے کہ ساری خدائی میں منظر کی یہ خوبی نہیں جو جہاں آفریں نے اس شہر اور اُس کے ساحل بحر کو عطا فرمائی ہے + سرو آزاد خاتون بہار کے چوہدار ہیں - تمام یورپ میں ایسے سرو نہیں ہیں - جیسے اس شہر کے باغوں میں کثرت سے موجود ہیں - کیلے بھی باغوں کی آخری روشوں میں لطف دکھاتے ہیں + انجیر - شہتوت - کھجور اور تاپا اس دار السلطنت کے گرواگرد مختلف مقامات پر بوئے گئے ہیں + جنوب کی سمت پہاڑوں کی قطار ہے - جن کی چوٹی ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے + گو قدرت نے اس خطہ خوش سواد کو رشک گلزار ارم بنایا ہے - لیکن ہنر نے اُس کو کما حقہ ترقی نہیں دی - ورنہ اس ملک کا ایک ایک گاؤں بہشت بریں پر خندہ زن ہوتا - اور اس شہر مینو چہر کو اور شہروں کے مقابل میں ملکہ کہتے +

۴ - بازار عموماً تنگ ہیں - مگر صاف + قبرستان کی اس قدر افراط ہے - کہ ہر مقام پر دو چار تنکے موجود ہیں + بازاروں میں گاڑیوں اور گھوڑوں کی آمد و رفت کم ہے + جیسے بڑے شہروں کا قاعدہ ہے - کہ خاص خاص بازاروں اور نخاس اور چوک میں شور غل مچا کرتا ہے - ویسے یہاں نہیں اور بعض بعض مقامات پر ع

بازار مثل شہر خموشاں خموش ہیں

فٹن - پالکی گاڑی اور ادھے کی یہاں صورت بھی دیکھنے میں نہیں آتی + ایک قسم کی رنگی ہوئی گاڑی ہوتی ہے -

جس کو ارابہ کہتے ہیں۔ اُس میں بھیسے جواتے جاتے ہیں۔ ان گاڑیوں میں اکثر خاتونیں اور معزز عورتیں ہوا کھانے نکلتی ہیں + جس طرح ہندوستان میں بیل گاڑی قدم قدم چلتی ہے۔ اسی طرح ارابہ بھی جاتا ہے + یہاں کے کتے سُرخی مائل رنگ کے ہوتے ہیں۔ مگر بد قطع۔ چھوٹے چھوٹے کان۔ بازاروں میں پڑے رہتے ہیں۔ اور جب تک چھڑی سے کوئی اٹھاتا نہیں تب تک نہیں اُٹھتے + شب کو دس بجے کے بعد شہر میں سناٹا ہو جاتا ہے +

۴۔ آتش زدگی کے وقت پہرے والے غل مچاتے ہیں (مان جنوار) یعنی آگ لگی۔ آگ لگی + حکم سلطانی ہے۔ کہ اگر عرصہ دراز تک گل نہ ہو تو وزرا خود جاتیں اور بندوبست کریں + پادشاہ نے حکم دے رکھا ہے۔ کہ اگر ہم غافل سو رہے ہوں تو بھی کہ آتش زدگی کے وقت ہم کو جگا دو۔ اگر ہم نہ جاگیں تو پلنگ اُلٹ دو + کئی بار خود حضرت سلطان المعظم بنفس نفیس آگ فرد کرنے کے لئے تشریف لائے + اس شہر میں تخمیناً دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہوگی۔ مگر مردم شماری کا قاعدہ اچھی طرح جاری نہیں ہے + پندرہ ہزار کلت گہیوں روز صرف میں آتا ہے۔ یہ وزن قریب چار لاکھ بیس ہزار سیر کے ہوا + ترکوں کے علاوہ یونانی۔ یہودی۔ ارمن اور فرینک آباد ہیں۔ ان سب کی وضع اور قطع۔ لباس اور پوشاک بالکل مختلف ہے اور مختلف اخصوں میں بود و باش رکھتے ہیں +

۵۔ بارگاہِ سلطانی کی عظمت حیطہ تحریر سے خارج ہے۔ ایسے ایسے عالیشان ایوان۔ رفیع اور گراں بہا عمارات دیکھنے میں آتی ہیں۔ کہ آدمی ہندوستان کے مکانوں کو بھول جاتا ہے۔ ہاں تاج محل کے فکر کی ایک عمارت نہیں + بارگاہِ سلطانی کیا ہے۔ شہر کے اندر ایک اور شہر ہے۔ بارہ پھاٹک ہیں۔ کوئی آٹھ ہزار آدمی اس میں رہتے ہیں۔ دو سمت سمندر لہریں مارتا ہے۔ اور ایک طرف شہر ہے +

۶۔ قسطنطنیہ کی آب و ہوا نہایت خوش گوار ہے + اپریل سے ستمبر تک ہوا پروائی چلتی ہے اور موسم زمستان میں جنوبی ہوا + ارد گرد پہاڑوں کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی کمال لطف دکھاتی ہیں + یموں اور نارنج کے درخت میدانوں میں بوئے جاتیں۔ تو مڑھاکر کانٹا ہو جاتیں۔ وجہ یہ کہ آب و ہوا اس درجے معتدل ہے۔ کہ یہ درخت سرسبز نہیں ہونے پاتے۔ گرمی چاہتے ہیں۔ لہذا کسی قدر سائے میں بوئے جاتے ہیں + بارش کم ہوتی ہے۔ ادھر گھٹا چھائی۔ مینہ برسا۔ ادھر کھل گیا + یہاں تخمینہ کیا گیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ میں ۶۴ دن توپانی برستا ہے۔ پانچ روز برف پڑتی ہے۔ پندرہ روز آندھی آتی ہے۔ بیس روز بادل رہتا ہے اور چھتیس دن ہوا بدلتی رہتی۔ اور ۲۲۰ دن مطلع بالکل صاف رہتا ہے +

۷۔ اس شہر کا نام پہلے بائی زیشیم تھا + بیاز کے نام سے سلسلہ میں ایک شہنشاہ نے اس کو

(نیو روم) کا خطاب دیا + ترک اس کو استنبول کہتے ہیں + اس کا بانی شاہ کانسٹنٹائن تھا۔ اسی کے نام سے یہ شہر کانسٹنٹینوپل مشہور ہوا۔ اور عرب اور فارس میں اسے قسطنطنیہ کہنے لگے + یورپ اور ایشیا اور افریقہ سب کے وسط میں ہے + ایسا کوئی اور شہر نہیں جس کو اس قدر فائدہ حاصل ہو۔ یہ دو سمندروں کے درمیان واقع ہے +
فساد آزاد (پینڈت رتن ناتھ)

۵۔ ادب

۱۔ ادب کیا چیز ہے۔ یہاں ادب کے معنی یہ ہیں۔ کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے سچی بات زبان سے نہ نکال سکے۔ جھک جھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام کرے + یہ ایسا ادب ہے جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہے۔ کہ ٹانگ اٹھا کر کھڑا رہے۔ ہاتھ جوڑ کر گردن نیچی جھکا کر سامنے آئے۔ اشارے کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے +
۲۔ ہمارے ملک میں جن بزرگوں کے ہاں کے لڑکے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جھک کر سلام کرتے اور اشاروں پر کام دیتے ہیں ان کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ بہت ادب سکھایا ہے۔ مگر میں سچ

کہتا ہوں۔ کہ یہ ادب نہیں ہے + ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال نہیں آتا۔ کہ اولاد کو ایسے ادب سکھانے سے اسکا دلی جوش مر جاتا ہے۔ ان کی عادت ذلیل بننے کی ہو جاتی ہے۔ اور جرأت - دلیری اور شرافت جاتی رہتی ہے + تربیت بُری باتوں سے بچنے کی ہوئی چاہئے۔ اندرونی قوت کے مارنے کی ضرورت نہیں +

۳۔ اگر لڑکے اپنے والدین کے سامنے اپنے دلی جوش کام میں لائینگے۔ تو آئندہ عمر میں باعثِ فخر ہونگے + ہمارے ہاں بجائے اس کے کہ اُن کو صداقت اور آزادی رائے کی تعلیم ہو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے + زبان کھلنے کے ساتھ ہی جبکہ اُن کی زبانیں نکلت کرتی ہیں۔ گالیاں سکھائی جاتی ہیں۔ اُن کی توہلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں۔ جب بڑے ہو جاتے ہیں۔ تو دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں +

۴۔ کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہیگا کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے۔ صداقت اور آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں + اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعثِ فخر ہے۔ جو خیالات چھوٹی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلتنا بہت مشکل ہے۔ بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے اکثر لوگ جوان ہو کر بھی بہت سی باتیں اپنے دلی خیالات کے خلاف کہتے ہیں +

۵۔ ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ادب کوئی ضروری چیز نہیں۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ ہماری مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ ادب وہاں تک مناسب ہے جہاں تک اخلاق اُس کی اجازت دیتا ہے اور وہ ادب جس میں تصنع اور بناوٹ ہو کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ ماں باپ کی عزت کرنا۔ اُن سے ادب و لحاظ سے پیش آنا۔ اُن کے روبرو کوئی نازیبا لفظ زبان پر نہ لانا۔ اُن کے سامنے چیخ کر نہ بولنا اور اسی قسم کی باتیں ہیں جو ادب میں داخل ہیں۔ اسی طرح اپنے سے بڑے اور حکام وقت کا ادب بھی تم پر واجب ہے۔ مگر اسی حد تک کہ اُس میں بناوٹ اور فریب نہ ہو +

سر سید احمد خاں

ہندوستان میں انگریزی حکومت کی برکتیں

۱۔ گریٹ برٹن کے نام سے جسے اردو میں برطانیہ کلاں کہتے ہیں۔ ہر ایک شخص واقف ہے + یہ ایک جزیرہ ہے جو یورپ کے انتہائے مغرب میں واقع ہے + اس کے قریب ہی ایک اور جزیرہ ہے جسے آئرلینڈ کہتے ہیں۔ یہ دونوں جزیرے گریٹ برٹن اور آئرلینڈ کا ملک کہلاتے ہیں + یہاں کے باشندوں کو انگریز کہتے ہیں جو ہندوستان کے بھی حاکم ہیں +

۲۔ روئے زمین کے نقشے پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سے بھی بہت بڑے بڑے جہزیے دُنیا میں موجود ہیں۔ مگر جو قوت اور طاقت خدا تعالیٰ نے اس ملک کے باشندوں کو عطا کی ہے وہ کسی کو حاصل نہیں +

۳۔ ہندوستان پر ان کا قبضہ محض اپنی ذاتی لیاقت۔ کام کرنے کی قابلیت اور بحری طاقت کی وجہ سے ہوا اور انہیں کے زور پر وہ یہاں آج تک حکمرانی کر رہے ہیں ورنہ اتنے دور دراز فاصلے پر حکومت کا قائم رکھنا سخت دشوار تھا +

۴۔ جب کبھی کسی ملک کی حکومت تبدیل ہوتی ہے تو رعایا کو طح طح کی مصیبتوں کے اندیشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب سلطنت انگریزی کے اصولوں سے لوگوں کو آگاہی ہوئی تو اُس میں ہزاروں برکتیں نظر آئیں اور نئی حکومت کو لوگ خدا کی رحمت سمجھے +

۵۔ انگریزی راج کی برکتیں شمار سے باہر ہیں۔ اس حکومت میں جو چیز رعایا کے لئے سب سے برکت اور نعمت ثابت ہوئی وہ آئینی حکومت ہے۔ اسی کی بدولت لوٹ مار غارت گری دُور ہو کر ایسا امن قائم ہو گیا۔ کہ رعایا کو اپنی جان و مال کا کچھ ڈر باقی نہ رہا۔ قانون ایسے نافذ ہوئے۔ کہ امیر و غریب۔ حاکم و محکوم میں کچھ تمیز نہ رہی +

۶۔ جب سے ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں

آیا بیرونی حلوں سے ایک سخت نجات حاصل ہو گئی۔ اب کسی فاتح کو اتنی جرات نہیں۔ کہ وہ ہمارے ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ ملک کے اندر بھی وہ امن پیدا کر دیا۔ جو آج تک کسی کے خواب و خیال میں نہ تھا یہ سب حسن انتظام کی خوبی ہے۔ فوج گو تھوڑی ہے۔ مگر اعلیٰ درجے کی تربیت یافتہ۔ سامان زمانہ حال کی ضروریات کے موافق نہایت مکمل اور عمدہ۔ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ پائے تخت دہلی کے قریب غنیم کی فوج آ جاتی تھی اور بادشاہ سلامت کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ یا ایک زمانہ یہ ہے۔ کہ اگر کہیں پٹا بھی ہلے تو شلہ کے پہاڑوں پر تار گھر گونجنے لگتا ہے۔ ایسی امن پسند اور باخبر گورنٹ کو خدا کی رحمت نہ کہیں تو کیا کہیں +

۷۔ دیسی ریاستوں میں جو ابتری اور بے انتظامی پھیلی ہوئی تھی اس کی طرف سے بھی گورنٹ غافل نہ رہی + بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کو اپنی حمایت میں لے کر انہیں آداب سلطنت سکھائے۔ اور رہنمائی کے لئے بڑے بڑے تجربے کار افسران سرکاری متعین کئے + جو حالت ایک صدی پہلے ان ریاستوں کی تھی اگر اس کا زمانہ حال سے مقابلہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے +

۸۔ گورنٹ نے ہماری تعلیم کے لئے ایسی تعلیم گاہیں قائم کر لی ہیں۔ جن میں ہم انکی علوم و فنون کو نہایت

آسانی سے یکہ اسکے ہیں۔ جن کی تحقیقات میں اہل یورپ و ایشیا نے اپنی عزیز جانیں وقف کر دیں + ملک کے ہر حصے میں ریلوں کے جاری ہونے سے جو سفر مہینوں میں طے ہوا کرتے تھے وہ دنوں میں طے ہونے لگے + اور جو زحمتیں سفر میں اٹھانی پڑتی تھیں دور ہو گئیں + تہذیب اور شائستگی اس نے پھیلائی۔ تجارت کو فروغ اسی سے ہوا + اب تار کو لو اس کا جال اس وقت ہندوستان میں پندرہ ہزار میل سے کم نہیں۔ اور روز بروز بڑھ رہا ہے۔ چھ آنے خرچ کرو ابھی پشاور سے کلکتے خبر جاتی ہے + ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ قاصد کی راہ تکتے تکتے دل گھبرا جاتا تھا۔ ایک یہ زمانہ ہے۔ کہ نام نہاد خرچ سے سینکڑوں۔ بلکہ ہزاروں میل کے حالات آن کی آن میں معلوم ہو جاتے ہیں +

۹۔ سلف ہلپ یعنی اپنی مدد آپ کرنے کا اصول اسی سلطنت نے ہم کو سکھایا اور اب ہر شخص اسی دھن میں ہے۔ کہ وہ وسائل تلاش کرے جن سے فلاح اور بہبود کی صورت پیدا ہو + یہی سلطنت ہے جس نے اس اعلیٰ مذہبی اصول میں نئی روح پھونک دی کہ ذاتی لیاقت اصلی لیاقت ہے۔ خاندان کا بڑا ہونا اور اس پر ناز کرنا حماقت ہے + ان برکتوں کو دیکھ کر ہمارا فرض ہے۔ کہ اس سلطنت کے بقائے دوام کے لئے ہر وقت دست بدعا رہیں اور اپنے آپ کو گورنمنٹ کی وفادار رعایا ثابت کریں + (محمد منظر الحق ہزہیری)

۷۔ شیرشاہ سوری

۱۔ شیرشاہ کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ اس کا دادا ابراہیم خاں سلطان بہلول لودھی کے عہدِ سلطنت میں ہندوستان آیا اور امراے شاہی کی ملازمت اختیار کرنے سے پرگنہ نرنول میں کئی گاؤں اور چالیس گھوڑوں کا جاگیردار ہو گیا + اُس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا حسن خاں جانشین ہوا۔ اور سلطان سکندر لودھی کے عہدِ حکومت میں اپنی لیاقت و کاروانی سے ترقی پا کر پانچ سو سواروں کا افسر ہو گیا + سہسرام۔ حاجی پور اور ٹانڈہ جاگیر میں پایا + یہیں شیرشاہ پیدا ہوا۔ اور عین شباب کے عالم میں اپنے باپ سے ایک بات پر رنجیدہ ہو کر جونپور چلا گیا۔ اور جمال خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیلِ علم میں مشغول ہوا + وہاں نہایت ذوق و شوق سے علم حاصل کیا + سعدی کی تصنیفات زبان پر تھیں۔ سکندر نامہ سارا یاد تھا۔ کافیہ مع شرح اور ادبی کتابوں پر اچھا عبور تھا + علمِ انشاء اور تاریخ سے خوب آگاہی تھی۔ تاریخ کا شوق مرتے دم تک رہا + باپ نے جب بیٹے کو ہونہار دیکھا تو بلا بھیجا۔ مگر یہ نہ گیا۔ آخر کار خود جونپور آ کر نہایت اصرار سے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی جاگیر کا مختار ہکر اُسے سہسرام کو روانہ کیا + شیرشاہ نے نہایت

عقلندی سے جاگیر کا انتظام کیا اور باپ کے مرنے کے بعد خود اس کا مالک بنا + اسی عرصے میں سلطان بابر نے ابراہیم لودھی سے ہندوستان چھین لیا + لودھی خاندان کا ایک امیر جو بہار کا حاکم تھا - سلطان محمود کے خطاب سے خود مختار ہو بیٹھا + شیرشاہ اُس کی ملازمت میں حاضر ہو کر عمدہ خدمتیں بجا لایا + ایک دن شکار گاہ میں نہایت مردانگی دکھائی - اور تلوار سے شیر کا شکار کر کے شیر خاں کے خطاب سے موصوف ہوا +

۲ - کچھ عرصے بعد شیر خاں سلطان محمود سے کسی بات پر بدنگاں ہو کر اس کے پاس سے چل دیا - اور بابر نے امیر جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہو کر خاص تقرب حاصل کیا - اور اسی کے ساتھ بابر کے دربار میں آیا + یہاں مغلوں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس کی اولوالعزمی نے جوش مارا اور سلطنت کے خیالات پیدا ہوئے + اکثر اپنے یاروں سے کہا کرتا تھا کہ تمام مغل عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور آج کا کام کل پر موقوف رکھتے ہیں - اگر میری قوم ساتھ دے - تو مغلوں کو ہندوستان سے اس طرح نکال دوں جیسے دود سے مکھی + اس کے دوست ان باتوں پر ہنستے تھے +

۳ - ایک دن شیر خاں جنید برلاس کے ساتھ دعوت شاہی میں شریک ہوا + بابر اس کی رنشت و

برخاست اور کھانے کے انداز کو دیکھ کر کھٹک گیا اور
جنید برلاس سے کہا کہ میں نے بہت سے پٹھان دیکھے
ہیں مگر یہ سطوت اور حشمت کسی میں نہیں پائی۔ میرا
دل اس کے قید کرنے کو چاہتا ہے + جنید برلاس
نے عرض کی۔ کہ اگر جہاں پناہ اسے قید فرمائینگے۔ تو
پٹھانوں کی آمد و رفت دربار سے بالکل بند ہو جائیگی +
بابر یہ سن کر چپ ہو رہا + اگرچہ تمام گفتگو ترکی زبان
میں ہوئی تھی۔ مگر شیرشاہ طرز کلام سے مطلب سمجھ
گیا۔ اور دربار میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھ کر پھر بہار
کے حاکم کے پاس جا پہنچا + وہاں اس نے ایسا اقتدار
پیدا کیا۔ کہ سلطان محمود گئے مرنے کے بعد خود بہار کا
مالک بن بیٹھا اور قرب و جوار کے علاقوں اور قلعوں
کو فتح کر کے ۹۵ھ میں تمام بنگالے اور پٹنے پر
قابض ہو گیا +

۴ - سلطنت کا شوق تو مدت سے اُس کے دل
میں جوش مار رہا تھا۔ بابر کے مرنے کے بعد جب اس
نے دیکھا کہ ہمایوں اور اُس کے بھائی آپس میں نفاق
رکھتے ہیں اور وہ اور اُن کے تمام امرا آرام طلب
اور عیش پسند ہیں۔ تو اس نے بادشاہی علاقوں پر
ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ اور تمام افغانوں کے دلوں میں
اتفاق کے ساتھ قومی ترقی اور ہمت و حوصلے کی
روح پھونک کر انہیں ایسا سپاہی بنا دیا۔ کہ جدھر کا
سُخ کہا اکامیابی نے "خوش آمدید" اور "صفا آورید" کا

گیت گایا + دشمن یا تو لڑ کر مارا۔ یا اس کے داؤں
 پیچ میں آ رہا + آخر کئی خونریز معرکوں کے بعد شیرخان
 نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا۔ اور ۹۴۷ھ
 میں محض اپنی قوت بازو سے کل سلطنت ہند کا مالک
 ہو کر شیرشاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا + اگرچہ
 مرگ بے ہنگام نے اسے پانچ سال سے زیادہ سلطنت
 ہند کا نظم و نسق نہ کرنے دیا۔ مگر اس قلیل زمانے
 میں اُس نے رفہ عام کے ایسے ایسے کام کئے اور
 انصرام سلطنت کے ایسے نادر اصول باندھے۔ کہ
 شاذ و نادر کوئی بادشاہ ہوگا۔ جس نے اپنی پنجاہ سالہ
 حکومت میں بھی اس سے زیادہ یادگاریں چھوڑی ہوں +
 پندرہ برس امارت اور سلطنت کے حاصل کرنے میں
 صرف ہوئے۔ صرف پانچ برس سرسبزی کی بہار دیکھی +
 ۵۔ شیرشاہ کی منصف مزاجی زبان زد ہر خاص و عام
 ہے + اس کا قول تھا۔ کہ عدل تمام فضائل حسنہ کا
 زیور ہے + اُس نے جا بجا عدالت کی کچھریاں قائم
 کیں اور خود عدالت کا ایسا شوقین تھا۔ کہ جب کوئی
 ستم رسیدہ اس کے دربار میں آتا۔ تو سب کام چھوڑ
 کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اور ظالم کو خواہ وہ
 اُس کے بیٹوں۔ عزیزوں یا امیروں ہی میں سے کیوں
 نہ ہوتا سزا دے بغیر نہ چھوڑتا + وہ ہمیشہ کہا کرتا۔
 کہ بادشاہوں کے ظلم و غفلت اور ارکان دولت کی
 رشوت ستانی نے مجھے بادشاہ بنایا ہے +

۶ - شیرشاہ کو زراعت کی افزائش اور حفاظت کا بہت زیادہ خیال تھا۔ اس کا حکم تھا۔ کہ میرے مالک محروسہ میں ہر سال پیمائش اُسی پیمائش کے بموجب ہو۔ جس کے لحاظ سے مالگذاری وصول کی جاتی ہے۔ اس نے تمام ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا تھا۔ ہر پرگنہ کے واسطے ایک قانون گو مقرر تھا۔ سات پرگنوں کا تمام زراعتی حساب کتاب اس کے ذمہ تھا۔ ایک امیر ایک شقدار۔ ایک خزانچی۔ ایک کارکن ہندی نویں۔ ایک فارسی نویں ہر پرگنہ میں متعین رہتا تھا۔ اور ہر سرکار میں ایک صدر شقدار صدر الصدور رہتا تھا۔ عمال کے مظالم و بیداد سے رعایا کو بچانے کے لئے سال دو سال کے بعد عالموں کا تبادلہ ہو جاتا تھا۔ لشکر کے کوچ کی حالت میں بادشاہ بذاتِ خود زراعت کی حفاظت کرتا۔ اگر کسی سپاہی سے ذرا بھی زراعت کا نقصان ہوتا۔ تو اُس کو نہایت سخت سزا دیتا تھا۔ اگر کسی مجبوری سے زراعت پامال ہوتی تو اس کا کافی معاوضہ دیا جاتا تھا۔ دشمن کے ملک میں بھی زراعت کے پامال کرنے یا رعایا کے گرفتار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اُس کا مقولہ تھا۔ کہ رعیت بے گناہ ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ فریقِ غالب کی اطاعت کرتی ہے۔ پس اُس کو تباہ کرنا اپنا نقصان کرنا ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ دشمن کے ملک میں بھی اُس کے لشکر کو ہر قسم کی رسد کثرت سے مل جاتی تھی۔ اور اُس کا

ملک ایسا سرسبز و شاداب تھا۔ کہ قحط کا تو کیا ذکر بھی غلے کی گرانی بھی نہیں ہوئی +

۷۔ شیرشاہ کو خیرات اور رفاہ عام کے کاموں کی طرف خاص توجہ تھی + فقرا۔ مساکین۔ محتاجوں کے واسطے نگر خانے جاری کئے جہاں اُن کو لذیذ کھانے ملتے تھے + ان نگر خانوں کا خرچ پانچ سو اشرفی روز کا تھا + اندھے۔ بُلے۔ لنگڑے۔ بڈھے۔ بیوہ اور مریض عورتیں سب کے نقد وظیفے مقرر تھے + مشائخین۔ علما اور طلبا کی مدد معاش مقرر تھی + اس کا دسترخوان خدائی دسترخوان تھا۔ کہ جس کا جی چاہے آئے اور کھائے +

۸۔ مسافروں کے آرام کے واسطے اس نے یہ چار سڑکیں بنوائی تھیں + ایک قلعہ رہتاس (پنجاب) سے سنار گاؤں (بنگالہ) تک جو چار ماہ کا راستہ تھا + دوسری آگرے سے برہان پور (دکھن) تک + تیسری آگرے سے جودھ پور اور چٹوڑ تک + چوتھی لاہور سے ملتان تک + ان سڑکوں پر دو روپہ کھرنی اور آم وغیرہ کے درخت نصب تھے + دو دو کوس کے فاصلے پر سرائیں موجود تھیں۔ جن میں ہندو اور مسلمانوں کے واسطے جدا جدا مکان تعمیر تھے + ہر سرائے میں مسلمانوں کے واسطے مسجد۔ امام۔ مؤذن۔ پانی کی سبیل۔ خدمت کے واسطے خدمتگار۔ ہندوؤں کے واسطے برہمن موجود رہتا تھا + ایک ایک نقارہ۔ دو دو ڈاک کے گھوڑے ہر سرائے میں رہتے تھے۔ جب بادشاہ دسترخوان پر

بیٹھتا۔ فوراً نقارہ بجتا تھا۔ اس کی آواز سن کر برابر کی سراؤں میں نقارہ بجتا چلا جاتا تھا۔ اسی وقت مسلمانوں کو پکا پکایا کھانا اور ہندوؤں کو دال آٹا گھی وغیرہ تقسیم ہوتا تھا + گھوڑے یا بیلوں کے واسطے دانہ وغیرہ بھی مفت ملتا تھا۔ کیونکہ ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعے سے شاہی خبریں جلد پہنچتی تھیں +

۹۔ ۱۵۵۲ء میں شیرشاہ نے قلعہ کالنجر کا محاصرہ

کیا + اثنائے محاصرے میں ایک دن وہ خود ایک مورچے پر کھڑا تھا۔ باروت کے گولے قلعے میں پھینکے جا رہے تھے۔ ایک گولہ دیوار قلعہ پر لگا اور ٹکرا کر مورچے پر آیا + پاس ہی اور گولوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ دفعۃً سب بھڑک اٹھے۔ سینکڑوں سپاہی اور سردار کباب ہو گئے۔ شیرشاہ بھی مجھلس گیا۔ کبھی ہوش میں آ جاتا۔ کبھی بیہوش ہو جاتا تھا۔ مگر جب آنکھ کھولتا فوراً لٹکار کر چلے کا حکم دیتا + جو کوئی سردار اُسے دیکھنے آتا اُس سے کہتا کہ یہاں کیوں آئے قلعے میں جا پڑو + لوگ صندل اور گلاب چھڑکتے تھے۔ مگر موت کی تپش فنی۔ کسی طرح ٹھنڈی نہ ہوئی + شیرشاہ بار بار فتح کی خبر پوچھتا تھا۔ ادھر کسی نے فتح کی خوشخبری سنائی۔ اُس نے الحمد للہ کہا اور فوراً طاثر روح نفسِ غضبی سے پرواز کر گیا + شیرشاہ کا مقبرہ سہرام میں ہے۔ اُس کا شمار نہایت عمدہ اور خوشنما عمارتوں میں ہوتا ہے اور افغانی عہد کی ہنرمندی کا بہت

قابلِ قدر نمونہ ہے +
مولوی سعید احمد مارہروی

۸۔ زعفران

۱۔ سری نگر دار الخلافہ کشمیر سے جانب جنوب کوئی آٹھ نو میل کے فاصلے پر ایک قصبہ بنام بانپور۔ یا پام پور دریاے جہلم کے کنارے پر آباد ہے + گذشتہ زمانے میں اسے پدم پور کے نام سے موسوم کرتے تھے + روزِ ازل سے کشمیرِ جنتِ نظیر کے خطۂ پدم پور کی مٹی میں یہ تاثیر ودیعت ہوئی۔ کہ زعفران جیسی بیش بہا اور نایاب چیز کا وطن مالدو کہلائے + ہونے کو تو زعفران علاقہ کشتوار اور ایران میں بھی ہوتی ہے۔ مگر جو شرف یہاں کی پیداوار میں ہے کہیں سننے میں نہیں آیا +

۲۔ وسطِ جون یا جولائی میں اس کی کاشت شروع ہوتی ہے + زمین میں ہل چلا کر مٹی کو ہموار کیا جاتا ہے اور جا بجا خجایان بنا دئے جاتے ہیں۔ جس سے قدرتِ الہی کا تماشا نظر آتا ہے + چند روز کے عرصے میں خود بخود پود سر نکالنا شروع کر دیتی ہے اور تقریباً تین مہینے میں اس کا نازک اندام پودا پورسہ قد کا ہو جاتا ہے۔ جس کی بلندی فٹ ٹو فیٹھ فٹسٹم سے

زیادہ نہیں ہوتی + وسطِ ماہ اکتوبر میں اپنے پورے
 جوہن پر آ جاتا ہے اور اُس کی ننھی ننھی شاخیں اپنی
 پیاری پیاری کلیوں کی آنکھیں کھولنا شروع کر دیتی
 ہیں۔ اسے شگوفہ زعفران کہتے ہیں + جب خاندانِ
 گل کا آخری بادشاہ یعنی گل زعفران تاج شاہی کو
 زیب سر کر کے مسند آراے انجمن گلشن ہو کر کُرسے
 ناز پر جلوہ فرمائی کرتا ہے۔ تو اُس جشن تاج پوشی
 کے اشتیاق دیدار میں زندہ دلوں کے دل پُر اضطراب
 اور آنکھیں بے تاب ہو جاتی ہیں۔ اور قرب و جوار
 کے لوگ جوق جوق ہر طرف سے دیوانہ وار اُس کے
 خیر مقدم کے لئے میلوں کی مسافت طے کر کے پہنچتے
 ہیں +

۳۔ اس کا پھول عشق پیچاں کے پھول سے
 قدرے چھوٹا اور بنفشے سے کچھ بڑا۔ مگر شکل و
 شباہت اور رنگت کے لحاظ سے گل بنفشہ کے
 قرین تر ہوتا ہے + ذرا اس بنفشی سُرخ لئی نیلگوں
 فانوس کو اٹھا کر دیکھئے اس میں شمع مراد پوشیدہ
 ہے جس کو آبِ زرِ گل کہتے ہیں +

۴۔ پتھڑیوں کو پھول سے جدا کر کے دو
 حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اوپر کا حصہ جو اصل
 ارغوانی رنگ کا ہوتا ہے۔ علیحدہ رکھا جاتا ہے
 اور موگوہ کہلاتا ہے۔ نیچے کا حصہ جو کچھ سفیدی
 مائل ہوتا ہے لچھ نام پاتا ہے + اس نازنین کو

دہقانوں کے سخت سخت ماتھوں سے ترٹوا کر
 طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے +
 پہلے دھوپ میں سکھاتے ہیں۔ پھر ایک باریک
 چھڑی کی نرم نرم ضربوں سے کوٹتے ہیں۔ پھر
 ایک پانی کے شلکے میں غوطہ دیتے ہیں۔ وزنی زعفران
 تہ میں بیٹھ جاتی ہے اور افسردہ پنکھڑیاں پانی کی
 سطح پر تیر آتی ہیں۔ پانی کو گرا دیا جاتا ہے۔
 اور کیسر نکال لیتے ہیں۔ یہ زعفران شاہی کا
 مغزہ خطاب پاتی ہے۔ بڑی کمیاب ہوتی ہے اور
 سونے کے مول تولی جاتی ہے + فصل کے دنوں
 میں کشت زاروں اور کارخانے پر سرکاری پہرا بیٹھ
 جاتا ہے اور ایک ایک پھول کی حفاظت سکان
 طلائی کی طرح عمل میں لائی جاتی ہے +

۵۔ زعفران کی ابتدا ہماری لاعلمی کے پردے
 میں پوشیدہ ہے + بعض تو اسے کشمیری الاصل
 بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اس کی جڑ جو پیاز
 سے بہت مشابہ ہوتی ہے۔ شیوجی نے کسی کو
 دی جس کا یہ سارا گل کھلایا ہوا ہے۔ اور بعض
 ایرانی الاصل بتاتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ
 نہیں کہ اس کی کاشتکاری قدیم الایام سے اس
 سرزمین میں چلی آتی ہے جس کی نسبت عجیب
 عجیب روایات مشہور ہیں جو نظر انداز نہ کی جاتی
 ہیں +

۶۔ ایامِ گذشتہ میں زعفران کی کاشت یہاں بہت ترقی پر رہتی تھی۔ چنانچہ عہدِ مغلیہ میں اور خصوصاً اکبر اعظم سے شاہ جہاں کے زمانے تک دس بارہ ہزار ایکڑ تک زمین میں اس کی کاشت ہوتی تھی۔ اور یہ اپنی معراجِ کمال پر پہنچ گئی تھی۔ مگر بعد میں بہ سبب متواتر حوادثِ ملکی اور قحطِ سالیوں کے لوگ اس کی جڑوں تک کو زمین سے کھود کر کھا گئے جس سے پیداوار میں نہایت ضعف آگیا۔ مگر آجکل پھر مدو بہ ترقی ہے +

۷۔ کشمیر کا یہ موسم عجب دلکش ہوتا ہے + ہوا اور فضا نہایت صاف و شفاف۔ آسمان پر کہیں کہنے کو بھی بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا۔ دھوپ میں گرمی کا نام نہیں۔ نور ہے بے نار جس میں آب ہی آب ہے اور تاب کا نام تک نہیں + شہر سے بانپور تک رُشک باقاعدہ اور مصفا ہے اور اس کے بائیں جانب فصیل کوہ اور دائیں طرف آبِ جہلم ایک خاموشی کے عالم میں اپنے آسمانی رنگ کے پانی کو لئے اپنے راستہ پر سانپ کی طرح لہراتا اور بل کھاتا چلا جاتا ہے +

۸۔ خزاں کی نیرنگی اور رنگِ آئینری سے سیر کا لطف اور بھی دو چند ہو جاتا ہے + جس طرف دیکھو سنخ و سبز پوش اور جدھر نگاہ اٹھاؤ گلابی اور زعفرانی قبائش بردوش درخت ایک آن بان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ چنار جو اس دیار کی شان و شوکت کا سرتاج ہے اور ہر موسم میں

نیا رنگ لاتا ہے اُس کے مُنہ پر شفق پھولی ہوئی ہے۔ اور اس کے شاندار نیچے ایسے سُرخ دکھائی دیتے ہیں کہ گویا کسی کے خرمن عیش میں آگ لگی ہو + سفیدے - سبز و بسنتی لباس پہنے ہر طرف پرے باندھے سر بلند ہیں + دوسرے جوانان چمن بھی ہفت رنگ گیلیوں اور قباؤں سے مزین ہیں مگر اپنی دو روزہ بہار پر اُن کو خود بھی مایوسی ہے + ہوا کے چلنے سے رنگ برنگ کے پتوں کا جھڑنا گل افشانی کا سماں دکھاتا ہے۔ جو ایک دوسری بہار سے مشابہ ہے اور جس کو خزاں کا شکوہ کہتے ہیں + اسی سے پتا چلتا ہے۔ کہ خزاں اور بہار میں فرق ہے۔ تو اتنا کہ ایک صبح ہے تو دوسری شام ہے جنوں پسند ہے مجھ کو ہوا بولوں کی

عجب بہار ہے ان زرد زرد پھولوں کی

۹۔ پام پور کے قریب جا کر ذرا شرق کی طرف نظر اٹھاؤ۔ تو ایک قطعہ مرتفع نہایت نامحسوس اُٹھان کے ساتھ بلندی کی طرف راغب ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور رفتہ رفتہ سنتھارے نظر تک پہنچ کر ایک نہایت دلغیب اور خوش قطع ہلال نما وادی کی صورت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے گرد مدور پہاڑی احاطہ کئے ہوئے ہے + ایسے قطعہ مرتفع کو یہاں گریوہ کہتے ہیں جو عام طور پر پہاڑوں کے دامنوں میں کم و بیش سلامی چبوتروں کی صورت میں لگے رہتے ہیں اور اپنی زر ریزی کے لئے مشہور آفاق ہیں۔ اس گریوے کئی گود میں ٹائل زعفران

کی پرورش ہوتی ہے *
 ۱۰۔ جب سورج نیلگوں آسمان کا سارا میدان خالی کر کے مغربی کوہستان کی گھاٹیوں میں اپنا منہ چھپانے کو ہوتا ہے تو زعفران زار کی کشت ایک دلچسپ کیفیت رکھتی ہے * منتہائے نظر پر سبز سبز اور نیلی نیلی پہاڑیوں کی لمبی قطار اور اس کی ناہموار مگر سڈول آسمان سے باتیں کرتی ہوئیں مخروطی چوٹیاں - مغربی افق پر شفق کا پردہ ارغوانی اور دامن کوہ میں ایک دلکشادوٹے شادابی جس کی زندگی بخش ہوا اور جاں پرور خوشبو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں شاداب - دل شگفتہ اور دماغ معطر ہوئے جاتے ہیں نظر آتی ہے * پس پشت دریاے بہت ایک سکون کے عالم میں اپنی پر تکنت رفتار کو پورا کرتا اور آسمان کے بدلنے والے رنگوں کی تصویریں اپنے سینہ صاف کے آئینے میں اُتارتا ہوا چلا جاتا ہے * اس سے دلاویز نظارہ شب ماہ کا ہے - کوہستان مشرق سے ماہ کامل کا سر اُٹھانا - آن کی آن میں تاریک وادی کو اپنی نورانی شعاعوں سے بھر دینا - پہاڑوں کے آسیب وار ساؤں کا سمٹنا اور سمٹ سمٹ کر اُن کے دامنوں سے لپٹ جانا - زعفران زار پر چاندنی کا چمٹکنا گویا تاروں بھری رات کا زمین پر اُتر آنا - اس کی پُر نور کرنوں کا پھولوں کے رنگین خانوسوں میں سمنا اور دریا کے آئینہ سیال میں جلوس بدر کا فوٹو اُتارنا ایسے جنون خیز سامان ہیں کہ جن کو دیکھ کر فطرت انسان سے غشی نہ کرنا اور حواسِ ثمرہ کا ملامت

لے آنا ایک ناممکن سا امر معلوم ہوتا ہے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ پھر سب کے سب اچھے خاصے چلے آتے ہیں +
(مولوی صادق علی خاں صاحب)

۹۔ ہندوستان کے موسم

۱۔ اگر کسی شخص سے پوچھیں۔ کہ ہندوستان میں کتنے موسم ہوتے ہیں۔ تو وہ بلا تکلف یہی جواب دیگا۔ کہ گرمی۔ برسات۔ جاڑا۔ اور اگر کوئی زیادہ غور کرے کہ جواب دیگا۔ تو ان میں خزاں اور بہار کو اگر بڑھا دیگا + لیکن درحقیقت ہندوستان میں یہ چھہ موسم ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک تقریباً دو مہینے رہتا ہے۔ اول گرمی دوسرے برسات۔ تیسرے سرٹ اپنی شروع خزاں چوتھے ہائنا یعنی ختم خزاں۔ پانچویں جاڑا۔ چھٹے بہار +

۲۔ زبان سنسکرت کے قدیم شاعروں نے ہر ایک موسم کی غویوں کو بڑے دلچسپ انداز میں نظم کیا ہے اور ان کی اصل کیفیتوں اور حالت کی جو بہو تصویر کشی کر دکھائی ہے +

۳۔ ہر موسم کی غویاں اور خصوصیتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں + گرمی کے موسم میں سورج کی تیزی اس بلا کی ہوتی ہے۔ کہ غذا کی پناہ + بڑے بڑے مکانات تنور کی طرح پھینکے گتے ہیں۔ ہر ایک مسافر کا عمدہ کھٹن ملانا

ہے اور اس میں سے پسینے کی دھاریں نواہے کی طرح جاری ہو جاتی ہیں + امرا تو خس کی ٹٹیوں اور فرشی پنکھوں سے کچھ آسائش اٹھا لیتے ہیں - لیکن غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کو کسی پہلو قرار نہیں آتا - اور دستی پنکھے جھلتے جھلتے اُن کے ماتھے سن ہو جاتے ہیں + یہ کیفیت تو گھروں کے اندر ہوتی ہے - باہر نکلیں تو گرم ہوا اور لو چہرے اور تمام جسم کو جھلسے دیتی ہے + انسانوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ جانور - درخت اور جھاڑیاں بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتیں + بعض مقاموں میں آندھی اور گرد و غبار اس بلا کا ہونا ہے کہ چلنے والوں کو آنکھیں کھول کر دیکھنا دشوار ہو جاتا ہے +

۴ - سورج کی کرنوں کی تیزی سے جنگلوں کے دشی درندے بھی محفوظ نہیں رہتے اور اُن کے اوسان جلتے رہتے ہیں + کسی شاعر نے گرمی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ اس موسم میں گرمی کی طیش سے بچنے کے لئے سانپ مور کی دم کے سائے میں پناہ لیتے ہیں اور اس بات کا مطلق خوف نہیں کرتے - کہ مور ہیں کھا جائیگا - مینڈک سانپ کے پھن کی اوٹ میں چھپتا ہے - اور ذرا نہیں ڈرتا - کہ سانپ مجھے نگل جائیگا - ہر ایک جاندار کو گرمی ایسا پریشان کر دیتی ہے - کہ اُسے دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہیں رہتا +

۵ - ایسی سخت گرمی کے بعد برسات کی رت آتی

ہے۔ اس کا لطف بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ آسمان پر چاروں طرف بادل دوڑتے پھرتے ہیں۔ کبھی ایک سرے سے دوسرے تک بجلی کی چمک آنکھوں میں چکا چوندا پیدا کر دیتی اور بادلوں کی گرج گرج کمزور دلوں کو ہلا دیتی ہے۔ کبھی موسلا دھار پانی لوگوں کو اکٹا دیتا ہے۔ کبھی ننھی ننھی بوندیں پژمردہ دلوں اور مڑجھائے ہوئے درختوں کو تر و تازہ کر دیتی ہیں +

۴۔ دریا اور تالاب لبریز ہو جاتے ہیں اور سارا ملک جل تھل نظر آتا ہے۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھو سبزہ ہی سبزہ لہلہاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جس سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے + طح طح کی نباتات اُگتی ہے اور عجب بہار دکھائی دیتی ہے + مور کا نلچ اور پہیٹے کی آواز دلوں کو بھاتی ہے اور بے اختیار یہی جی چاہتا ہے۔ کہ جو وقت ملے۔ باغوں اور جنگلوں کی سیر میں گزارو۔ مگر دُنیا کا دستور ہے۔ کہ جہاں پھول ہے وہاں کاٹا بھی ہے۔ بعض دریاؤں میں ایسی طغیانی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ موضع کے موضع بہا کر لے جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں کو بے خانماں کر دیتے ہیں +

۵۔ برسات کے ختم ہوتے ہی خزاں شروع ہو جاتی ہے + یہ موسم نہایت امن کا ہوتا ہے۔ تمام عناصر کا زور گھٹ جاتا ہے۔ باغوں میں پھولوں کی بہار عجب لطف دکھاتی ہے۔ میوؤں کے درخت از سرِ نیا پھولوں سے

لد جاتے ہیں۔ فصل خریف اسی موسم میں تیار ہوتی اور کٹتی ہے۔ غریب کاشتکار کچھ دنوں کے لئے مطمئن ہو جاتے ہیں +

۸۔ اب موسم خزاں کا اختتام شروع ہوتا ہے + اس میں سب سے زیادہ نظر فریب آسمان کا نظارہ ہوتا ہے + کسی وقت گرد و غبار کا نام نہیں ہوتا ہر وقت صاف شفاف نیلگوں آسمان نظر آتا ہے + کبھی کبھی سفید بادلوں کے ٹکڑے بھی نظر آ جاتے ہیں۔ بعض اوقات بادلوں کی گرج بھی سنائی دیتی ہے۔ مگر عموماً موسم کی حالت بہت اچھی ہوتی ہے۔ اور لوگوں میں چل پھل رہتی ہے +

۹۔ خزاں کے ختم ہوتے ہی جاڑے کا موسم آ جاتا ہے +

ہندوستان میں اتنی سخت سردی تو ہوتی نہیں۔ جتنی سرد ملکوں میں ہوتی ہے۔ لیکن زیادہ وسیع ملک ہونے کی وجہ سے کہیں کم کہیں زیادہ ہوتی ہے + ہندوستان میں یہ موسم نہایت آرام سے گزرتا ہے۔ صبح کو اتنی کھڑ پڑتی ہے۔ کہ سورج کی شکل بھی نظر نہیں آتی البتہ جب دن چڑھتا ہے اور دھوپ میں کسی قدر تیزی آ جاتی ہے۔ اس وقت کھڑ دور ہو جاتی ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے + یہ موسم اُن کھیلوں کے لئے جو کھلے میدانوں میں کھیلے جاتے ہیں نہایت موزوں ہوتا ہے۔ انہیں دنوں میں مدارس کی ٹیمیں باہر دورہ کرتی اور کھیلتی ہیں + ہر چند کہ چند دن کے لئے سردی اس قدر بڑھ جاتی ہے۔ کہ لوگ اس سے تکلیف محسوس

کرنے لگتے ہیں۔ لیکن بالعموم یہ موسم نہایت خوشگوار ہوتا ہے +

۱۰۔ سردی کے اختتام پر موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ جنوبی ہوا چلتی ہے۔ پرندوں کو تمام دن چھماتے گذر جاتا ہے۔ درختوں کا تمام لباس بدل جاتا ہے۔ اور ان کی رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر ایک جاندار کی روح میں ایک قسم کی تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چہروں سے بشارت ٹپکنے لگتی ہے۔ طرح طرح کے خوشبودار پھول اسی موسم میں کھلتے ہیں۔ اور باغوں جنگلوں اور میدانوں کی ہوا کو اپنی خوشبو سے مہکا دیتے ہیں +
محمد مظهر الحسن زبیری

۱۰۔ اندرونی بیماریاں

۱۔ ایک ماں بچے کو نصیحت کر رہی ہے۔ یہ جو ظاہری بیماریاں ہیں۔ ان میں تو جان کا ڈر ہے۔ اور دل کی بیماریوں میں ایمان کا خوف ہے + بچہ پوچھتا ہے اچھی اماں جان ! وہ کیا بیماریاں ہیں؟ کہا بیٹا وہ یہ بیماریاں ہیں کہ انسان اپنے تئیں سب سے اچھا جانے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ سمجھے۔ کسی کو اچھے حال میں دیکھے تو جل جائے۔ دل میں کپٹ رکھے اور ظاہر میں دوست بنا رہے۔ لوگوں کو پیٹھ پیچھے بُرا

کہے۔ اور سامنے خوشامد کرے۔ جس سے بڑا اپنی غرض
کے لئے ملے۔ اپنے خائوس کے لئے دوسرے کے نقصان
کا روا دار ہو +

۲۔ نیک کام لوگوں کے دکھائے کو کرے۔ کسی پر
ذرا احسان کرے تو ایک ایک سے کہتا پھرے۔ اور دل
میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالے۔ اور اپنے عیبوں سے
آنکھیں بند کرے۔ کسی میں ایک عیب دیکھے تو اس
کی ساری خوبیاں پر پانی پھیر دے + اسی طرح لالچ -
دھوکہ - لٹرائیں - جھوٹ - کر - دغا یہ سب بیماریاں ہیں -
خدا دشمن سے دشمن کو یہ آزار نہ لگائے +

۳۔ چوری - جوا - بدکاری یہ عیب بلا سے ایسے
تو ہیں کہ ان کا کرنے والا ان کو عیب تو جانتا ہے
اور یہ عیب جو میں نے بتائے ان کا تو حال ہی نہیں
کھلتا - غور کرنے والا کبھی اپنے آپ کو مغرور نہیں
جانتا - غیبت کرنے والا کبھی کسی کی بُرائی کرنے سے
شرمندہ نہیں ہوتا - فزبی ہمیشہ فریب دیتا کو ہنر
جانتا ہے +

۴۔ بچہ نے کہا اماں جان پھر یہ عیب آدمی سے
کیونکہ چھوٹیں؟ کہا بیٹا! ان کا علاج اسی سے ہو سکتا
ہے جو علم رکھتا ہے اور ہر وقت اخلاق کی کتابیں
دیکھتا رہتا ہے اور ہر ایک عیب کو اس طرح جانتا
ہے۔ جیسے طبیب ہر ایک بیماری کی جڑ کو پہچانتا
ہے +

۵۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قیصرہ مرحومہ ملکہ وکٹوریہ ایسی رحمدل اور خلق والی تھیں۔ کہ ایسا ہونا مشکل ہے۔ غرور اور گھنڈ کہیں اُن کے پاس سے ہو کر نہ گذرا تھا +

۶۔ مٹنا ہے۔ کہ ایک دن کہیں گاڑی میں بیٹھی ہوئی سڑک پر چلی جاتی تھیں۔ اور آبادی وہاں سے بہت دور تھی + ایک بوڑھا آدمی گھاس کا گٹھا میر پر رکھے چلا جاتا تھا۔ ملکہ نے اُس کا گٹھا گاڑی میں رکھوا لیا۔ اور اس کو گاڑی کے پیچھے بٹھا لیا + جب وہ جگہ آ گئی جہاں اُس کو پہنچنا تھا۔ ملکہ نے فرمایا جاؤ تمہاری جگہ آ گئی۔ وہ اتر کر آداب بجا لایا اور عرض کیا۔ کہ آج میری ماں جیتی ہوتی۔ تو وہ بھی میرے ساتھ اس سے زیادہ نہ کرتی جو حضور نے کیا +

۷۔ اسی طرح ایک دن رستے میں کچھ ہجوم سا تھا۔ ملکہ کی گاڑی جو اُدھر آئی تو نوکر چاکر لوگوں کو ہٹانے لگے + ملکہ نے دیکھا کہ انہو بہت ہے فوراً گاڑی سے اتر لیں اور جب تک اس ہجوم سے نہ نکل لیں سوار نہ ہوں +

۸۔ اسی طرح ایک دن شہزادہ کھیلتا کھیلتا دریا کی طرف جانکلا + وہاں کسی غریب کا لڑکا مچھلیاں پکڑ رہا تھا + شہزادے نے اس سے مچھلیاں مانگیں + اس نے ایک مچھلی تو دے دی۔ پھر جو مانگی نہ دی + شہزادے نے کچھ سختی کی۔ وہ ان سے عمریں بڑا تھا۔ اس نے انہیں خوب مارا + کسی طرح یہ خبر ملکہ کے حضور میں بھی

پہنچ گئی۔ ملکہ نے اس لڑکے کو بلا کر بہت آفرین کی اور کہا شاباش! تم بڑے غیرت دار اور بہادر ہو کہ بادشاہ کی اولاد سے نہ ڈرے + پھر اس کو شہزادوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کرایا۔ اور تجارت کے لئے روپیہ دیا۔ اُسی ملک میں ایک جزیرہ ہے وہاں اُس کے برابر کوئی سوداگر نہیں +

۹۔ دیکھو علم والوں کا ایسا خلق ہونا ہے۔ آج ایک اونٹنہ ماما کا ایک روپے سے دو روپے مہینہ ہو جاتا ہے۔ تو سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔ اور جو دو ولایتوں کی مالک تھی اس کا یہ حال ہے +

حالی

۱۱۔ سیرِ گلِ فروشان پر ایک سری نظر

۱۔ دھواں دھار بادل اُٹھے۔ اودی اودی گھٹائیں گھریں۔ نیلا آسمان کاک ریزی ہوا۔ بجلی کوندی۔ رعد گرجا۔ ٹھنڈی ہوائیں آئیں۔ ہلکی ہلکی بھوار پڑنی شروع ہوئی اور آنا فانا میں پیش نظر منظرِ سچے سے سچے ہو گیا + برکھارت یہ بھی کیا روح افزا رت ہے۔ جسے بھکا دالے برکھا اُردو دن برسات انگرنیہ رینی سینر اور اہل فارس برشکال کہتے ہیں +

۲۔ اس میں شک نہیں۔ جتنا اثر اس موسم کا

ہندوستان پر پڑتا ہے۔ اور جو کیفیت یہاں والے اس موسم کی اٹھاتے ہیں وہ اور ملکوں میں نصیب نہیں + یہاں سبزے لہک جاتے ہیں۔ ہریالی متوالی بلیں دوڑتی ہیں۔ پھول برستے ہیں۔ ڈالیاں جھومتی ہیں۔ میدان۔ پہاڑ۔ جنگل اور چمنستان۔ ندی نالے بھرے پڑے۔ دریا جوین پر آ جلتے ہیں اور قریب قریب ہر نظر روپ سے خالی نہیں پھرتی +

۳۔ انسان تو انسان اس رت کی ہواؤں میں یہ خاصہ ہے۔ کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی مستی پیدا ہو جاتی ہے + مور جھنگارتے ہیں۔ کوئل کوکتی ہے۔ پہیہ لاپتا ہے۔ بھونرے گوبھتے ہیں۔ رنگ رنگ کی تیتریاں پھول سوگھتی ہیں۔ نکھیاں بھن بھن کرتی ہیں۔ اور جہاں تک دیکھا ہے۔ ہر چوند و پرند ان دلاویزیوں سے سرشار ہو کر جھومنے اور کلیلیں کرنے لگتے ہیں +

گائے بھینس جو سبزہ زار میں چرتی ہیں۔ اُن کے بھرے بھرے جسم۔ تیار بدن۔ نظر پھسل پھسل جانے والے اعضا۔ مٹی جیسا پانی پڑتے ہی چکنے لگتے ہیں۔ وہ نرم نرم ہری ہری گھاس کھاتی ہیں۔ گردنیں اٹھا اٹھا کر فضاے آسمان کو دیکھتی جاتی ہیں۔ قدم قدم ادھر ادھر بڑھتی ہیں۔ اور گویا زبان حال سے اُن نازگیوں کا شکر ادا کرتی جاتی ہیں۔ جو قدرت نے اُن کے لئے مہیا کر دی ہیں +

۴۔ برف جیسا سفید دود جھاگ جھاگ اُن کے تھنوں میں افراط کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ مکھن اور گبی کی

نہیں اُلتی ہیں اور پیوسی اور دہی کے جے ہوئے چٹے اپنے مالکوں کے لئے وقف کر دیتی ہیں +

۵۔ ایسے جے میں ولی سے سات آٹھ کوس نکل کر جب کبھی قطب صاحب پہنچے گئے ہیں۔ بس زندگی ہو گئی ہے + زندگی کا ساتا وقت۔ ساتا ستھرے میدان۔ سنلے دھوئے درخت۔ دھلی دھلائی شکیں اور میلوں کا ہرا بھرا نظارہ آنکھوں کو منور۔ دل کو مسرور۔ اور طبیعتوں کو چوچال کر جاتا ہے۔ ستلاب اور چتر گدلے پانی سے لبریز ہوتے ہیں۔ لمبی لمبی گھاس اُن کے گرد ہوتی ہے۔ لال سیرکان اپنا جھاڑ دکھاتی ہے۔ کالی کالی گٹھائیں ان پر سایہ کرتی ہیں اور سفید سفید عمارتوں کا جگہ جگہ درختوں میں جھلکتا۔ بس سچے آنہیں لگا ہوں سے پوچھئے جنہوں نے دیکھا ہے +

۶۔ اے بیجئے وہ بنگلوں کی تظار کالے کالے بادلوں میں روئی کے گالوں کی طرح اُڑتی ہوئی منصور کے مقبرے سے چلی۔ بیوی نور پہنچی۔ جوگ لایا میں براجمی اور قطب صاحب کے جہیزوں پر پر مارنے لگی +

۷۔ آٹا! آج ہی تو پنکھا بھی ہے اور وہ بھی جبرعات کا! شام کے لگ بھگ لاٹھ سے بے کر جھرنے تک ہنگہ اُس سے بھی پرے ہندو۔ سلمان۔ غریب امیر وضع و شریف۔ بڈھے۔ جوان۔ لڑکے بالے سبھی اہلے گیلے پھر رہے ہیں + لمبا لہکارا بازو۔ رنگیلے پھیلے شوقین مزاج تماشا بیولا سے اٹاٹ بھرا ہوا ہے + دو روپہ دکانیں

سچی ہوئی ہیں۔ شیشہ آلات جھک رہے ہیں۔ مٹھائیاں
 چنی ہوئی ہیں۔ کھانے پک رہے ہیں۔ آن کی بو باں
 بلند ہو ہو کر دماغوں کو تازہ کر رہی ہے کہیں میوہات
 قرینے سے لگے ہوئے ہیں۔ کہیں سادہ کار زر و زیور۔
 چاندی۔ سونے کا دریا بہا رہے ہیں۔ کہیں سلمے ستارے
 کی جوت آنکھوں میں روشنی دیتی ہے * طح طرح کے
 سامان وضع وضع کے تکلفات نظر آ رہے ہیں۔ رام
 رنگی کے متوالے جھومتے جھامتے چلے آتے ہیں۔ صوفی
 صافی پھیریاں لے لے کر مسکرا رہے ہیں۔ کٹورہ بچ رہا
 ہے۔ سودے والوں کی پکار تمام نظارے کو گرم کئے
 دیتی ہے۔ اور شوقین شہر کے زندہ دل باشندے اپنے
 بوتے اور حوصلے سے زیادہ بنے سوزے۔ پوشاکیں
 پہنے۔ عطروں میں بے۔ گلوریاں مٹنے میں دبائے ادھر
 سے ادھر ادھر سے ادھر گشت لگا رہے ہیں *

۸۔ دفعۃً ابلیلے سروں میں شہنائی کی آوازیں آنے
 لگیں۔ تسلسل بڑھا۔ پھول والوں کا پنکھا لدا پھندا ہوا
 کو مہکاتا جوبن میں تلتا سامنے سے آیا۔ غول کا غول
 بڑھا۔ تماشاٹیوں نے مڑ مڑ کے دیکھنا شروع کیا۔
 بالاخلانوں پر لوگ متوجہ ہو گئے۔ جگہ جگہ نظریں پڑنے
 لگیں۔ رنگین آئینل ہوا میں لہرائے۔ نگاہیں جھکیں اور
 نفیری کے دلکش زمزموں نے گردنیں ہلا دیں * یہ میلہ
 شاہی میلہ ہے۔ وہ زمانہ اور اس کا شباب تو ہمیں
 نصیب کہاں ہوا۔ لیکن ناں آجکل بھی جیسا ہوتا ہے۔

وہ دور دور نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ دنیا کے پردے پر ایسا اُجلا میلا شاید ہی کہیں ہوتا ہو + انسانوں کے مذاق مختلف ہیں۔ اس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ لیکن ایسا موسم۔ ایسا سما۔ ایسے سامان ایسی زمین پر جمع ہو جانے نہایت ہی مشکل ہیں + او ہو ہو! وہ پنکھا آگے بڑھا۔ وہ خلقت ٹوٹی۔ وہ تماشائیوں کا ہجوم اُسے اپنے حلقے میں لئے چلا۔ وہ پھوار پڑی۔ وہ بجلی چمکی۔ غم آلود ہوائیں چلیں اور وہ نفیری کے میٹھے سر اس ٹھنڈک میں دلوں کی کلیاں کھلا گئے + اب جگہ جگہ یہ پنکھا ٹھیرتا جاتا ہے۔ بالا خانوں پر۔ دکانوں پر لوگ اس عالم کو خوش ہو ہو کر دیکھتے جاتے ہیں۔ اور تنتے جاتے ہیں + نفیری والوں کو گوڑے لگے رنگ برنگ کے دوپٹے روپے اور ریڑگاری انعام میں بھینک رہے ہیں اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی + ہنس مکھ چہرے۔ شاد شاد صورتیں۔ خوشی بھری آوازیں ہر طرف سے زندہ دلی کا پورا ثبوت دے رہی ہیں۔ اور اک عجیب و غریب عالم ہے۔ جو اس وقت اس مقام پر برس رہا ہے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ اس سے ذرا پہلے جہاں جھڑنا چھڑتا ہے وہیں موجیں اک وسیع طرف (تالاب) میں بے چین ہوتی ہیں + پیراک پیرتے ہیں۔ دھڑ دھڑ سے کدائیاں ہوتی ہیں۔ جوان بچے بلکہ بڑھے بڑھے جاگیا پہنے گنگ باندھے۔ وضع وضع کی تیرائیاں تیرتے ہلی۔ غوطے لگاتے ہیں۔ گشتیاں ہوتی ہیں۔ چھینٹے

لڑتے ہیں - چلیں ہوتی ہیں + گھنے اور متناور درختوں
 میں جھولے پڑتے ہیں - پینگیں بڑھاتی جاتی ہیں - لال
 سبز پٹریاں جھنگاتی ہیں - ترانے اڑتے ہیں اور طار
 لاپتے ہیں + آغا شاعر قزلباش دہلوی

۱۲ - جزیرہ سسلی

۱ - یہ جزیرہ اٹلی کے جنوب میں واقع ہے - اور
 اسی ملک کے زیرِ حکم ہے + غربی میں اس کو صقلیہ
 کہتے ہیں + یہی عباس کے عہدِ حکومت میں ایک مدت
 تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا - طول و عرض کے لحاظ
 سے بحیرہ روم کے جزیروں میں سب سے بڑا ہے +
 یہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہے - قسم قسم کے پھول -
 ترکاریاں اور میوہات بکثرت پیدا ہوتے ہیں + مرجاں -
 پھلی - شراب - نمکین اور پنیر یہاں کی سوغات ہے
 اور ممالکِ غیر کو جاتی ہے +

۲ - جزیرے کے تمام بڑے بڑے شہروں کے
 درمیان ریل کا سلسلہ قائم ہے - لیکن ساحل کے
 شہروں میں جہازوں کے ڈوبنے زیادہ آمد و رفت رہتی
 ہے - کیونکہ ریل کا کرایہ جہاز کی نسبت گراں ہے +
 یہ سب خوبیاں تو ضرور ہیں - مگر ان کے ساتھ ایک
 تکلیف دہ چیز بھی ہے اور وہ یہاں کا آتشِ فشاں پہاڑ

اٹنا ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں کبھی کبھی زلزلہ آتا رہتا ہے اور صدہا جانیں ہلاک ہو جاتی ہیں +
 ۳۷۔ اس جزیرے کے اکثر بڑے بڑے شہر سمندر کے کنارے آباد ہیں۔ اور بندرگاہوں کا کام دیتے ہیں + پلرمو یہاں کا دار الحکومت ہے۔ یہ شہر سسلی کے اور بندرگاہوں سے زیادہ ترقی پر ہے۔ اور اٹلی کے مشہور بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے + اس کا گھاٹ پختہ اور بندرگاہ وسیع ہے۔ یہاں سے نیپلز اور مسینا کو روزانہ ایک جہاز جاتا ایک آتا ہے + جنوا اور ٹونس کے جہازوں کی بھی اوقات مقررہ پر آمد و رفت رہتی ہے۔ جہاز رانی کے فن میں یہاں کے باشندے خوب ماہر ہیں +

۳۸۔ پلرمو چوار زمین پر آباد ہے + بازار وسیع۔ عمارتیں پختہ و نفیس بنی ہوئی ہیں۔ شہر پر درختوں کی دو رو بہ قطار نے شہر کی خوبصورتی اور بھی بڑھا دی ہے۔ اس کے عین وسط میں ٹرمپوے چلتی ہے اور دونو جانب گھاڑیاں۔ لوگوں کی آمد و رفت کے لئے دونو طرف پٹریاں بنی ہوئی ہیں + بعض چوکوں میں گیس کی روشنی ہوتی ہے + جرمنی اور امریکہ کے سیاح موسم بہار میں سیر کی غرض سے یہاں آتے ہیں +

۵۔ مسینا کا بندرگاہ سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع ہے + یہاں سے اٹلی کا جنوبی حصہ اور مشرقی سسلی کے پہاڑ دکھائی دیتے ہیں + اٹلی کا یہ حصہ

سینا کے بندرگاہ سے اس قدر قریب ہے۔ کہ سمندر کا عرض اس موقع پر تین چار میل سے زیادہ نہ ہوگا + سمندر کا حصہ جو آبنائے سینا کے نام سے مشہور ہے۔ اٹلی اور سیلی کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے +

۶۔ سینا کا گھاٹ پختہ اور قریباً ہلال کی شکل کا بنا ہوا ہے۔ اس کی قوس پر تین طرف پہاڑ سایہ افکن ہے۔ مگر بندرگاہ زیادہ وسیع نہیں۔ اور نہ جہازوں کی آمد و رفت وہاں کثرت سے ہے۔ صرف ایک جہاز روزانہ نیپلز کو اور ایک پلرمو کو جاتا ہے + جنوا اور مارسیلز کے جہاز نیپلز سے آتے جاتے یہاں لنگر ڈالتے ہیں +

۷۔ سینا کا شہر دامن کوہ میں آباد ہے۔ یہاں کے بازار زمین کاٹ کاٹ کر ایک دوسرے کے اوپر تلے اس طرح بنے ہوئے ہیں۔ کہ تقریباً متوازی ہیں۔ اور نوبت بہ نوبت بلند ہوتے گئے ہیں + یہاں کئی عمارتیں بہت نفیس ہیں۔ فرش کی عمدگی و صفائی اور دکانوں کی آراستگی نہایت دل کش ہے۔ جوں جوں اوپر کے بازاروں میں جاتیں۔ عمارتیں معمولی۔ بازاروں اور کوچوں کی سڑکیں ٹیڑھی۔ ناہموار اور غلیظ پائی جاتی ہیں + کار و بار کی کمی کے باعث ٹرمیوے کی ضرورت اب تک محسوس نہیں ہوئی + روشنی کا انتظام گیس کے ذریعے سے ہے +

۸۔ شہر کتایا اس جزیرے میں تیسرے درجے پر ہے۔ اس کا گھاٹ بھی پختہ ہے اور سمندر کو

پاٹ کر بنایا گیا ہے۔ تجارتی اغراض کے واسطے
 نہایت مفید ہے + ریلوے لائن گھاٹ کے مین کنارے
 تک آتی ہے + یہاں کا بندر گاہ بہت وسیع ہے۔
 اور جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے نہایت
 موزوں ہے +

۹۔ شہر کی آبادی ہموار زمین پر ہے + بازار
 کشادہ اور مصفا - عمارتیں بلند اور خوبصورت ہیں۔
 بعض موقعوں پر وسیع چوک اور شاندار فوارے بنے
 ہوئے ہیں۔ ایک چوک تو اس قدر وسیع ہے کہ چھ
 بازاروں کی سڑکوں کا مرکز ہے + ٹریجوے تمام بازاروں
 میں جاری ہے۔ سارے شہر میں گیس کی روشنی کا بہت
 اچھا انتظام ہے + اس جگہ ایک باغ ہے جس کی ایک
 جانب تو بازار سے پیوستہ ہے۔ مگر اندر کی طرف رویشیں
 اور آمد و رفت کی سڑکیں سطح مائل کے طور پر بتدریج اس
 طرح بلند ہوتی گئی ہیں کہ باغ کی دوسری جانب بازار کے
 فرش سے آٹھ دس فٹ بلند ہو گئی ہیں + اس موقع پر
 ایک مضبوط پشتہ باغ کی اس مصنوعی بلندی کی حفاظت
 کے واسطے بنا ہوا ہے + شہر کی یہ آبادی جدید معلوم
 ہوتی ہے۔ قدیمی قصبہ داسن کوہ میں ایک میل کے
 فاصلے پر ہے۔ اس کی عمارتیں دور سے دکھائی دیتی
 ہیں +

۱۰۔ آبادی کی کثرت اور حرفت کی کمی سے اس
 جزیرے کے لوگ غیر مالک خصوصاً امریکہ کو تلاش

روزگار کی غرض سے برابر جاتے رہتے ہیں + جو لوگ
حُب وطن یا کسی اور وجہ سے یہاں موجود ہیں۔ اُن پر
افلاس کے آثار نمیلپلز کی نسبت زیادہ نمایاں ہیں +
بار برداری کی گاڑیاں جنہیں یورپ کے اور شہروں میں
میش قیمت گھوڑے کھینچتے ہیں۔ یہاں اُن میں معمولی
بیل جوتے جاتے ہیں۔ عام لوگ بار برداری کے لئے
گدھوں کو کام میں لاتے ہیں + دود بیچنے والے یہاں
بھی بکریاں لئے ہوئے بازاروں میں پھرتے ہیں + اور
پیسے پیسے کا دود دہ کر بیچتے ہیں + علاوہ بھیک مانگنے
والے بھی بازاروں میں گشت لگاتے ہوئے بل جاتے
ہیں مگر ایشیائی گداگوں کی مانند سائے کی طرح پیچھے
نہیں ہو لیتے +

۱۱۔ یہاں کے باشندے بیشتر عیسائی اور کچھ یہودی
ہیں اور سب کے سب ایشیلین زبان میں بات چیت
کرتے ہیں۔ بندرگاہ پر کام کرنے والے شل ملاح۔ قلی
اور کوچ مین کے ٹوٹی پھوٹی انگریزی بھی بول لیتے ہیں +
حافظ عبد الرحمن امرتسری

۱۳۔ تمباکو

۱۔ ۱۷۹۲ء میں جب کولمبس ہندوستان کا بحری
راستہ دریافت کرنے کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں

اُس کا سُخِ جزیئہ کیوبا کی جانب ہو گیا + وہاں پہنچا تو اُس کے ہمراہیوں نے چند لوگوں کو تمباکو پیتے ہوئے دیکھ کر کولبس کو خبر دی۔ کہ یہاں کے لوگ کسی خشک بوٹی میں آگ لگا کر اُس کا دھواں مُنہ سے نکالتے ہیں + اس کے بعد جوں جوں آمد و رفت بڑھی اور وہاں کے لوگوں سے میل جول پیدا ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تمباکو پینے اور ناس لینے کی عادت ان لوگوں میں زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے + سولہویں صدی کے وسط میں تمباکو کے ذریعہ یورپ میں آئے اور اُن کی کاشت باقاعدہ طور پر شروع ہوئی + سترھویں صدی میں اس کی کاشت ہندوستان میں شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ تمام ملک میں ایک سرے سے دوسرے تک لوگ اُسے استعمال کرنے لگے +

۲۔ تمباکو عموماً تین طریقوں سے استعمال میں آتا ہے + اول لوگ اُسے پیتے ہیں۔ دوسرے کھاتے ہیں۔ تیسرے ناس بنا کر سونگھتے ہیں + پینے کے بھی بہت سے طریقے ہیں۔ حقے میں بھر کر پیتے ہیں۔ سگار۔ چرٹ۔ سگرٹ۔ بیڑیاں بنا کر استعمال کرتے ہیں + کھانے کے لئے بھی طح طح کی نفاسیں پیدا کر لی ہیں۔ کوئی خالی پتے ل کر کھاتا ہے۔ کئی نے حکلف کیا۔ تو خوشبو دار چیزیں اس میں ملا لیں۔ بعض لوگ اس کا ست نکال کر اُس میں مشک و زعفران ملائے ہیں۔ اور گولیاں بنا کر کھاتے ہیں + غرض یہ کہ اس قدر مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں۔ کہ

اُس کا مشرح حال اس مختصر مضمون میں لکھنا نامکن ہے +

۳۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ تباکو کے استعمال سے تقریباً ۸۰ امراض پیدا ہوتے ہیں + قوت ہاضمے کو یہ خراب کرتا ہے۔ پھیمپٹرے اس سے کمزور ہو جاتے ہیں۔ امراض حلق اور سینہ اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ بصارت میں اس سے فرق آ جاتا ہے۔ اعصاب اور دماغ کو یہ ضعیف کر دیتا ہے + اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جہاں اُنہوں نے حقے کا ایک دم لگایا۔ اور کھانسی شروع ہوئی۔ یہ لوگ کھانسی کی تکلیف کو خوشی سے گوارا کرتے ہیں اور دم لگاتے چلے جاتے ہیں۔ جب کھانستے کھانستے عاجز ہو جاتے ہیں۔ تب کہیں حقہ مٹھ سے پھوٹتا ہے + خالی معدے پر حقہ پینا اور بھی مضر ہے + رمضان کے مہینے میں بعض آدمی روزہ کھولتے ہی اس زور سے حقے کا دم لگاتے ہیں کہ بیم ہو جاتے ہیں۔ پھر ذرا سنبھلتے ہیں۔ تو اور دم لگاتے ہیں۔ دماغ چکر کھانے لگتا ہے۔ اعصاب میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر حقہ ہاتھ سے نہیں چھوٹتا +

۴۔ یہ مضرتیں جو ہم نے بیان کیں صرف جسمانی مضرتیں ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ مالی نقصان جو تباکو کے استعمال سے ملک اور قوم کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اُن کا اندازہ بہت مشکل ہے + دو کروڑ روپے

کے چرٹ - سگار - سگریٹ - پائپ میں بھرنے کا تباکو تو صرف مالک غیر سے ہندوستان میں آتا ہے - دیسی تباکو جو روزمرہ پینے میں آتا ہے - اس کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں - مختصر یہ کہ جس قدر روپیہ اس وقت ہندوستان کے مختلف آرٹس کالجوں کے چلانے میں صرف ہوتا ہے - تقریباً اسی قدر روپیہ تباکو پر سالانہ خرچ ہوتا ہے +

۵ - یوں تو تباکو ہر عمر کے لوگوں کے واسطے مضر ہے - مگر اکیس سال سے کم عمر کے آدمیوں کے لئے اس کا استعمال نہایت ہی زیور ہے + کم سنی میں تباکو کا استعمال نشو و نما کو روک دیتا ہے - قوت مضاعفہ خراب ہو جاتی ہے - اعصاب مست اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں - اخلاق خراب ہو جاتے ہیں - اور محنت و مشقت کے کام بھی نہیں ہو سکتے ہیں + جن طالب علموں کو بچپن میں تباکو پینے کی عادت ہو جاتی ہے - ان کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے - شکل مضامین بلند اور آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے - لگاتار محنت نہیں ہو سکتی - اور پڑھنے سے دل آچاٹ ہو جاتا ہے + ایسے بچے جب جوان ہوتے ہیں - اور شادی بیاہ ہو جاتا ہے - تو ان کی اولاد نہایت کمزور - نحیف الجثہ - اور پست قامت پیدا ہوتی ہے +

۶ - تباکو پینے کے جس قدر طریقے اب رائج ہیں - ان میں سگریٹ نوشی سب سے زیادہ مضر صحت ہے + سگریٹ کا اثر لب - لعاب دہن اور گلے کی گلیوں پر بہت ہی خراب ہوتا ہے - کاغذ کا دھواں جو تباکو کے

دھوئیں کے ساتھ اندر جاتا ہے۔ بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ سگریٹ کا دھواں دل و دماغ اور پھیپھڑوں پر بہت ہی بُرا اثر پیدا کرتا ہے۔ اور جو لڑکے کثرت سے سگریٹ استعمال کرتے ہیں۔ وہ تعلیم کے قابل نہیں رہتے۔
 ۷۔ ہر نقصان دہ چیز میں خدا تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ فائدے بھی رکھے ہیں۔ تباکو بھی فائدے سے مستثنیٰ نہیں۔ جسمانی ریاضت کے بعد تباکو کا استعمال تکان کو کم کر دیتا ہے۔ اور تھکے ہوئے اعصاب کو تھوڑا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ کچلے کے اثر کو بھی تباکو زائل کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص دھوکے یا غلطی سے زیادہ مقدار میں کچلا کھائے۔ تو اس کا جلدی اور آسان علاج اس سے بہتر کوئی نہیں۔ کہ اُسے زیادہ مقدار میں تباکو کھلایا جائے۔ تباکو کا زہر کچلے کے زہر کو کھو دیگا۔ اور مسموم شخص تھوڑے عرصے میں اچھا ہو جائیگا۔ لیکن یہ علاج اس موقع پر کرنا چاہئے۔ جب کسی ڈاکٹر یا حکیم کا بہم پہنچنا دشوار ہو۔ یہ فائدے جو اوپر بیان ہوئے اس قسم کے نہیں کہ اُن نقصانوں کی تلافی کر سکیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ ایسی مضر صحت چیز کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ اکیس سال سے کم عمر کے لوگوں کے لئے تو اس کا استعمال کسی طرح جائز ہی نہیں۔

مؤلف

۱۴۔ سقراط

۱۔ زمانہ سابق میں سقراط ایک بڑا نامور حکیم ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۴۹۹ برس پیشتر شہر ایتھنز دار الخلافہ یونان میں پیدا ہوا اور اوائل عمر میں بڑی کوشش و سرگرمی سے اپنے باپ کے پیشہ بُت تراشی کو حاصل کیا + پھر اس پیشے کو چھوڑ کر بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں بیٹھنے لگا۔ اور علم فلسفے کی تحصیل میں مشغول ہو گیا + تھوڑے ہی عرصے میں ذہن کی صفائی اور عقل خدا داد کی رسائی سے وہ استعداد اور ملکہ حاصل کیا کہ تمام یونان میں اس کا شہرہ ہو گیا +

۲۔ مرتے وقت اس کا باپ چار ہزار پور جو ایک قسم کا سکہ ہے۔ اُسے دے دیا۔ اس غالی ہمت نے اپنے ایک دوست کو ضرورت کے وقت یہ سب روپیہ دے دیا + اور پھر اس سے تقاضا تک نہ کیا + گو آرکلاس مقدونیہ کے بادشاہ کو یہ تمنا رہی کہ یہ حکیم مجھ سے کچھ مانگے۔ اور میں اُسے دوں۔ لیکن اُس نے اس مانگ کو گوارا نہ کیا +

۳۔ علم و فضیلت کے سوا اس میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی۔ کہ حد درجے کا مستقل مزاج تھا + کوئی حادثہ ہو یا نقصان کسی قسم کا نہ ہو یا تکلیف اس کے استقلال

میں فرق نہ آتا ہے اس کی بیوی بڑی بد مزاج تھی اور نہایت سختی سے پیش آیا کرتی۔ مگر اس کی بد زبانی سے اس کو ذرا ملال نہ ہوتا ہے ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھا۔ اور اس کی بیوی کوٹھے پر بیٹھی برتن دھو رہی تھی۔ کسی بات پر ناراض ہو کر برا بھلا کہنے لگی۔ مگر سقراط چپکا بیٹھا کتاب دیکھا کیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس بات پر اُس کا غصہ اور بھرکا۔ اور اُس نے دھوون کا پانی اُس کے اوپر پھینک دیا ہے سقراط ہنسا اور بولا جو گرجتے ہیں برستے بھی ہیں؟ اس حکیم کی ہمیشہ دل سے یہی توجہ رہی۔ کہ کسی طرح میرے ہموطنوں کے دلوں پر حسن اخلاق کا پرتو پڑے۔ اور وہ توہمات اور گمراہی کی تاریکی سے نکل کر راستی کے اُجالے میں آجائیں نہ اُس نے وعظ اور نصیحت کے لئے کوئی خاص مقام یا مکان مقرر نہیں کیا۔ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھنا وہیں جا ڈھٹتا۔ اُس میں خواہ حکام وقت کا مجمع عام ہو یا خلقت کا ازحام۔ اُسے وہیں ملقین کا دفتر کھول دینے سے کام تھا۔ جس جانفشانی اور تندہی سے اُس نے صلاح و رفاه عام کے کام کئے اب تک کسی سے نہ ہوئے تھے۔ افلاطون سا بے نظیر حکیم اُسی کا ایک رشید شاگرد تھا۔

۴۔ کچھ دنوں کے بعد حاسدوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکی ہے پہلے تو انہوں نے تماشا گاہوں میں اس کی نقلیں اتارنی شروع کیں اور سوانگ بھرے۔

جب یہ کارروائی نہ چلی۔ تو ۶۹ برس کی عمر میں اس بے گناہ پر یہ الزام لگایا۔ کہ سقراط ابیہنر کے جوانوں کے اخلاقی اور خیالات کو بگاڑتا ہے ۽ ملٹس نامی ایک شخص اس بات کا دعویدار ہوا۔ اور اس نے یہ تہمت لگائی سقراط یونان کے دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ لوگوں کو بہکاتا اور مخلوق کے رسم و رواج میں خلل انداز ہوتا ہے۔ پس اس جرم میں سزائے موت کا مستوجب ہے۔ چنانچہ یہ فتوے ہو گیا ۽ جس وقت سقراط کے برخلاف یہ سازش ہوئی۔ تو اس کے دوست اُسے بچانے پر مستعد ہوئے۔ خاص کر ایک دوست نے جو اپنے زمانے کا بڑا فصیح تھا۔ اُس کے حق میں بہت کچھ لکھا۔ مگر کوئی تدبیر پیش نہ کئی۔ آخر کار جواب دہی کے لئے کچھری میں بلایا گیا ۽ جس وقت سقراط حکام عدالت کے روبرو پیش ہوا۔ اُس وقت نہایت اشتغال بڑی دلیری اور فصاحت سے جواب سوال کئے اور سچ بات کی حقیقت بے کم و کاست بیان کر دی ۽ اُس زمانے میں دستور تھا۔ کہ مجرم عموماً تہتم کی امید پر اپیل و عیال کو ججوں کے سامنے کچھری میں لے آتے تھے۔ مگر اس جوالمرد نے ذرا اس بات کی پروا نہ کی ۽

۵۔ جس وقت سقراط نے اٹھارہ وٹے اس وقت پانچ ججوں کا اجلاس تھا۔ انہوں نے اول تو بالاتفاق اُس پر قید کا فتوے لگایا۔ مگر جب سقراط نے بدیں خیال کہ آئر میں قید ہو گیا تو لوگ درحقیقت مجھے مجرم

خیال کریں گے اُسے قبول نہ کیا تو اس انکار سے وہ اور
برافروختہ ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ حکم لگا دیا۔ کہ
اسے زہر سے ہلاک کیا جائے۔

۶۔ اس پر سقراط بولا۔ کہ بہت بہتر میں جاتا ہوں
اور آپ کے اس حکم کی تعمیل بجا لاتا ہوں اور کیوں نہ
بجا لاؤں کہ روز ازل سے میرے مقدر میں یہی لکھا
تھا۔ مجھ سے یہ اُمید کبھی نہ رکھنا۔ کہ میں محض جان
کی خاطر تمہاری خوشامد کروں گا۔ کیونکہ گنہگار کو آزمائش
کے وقت اور بہادر کو لڑائی کے وقت بے جا جیلوں سے
اپنی جان بچانی سزاوار نہیں۔ اُس کے ایک شاگرد کو
اس بات سے بڑا رنج گزرا۔ مگر سقراط نے اُسے سمجھایا۔
کہ اے عزیز! صبر کر۔ میں گنہگار نہیں مرتا۔ جو تو میرا
ماتم کرتا ہے۔ دشمن میرے مال۔ میری تندرستی اور
زندگی پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ لیکن میری نیکی۔ بیگناہی۔
اولوالعزمی اور دل کی عظمت کے خزانے پر کسی کا
ہاتھ نہیں پڑ سکتا۔ اس کا عوض مجھے خدا دیگا۔
سقراط اس حکم کے ایک مہینے بعد تک قید رہا۔ مگر
اُس کے دل پر ذرا ہراس۔ ملال یا موت کا خوف نہ
تھا۔ ان مصیبت کے دنوں میں بھی اپنے دوستوں
اور شاگردوں کو ہمیشہ تلقین و نصیحت کرتا رہا۔ اور
ستاہیں ایزدی کے گیت ہر وقت گاتا رہا۔

۷۔ کریٹو سقراط کے شاگرد رشید کا بیان ہے۔ کہ
صبح تو سقراط کو زہر پلانے کی تاریخ ہے۔ مگر وہ رات کو

حسب معمول نہایت بے فکری۔ دلجمعی اور اطمینان خاطر سے بیٹھی نیند سو رہا ہے + جب صبح کے وقت اس کے تمام دوست اور شاگرد ملنے کے لئے قید خانے میں آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بیڑیاں کٹ چکی ہیں۔ اور اس کی بیوی اپنے بچوں کو گود میں لئے اُس کے پاس بیٹھی ہے + اس نظارے سے بے اختیار اُن کا دل بھر آیا۔ اُس کی بیوی چلائی اور رو کر اپنے خاوند سے کہنے لگی۔ ”میرے پیارے۔ میری جان۔ سقراط! تیرے دوست اس، اخیر وقت پر تیرا آخری دیدار دیکھنے اور تیری قدمبوسی حاصل کرنے آئے ہیں +“ سقراط کی حالت میں اس وقت بھی کچھ تغیر نہ تھا۔ نہایت استقلال اور اطمینان کے ساتھ دوستوں سے ہمکلام ہوا اور انہیں اس وقت بھی نصیحتیں کیں اور روح کے غیر فانی ہونے کی ایسی معقول دلیلیں زبان پر لایا۔ کہ زمانہ حال و زمانہ سلف کے بڑے بڑے فاضل اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں + اُس نے ثابت کر دیا۔ کہ انسان کی روح مرنے کے بعد فنا ہوئی ہے نہ ہوگی + اور احکم الحاکمین ضرور بدوں کو سزا اور نیکوں کو جزا دیگا + اگر انسان کی روح فنا ہو تو بدوں کو بدی کی سزا اور نیکوں کو نیکی کی جزا کس طرح ملے۔ خدا تعالیٰ کے نافرمان اور فرماں بردار بندوں میں کیا تمیز رہے + بیشک جنہوں نے زندگی بھر نفس کو مارا دنیا کی لذتوں کو چھوڑا۔ خدا کی بندگی بجا لائے اُن کی محنتوں کا اجر ملیگا۔ اگر انسان کی روح کو فنا

ہو۔ تو پھر نیکی سے کیا فائدہ؟ تم قطعاً یقین کر لو۔ کہ انسان کی روح کو فنا نہیں۔ بد آدمی اپنی بری کی سزا پائینگے۔ اور جو گنہگار بخشے جانے کے قابل ہیں بخشے جائیں گے۔ اور جو نیک و خدا پرست ہیں۔ اُن کو اُن کی محنتوں کا اجر ضرور ملیگا۔ پس تمہیں واجب ہے۔ کہ نیکی کرو اور ثواب کے امیدوار رہو۔ دیکھو نیکیوں کو کیسی خوشی اور اُن کو کیا کیا اُمیدیں ہیں۔ ہر وقت اُن کا دل مطمئن رہتا ہے۔ اور دنیا کی تکلیفیں۔ زمانے کے حادثے اُن کے عزم و استقلال میں ذرا خلل انداز نہیں ہو سکتے۔

۸۔ اتنے میں جلا دوں نے آکر کہا۔ کہ زہر پینے کا وقت آ پہنچا۔ فرمایا پھر کیا دیر ہے۔ زہر کا پیالہ لے آؤ۔ وہ لے آئے۔ سقراط اُسے خوشی سے غٹ غٹ پی گیا۔ یہ حال دیکھ کر جلیخانہ کا داروغہ رو پڑا۔ اور جب وہ سارا پیالہ پی چکا۔ تو اُس کے تمام دوست اور رشتہ دار ہو بڑی دیر سے اپنے رنج کو ضبط کئے بیٹھے تھے بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ سقراط نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ عزیزو! تمہیں کیا ہو گیا تمہاری ثابت قدمی کہاں چلی گئی؟ میں نے عورتوں کو اسی واسطے یہاں سے رخصت کر دیا کہ وہ ایسے وقت میں صبر نہیں کر سکتیں۔ خدا کے لئے تم ذرا صبر کرو۔ اور اپنے دل میں ضبط کو جگہ دو۔ اس بات سے وہ چپ ہوئے۔ سقراط ادھر ادھر ٹھلٹھا رہا۔ اخیر کو جب زہر کا اثر بڑھا۔ اور اس کی ٹانگیں

لڑکھڑانے لگیں۔ تو وہ بچھونے پر لیٹ گیا۔ اور زہر کا اثر لحظہ بلحظہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اور اُس کے طائر روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی + جب دم نکل گیا۔ تو کربٹو نے اس کا منہ اور آنکھیں جو کھلی رہ گئی تھیں۔ بند کر دیں + اس طرح اس خدا پرست حکیم نے ستر برس کی عمر میں اس جہانِ فانی سے رحلت کی + (مؤلف)



۱۵۔ عزت

۱۔ اکثر لوگ دولت کو عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا بڑی غلطی ہے + دولت بلاشبہ اس بات کا ذریعہ ہے۔ کہ چند خوشامدی اور کمینہ خصلت خوشامد کے لئے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہے یہ بھی حاضر ہیں اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں +

۲۔ عزت خود ایک صفت ہے جو شل اور صفتوں کے خود انسان کی ذات میں ہوتی ہے + سب سے پہلے خود انسان اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے + اس عزت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے + وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا

کہ کوئی دوسرا اُس کی عزت کرے۔ بلکہ اس کی خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی عزت پر یقین کرے + جب انسان ایسا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا از خود اُس کی عزت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزت کریں مگر بے اختیار دوست دشمن اُس کے آگے جھکتے ہیں +

۳۔ افسوس ہے کہ اس زمانے کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزت پر آپ یقین کریں۔ دوسروں سے اور خصوصاً اس معزز ترمیت یافتہ قوم سے جس کو خدا نے اپنی بڑی حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے۔ اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور چونکہ غلطی پر ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے مقصد کو نہیں پہنچتے +

۴۔ اس کے ساتھ ایک بڑا افسوس یہ ہے۔ کہ ہمارے زمانے کے لوگوں نے عزت کے معنی سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے + انہوں نے عزت کے مفہوم کو چند ظاہری باتوں پر منحصر سمجھ رکھا ہے + خانگی امور میں تو اپنی عزت انہوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے۔ کہ دو چار خدمتگار دست بستہ ان کے سامنے کھڑے ہیں حضور و جناب عالی کہ کر اور ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں۔ سواری کے جلو میں دو چار عصا بردار دوڑتے ہیں۔ دو تین خواص پان کا ڈبہ اور ایک پیک تھوکنے کا پیک دان لئے حاضر ہیں +

۵۔ برادری میں اور اپنی قوم میں اپنی عزت اس میں سمجھ رکھی ہے۔ کہ بیٹے کی بسم اللہ اور نختے کی شادی میں وہ کچھ کیا کہ آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا۔ کوئی دوست نہیں رہا۔ جو نہ بلایا ہو۔ کوئی رفاقت نہیں رہی جو مجھے کو نہ آئی ہو۔ بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا کہ کسی کے یہاں نہ بندھا ہو۔ حاکموں کے دربار کی عزت اس پر منحصر ہے۔ کہ صاحب ہم سے آج ہنس کر بولے +

۶۔ یہ عزت حقیقی عزت نہیں ہے۔ بلکہ نیک افعال اور پسندیدہ اطوار سے لوگوں کے دلوں میں خود بخود جو وقعت اور عظمت بیٹھتی ہے وہی حقیقی عزت ہے + جھوٹی عزت چونکہ دل سے نہیں کی جاتی اس لئے اس کو قیام نہیں ہوتا۔ جن اسباب سے ایسی عزت حاصل ہوتی ہے اُن کے نائل ہوتے ہی وہ بھی جاتی رہتی ہے + حقیقی عزت کی جگہ دل میں ہوتی ہے اور چونکہ اس کے اسباب قوی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا قیام زندگی بھر کیا دوام کے لئے ہوتا ہے۔ نیک اور اچھے لوگ مر بھی جاتے ہیں تو خاص و عام اُن کے نام کی عزت کرتے ہیں +

سر سید احمد خاں

۱۶۔ ریشم

۱۔ ریشم ایک کیڑے سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا اصلی وطن ملک چین ہے + وہاں کے لوگ اسے اپنی زبان میں سی کہتے ہیں + پہلے پہل لوگ اس کیڑے کو چین سے ہندوستان میں لائے۔ اور پھر یہاں سے اور ملکوں میں لے گئے + زیادہ سردی اور زیادہ گرمی دونوں اس کے لئے مضر ہیں + معتدل آب و ہوا میں اس کی پرورش اچھی ہوتی ہے +

۲۔ ریشم کے کیڑے کے نچلے لب کے نیچے دو ننھے ننھے سوراخ ہوتے ہیں۔ ان سوراخوں میں سے ریشم کے دو باریک باریک تار نکلتے ہیں۔ جنہیں کیڑا منہ کے لبس دار لعاب سے اس طرح ملا دیتا ہے۔ کہ دونوں ایک تار بن جلتے ہیں۔ اسی کا نام ریشم ہے +

۳۔ ریشم کا کیڑا ایک ایک مرتبہ میں چھ چھ سات سات سو انڈے دیتا ہے + ان انڈوں کو تمازت آفتاب سیتی ہے + ہر انڈے سے باریک دھاگے جیسی ایک تیتلی نکلتی ہے جو چوھٹائی آنچ لمبی ہوتی ہے +

۴۔ ریشم کے کیڑے کی من بھاتی خوراک شہتوت کے پتے ہیں + اس خوراک کی تلاش میں یہ کیڑا اپنے

قدرتی غلاف کو توڑ پھوڑ کر باہر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اور پتے پتے پر پھدکنا پھرتا ہے۔ اتنا کھاتا ہے۔ کہ جوع البقر کے مرض میں مبتلا نظر آتا ہے + اس کے دانت آری کے دانتوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ انہیں سے پتوں کو کتر کتر کر کھانا بھی جانا ہے اور پھیلتا بھی جاتا ہے۔ دو ایک مہینے یوں کھاتے کھاتے اس کی لمبائی دو تین انچ ہو جاتی ہے اور اب یہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے +

۵۔ اس عمر کو پہنچ کر کیڑا ریشم کا کویا تننا شروع کرتا ہے + کوٹے کی شکل بیضوی ہوتی ہے اور اسی کے غلاف میں کیڑا اپنے آپ کو ہر طرف سے چھپا لیتا ہے۔ پانچ چھ دن میں کویا تیار ہو جاتا ہے اور کیڑا اس کے اندر بند ہو سکھ پڑا رہتا ہے + اکثر کیڑے تو کوٹے کے اندر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ مار دیتے ہیں + اور بعض پتنگے اور پروانے بن کر اور کوٹے کو چیر کر باہر نکل آتے اور ہوا میں اڑنے لگتے ہیں +

۶۔ بنگالی ایک گیت گاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریشم کا کیڑا اپنے بدن پر ریشم کا کویا تن کر اپنی قبر اپنے ماتھ سے بناتا ہے + پھر چاہے تو اسی میں مر کھپ کر رہ جائے اور چاہے باہر نکل جائے + لیکن ہے بہت بے وقوف۔ اسی میں مر کھپ کر رہ جاتا ہے۔ اور باہر نکل کر دنیا کے مزے لوٹنا اس کی قسمت میں نہیں + یہی حال ہمارے ملک کے لوگوں کا ہے۔ کہ اپنے گھر کی

چار دیواری سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے اور جو فائدے سفر اور سیر و سیاحت سے حاصل ہوتے ہیں اُن سے بہرہ یاب نہیں ہوتے +

۷۔ جیسا اوپر بیان ہوا شروع شروع میں صرف چین اور ہندوستان ہی ایسے ملک تھے جہاں ان کیڑوں کی پرورش اور ریشم کے تیار کرنے کا انتظام تھا۔ لیکن جب انگریز ہندوستان میں آئے اور ریشم کی تجارت کی طرف انہوں نے توجہ کی تو اس کی پیداوار کو بہت فروغ حاصل ہوا + اُس زمانے میں تقریباً ساٹھ ہزار من کچا ریشم ہندوستان سے یورپ کو سالانہ جایا کرتا تھا۔ اور یورپ کی جو اقوام ریشم کی تجارت کرتی تھیں وہ مالا مال ہو گئیں + بنگال میں اُن اضلاع کے باشندے جہاں ریشم پیدا ہوتا تھا لکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے۔ لیکن یہ روز افزوں ترقی کچھ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ اور اٹلی فرانس۔ ترکی اور سپین میں اس کی پیداوار کثرت سے ہونے لگی + اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک کی اُن زمینوں میں جو بحیرہ روم کے ساحل کے قریب واقع ہیں۔ شہتوت کے درخت خوب پھولتے پھلتے ہیں۔ اور یہ ریشم کے کیڑے کی من بھاتی خوراک ہیں۔ اب ان مقامات سے باہر کے ملکوں میں اور خوخہ ہندوستان میں اس کثرت سے ریشم آتا ہے کہ یہاں کی تجارت بالکل ماند پڑ گئی + صوبہ بنگال میں جہاں کسی زمانے میں ریشم کے سینکڑوں کارخانے تھے۔ وہاں خال خال

کوئی کارخانہ فروغ پر نظر آتا ہے +
(مؤلف)



۱۔ ریاضتِ جسمانی

۱۔ ریاضتِ جسمانی ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگوں کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر صحت کا قائم رکھنا مشکل بلکہ ناممکن ہے + بچوں کے لئے تو یہ خصوصاً مفید ہے۔ کیونکہ ان کے تمام اعضا نشو و نما کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور بغیر ورزش کے ان کی بالیدگی ٹھیک نہیں ہوتی +

۲۔ اعضا کے نشو و نما کے لئے یہ امر لا بد ہے۔ کہ انہیں پورے طور پر حرکت میں لائیں + جس قدر جوڑ۔ عضلات اور اعصاب ہمارے جسم میں خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اگر وہ ٹھیک طور پر استعمال میں نہ آئیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ڈھیٹے اور کمزور پڑ جائینگے +

۳۔ اعضا کو مناسب طور پر استعمال میں لانے سے ان کی قوت بڑھتی ہے + دیکھو لہار کے ہاتھ اور بازو کیسے مضبوط اور قوی ہوتے ہیں اور کاتبوں کے نرم اور کمزور + وجہ اس کی ظاہر ہے۔ یعنی لہار تو بھاری اور وزنی اوزار اٹھا اٹھا کر لوہے کو کوٹتا ہے۔ اور کاتب ڈیڑھ ماشے کا قلم دن بھر کاغذ پر چلاتا رہتا ہے +

۴۔ ورزش کے لئے ایک ضروری امر یہ بھی ہے - کہ جہاں تم ورزش کرو وہ جگہ گھٹی ہوئی نہ ہو + تازہ ہوا اور کھلے میدان میں پھرنے اور ورزش کرنے سے پھیپھڑے خوب پھیلتے ہیں - جسم کی حرکت قلب کی حرکت کو تیز کرتی ہے - اور بار بار لمبے لمبے سانس لینے سے خون صاف ہوتا ہے + جب ہم سیر کر کے واپس آتے ہیں تو دل و دماغ تازہ ہو جاتا ہے - اور جسم کی سب کثافتیں دور ہو جاتی ہیں +

۵۔ ریاضتِ جسمانی سے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں - اور جس قدر کثافتیں جسم کے اندرونی حصے میں ہوتی ہیں - وہ بخارات کی شکل میں اپنی صورت بدل کر مسامات سے خارج ہوتی رہتی ہیں + ورزش سے یہ عمل جلد جلد ہوتا ہے اور تھوڑی سی دیر میں بدن تمام کدورتوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے +

۶۔ کرکٹ اور فٹ بال یا اسی قسم کے اور کھیل عضلات اور اعصاب کو مضبوط کرتے ہیں پھیپھڑوں کو اچھی طرح پھیلاتے ہیں اور جسم کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں +

۷۔ ورزش کے فائدے اس حکایت سے جو ہم تمہیں سناتے ہیں بخوبی ظاہر ہونگے :- کہتے ہیں - کہ ایران کے بادشاہ کی صحت خراب ہو گئی اور اُس نے اپنے علاج کے لئے اُس زمانے کے ایک حاذق طبیب کو بلایا - طبیب نے دیکھا - کہ

بادشاہ سلامت اس قدر موٹے تازے ہیں کہ نشست و برخاست سے عاری ہیں۔ دس بیس قدم چلنا تو درکنار لبِ فرش جانے میں بھی تکلف ہے۔ معاً اُس کے ذہن میں یہ بات آئی۔ کہ کئی ریاضت اُن کی بیماری کا باعث ہے +

۸۔ دریافت کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دن بھر نرم نرم گدیوں اور ملائم قالینوں پر لوٹ لگایا کرتے ہیں۔ اگر چار قدم پر بھی جانا ہوتا ہے۔ تو سخت رواں اور پالکی حاضر کی جاتی ہے۔ کھانے کا انتظام یہ ہے کہ گویا کی کوئی لذیذ چیز ایسی نہیں جو دسرخوان پر اُن کے روبرو پیش نہ کی جاتی ہو +

۹۔ خوراک کی یہ کیفیت اور ریاضت کی یہ حالت۔ صحت قائم رہے تو کس طرح + طبیب پاسِ ادب سے یہ تو کہ نہ سکا کہ کھائیے پیجئے کم اور چلئے پھرئے زیادہ۔ لیکن اُس نے علاج کی تدبیر اپنے دل میں سوچ لی اور بادشاہ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ کہ اگلے روز دوا تیار کر کے حاضر خدمت ہونگا +

۱۰۔ گھر پہنچ کر اس نے لوہے کے دو گولے تیار کئے۔ اور اُن پر سفید کاغذ منڈھا۔ اس کاغذ پر چند حروف لکھے۔ جنہیں اُس کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکتا تھا +

۱۱۔ دوسرے دن بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یہ گولے حضور کے لئے تیار کر کے لایا ہوں۔ ان کے اندر کچھ دوائیں بھری ہیں اور اُن پر ایک نہایت

محرّب عمل لکھا ہے۔ اگر انہیں آپ میری ہدایت کے موافق استعمال کریں گے تو یقین کامل ہے کہ چند ہی روز میں شفلے کھلی حاصل ہو جائیگی + استعمال کا طریق یہ بتایا کہ دونو ہاتھوں میں ایک ایک گود لے کر اپنے باغ کے گرد پہلے روز تین چکر لگائیے دوسرے روز چار۔ اور پھر اسی طرح ایک ایک چکر روز بڑھاتے جاتیے۔ جس دن پورے اکیس چکر ہو جائیں گے۔ اسی دن آپ کی بیماری زائل ہو جائیگی +

۱۲۔ طبیب نے یہ بھی بتایا کہ چکر لگانے وقت گونوں

کو سر سے اوپر اس قدر بلند کرنا چاہیے کہ ہاتھ بالکل سیدھے ہو جائیں اور پھر انہیں آہستہ آہستہ نیچے لانا چاہیے۔ یہاں تک کہ دونو ہاتھ زمین کی طرف لٹکے لگیں۔ یہ عمل بار بار کرنے سے سحر کا اثر جلد ہوگا +

۱۳۔ بادشاہ نے طبیب کے کہنے پر عمل کیا اور چکر لگانے شروع کیے + پہلے دن تین چکر لگائے پھر ایک ایک بڑھاتا گیا۔ جس دن اکیس چکر پورے ہو گئے بادشاہ نے طبیب کو اپنے محل میں بلا کر کہا کہ اب میری بیماری بالکل زائل ہو گئی ہے۔ بھوک بھی خوب لگتی ہے۔ کھانا بھی خوب ہضم ہوتا ہے چل پھر بھی خوب سکتا ہوں۔ جسم ہر چند پہلے سے آدھا رہ گیا ہے۔ مگر قوت دو چند ہو گئی ہے۔ اس کے بعد بہت کچھ انعام و اکرام دیکر اسے رخصت کیا +

(مؤلف)

۱۸ - مینا بازار

۱ - ترکستان میں دستور ہے - کہ ہفتے میں دو دفعہ یا ایک دفعہ ہر شہر میں اور اکثر دیہات میں بازار لگتے ہیں - اُس آبادی کے اور اکثر پانچ پانچ چھ کوس سے اُس پاس کے لوگ پچھلی رات سے گھروں سے نکلتے ہیں - دن نکلے مقام پر آکر جمع ہوتے ہیں + عورتیں برقع سروں پر نقاہیں منہ پر - ابریشم - سوت - ٹوپیاں - رومال - پھلکاری - اپنی دستکاری یا ضرورت کی ماری جو کچھ ہونی چہنے کو لاتی ہیں + مرد ہر قسم کے پیشہ ور اپنی اپنی جنس سے بازار کو گرم کرتے ہیں - مرغی اور انڈے سے لے کر گراں بہا گھوڑوں تک اور گڑی گاڑھے سے لے کر قیمتی قالین تک - میوہات سے لے کر اقسام غلہ - بھس اور گھاس تک - تیل - گھی - مسگری - بخاری - لہاری کے کام یہاں تک کہ مٹی کے باسن تک سب موجود ہوتے اور دو پہر میں سب بک جاتے ہیں + اکثر لین دین مبادلے میں ہوتے ہیں + بادشاہ نیک آئین نے اُسے اصلاح و تہذیب کے ساتھ رونق دی + آئین اکبری میں لکھا ہے کہ ہر مہینے معمولی بازار کے تیسرے دن قلعہ میں زنانہ بازار لگتا تھا +

۲ - جب جشن کے آداب و آئین شان و شکوہ میں اپنے خزانے خالی کر لیتے اور آرائش اور زیبائش کی بھی

ساری دستکاری خرچ ہو چکتی - تو اُن ایوانوں میں جو در حقیقت ایجاد اور عقل و شعور کے بازار تھے - زنانہ ہو جاتا + وہاں محل کی بیگمات آتی تھیں کہ ذرا اُن کی آنکھیں کھلیں اور سلیقے کی آنکھوں میں سگھڑاپے کا سرمہ لگائیں + امرا و شرفا کی بیبیوں کو بھی اجازت تھی جو چاہے آئے - اور تماشا دیکھے + دکانوں پر تمام عورتیں بیٹھ جاتی تھیں - سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا جاتا تھا + خواجہ سرا قلماعتبیاں - اُردہ بیگنیاں اسلحہ جنگ سجے - انتظام کے گھوڑے دوڑاتی پھرتی تھیں + عورتیں ہی پہروں پر ہوتی تھیں - مایوں کی جگہ مالینیں چن آرائی کرتی تھیں - اس کا نام خوش روز تھا +

۴ - نیک نیت بادشاہ آپ بھی آتا تھا - اور اپنی رعیت کی ہو بیٹیوں کو دیکھ کر ایسا خوش ہوتا تھا - کہ ماں باپ بھی اتنا ہی خوش ہوتے ہونگے + جہاں مناسب جگہ دیکھتے تھے - بیٹھ جاتے تھے + بادشاہ بیگم - بہنیں - بیٹیاں پاس بیٹھتی تھیں - امرا کی بیبیاں آکر سلام کرتیں - نذریں دیتیں - بچوں کو سامنے حاضر کرتیں + اُن کی نشینیں حضور میں قرار پاتی تھیں اور حقیقت میں یہ بھی آئین سلطنت کا ایک جزو تھا - کیونکہ یہی لوگ اجزائے سلطنت تھے - شطرنج کے مہروں کی طرح باہم تعلق رکھتے تھے - اور آپس میں ایک ایک کا زور ایک ایک کو پہنچ رہا تھا + ان کی باہمی محبت و عداوت اتفاق و اختلاف اور ذاتی نفع و نقصان کے اثر بادشاہ

کے کار و بار پر پہنچتے تھے + ان کی نسبتوں کے معاملے خواہ اس جشن پر خواہ کسی اور موقع پر ایک مبارک تماشا دکھاتے تھے + کبھی دو ایروں میں ایسا بگاڑ ہوتا تھا۔ کہ دونوں ایک ان میں سے راضی نہ ہوتا تھا۔ اور بادشاہ چاہتے تھے۔ کہ ان میں بگاڑ نہ رہے۔ بلکہ اتحاد ہو جائے + اس کا یہی علاج تھا۔ کہ دونوں ایک ہو جائیں۔ جب وہ کسی طرح نہ مانتے۔ تو بادشاہ کہتے تھے کہ اچھا یہ لڑکا یا لڑکی ہماری۔ تمہیں اس سے کچھ کام نہیں + وہ یا اُس کی بی بی ناز خانہ زادی سے کہتی حضور! لونڈی بھی اس بچے سے دست بردار۔ آخر حضور ہی کے لئے پالا تھا۔ محنت بھر پائی + باپ کہتا۔ کرامات! بہت مبارک مگر خانہ زاد کو اب اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ غلام حق سے ادا ہوا + بادشاہ کہتے بہت خوب ہم نے وصول پایا + کبھی بیگم بیاہ کا ذمہ لیتیں۔ کبھی بادشاہ لے لیتے اور شادی کا سرانجام اس طرح ہوتا۔ کہ ماں باپ سے بھی نہ ہو سکتا +

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد



۱۹۔ جشن تاجپوشی کے موقع پر وایسرائے کی سواری کا جلوس

۱۔ آنتیس ماہ دسمبر سن ۱۹۵۷ء کو جن لوگوں نے لارڈ کرزن کی سواری دیکھی ہے وہ اُس شاندار نظارے کو دیر تک نہ بھولیں گے + ساڑھے گیارہ بجے ریلوے اسٹیشن سے لارڈ اور بیڈی کرزن مع شاہزادہ عالی تنہا ڈیوک آف کنٹا اور اُن کی بیگم صاحبہ لُچس آف کنٹا ہاتھیوں پر سوار ہوئے + تمام ہندوستان کے سرکردہ والیان ریاست جلوس کے ہمراہ تھے + جلوس کا سارا راستہ جو میلوں تک چلا گیا تھا۔ دو روہ فوجوں کے پروں سے آراستہ تھا +

۲۔ فوج کی قطاروں کے پیچھے وفادار اور جاں نثار رعایا کے ہر طبقے کے لوگوں کا ہجوم تھا۔ ان میں سے سے کچھ تو بہ صرف زرکشیر ٹکٹ لے کر کرسیوں اور بچوں پر بیٹھے تھے اور بعض جو اتنی استطاعت نہ رکھتے تھے مگر اس نظارے کے دیکھنے کی اُسنگ سے خالی نہ تھے۔ وہ ویسے ہی آن کھڑے ہوئے تھے + کچھ لوگ دکانوں کے چبوتروں پر تھے کچھ اُن کے بالا خانوں پر +

۳۔ غرض جس طرف اور جہاں تک نظر جا سکتی

تھی۔ لوگ صف در صف نظر آتے تھے اور قوس قزح کے سارے رنگ اس خوبی سے اُن پگڑیوں - ٹوپیوں اور دیگر اقسام لباس کے اجتماع سے پیدا ہوئے تھے۔ کہ جدھر نظر پڑتی تھی اُٹھنے کا نام نہیں لیتی تھی + انتظار کی یہ کیفیت تھی کہ گو سواری بارہ بجے نکلنے کو تھی مگر تماشائی زن و مرد پیر و جوان صبح سے ہی اپنی اپنی جگہ پر آجھے تھے اور نو دس بجے کے بعد تو کوئی جگہ سے ہلا ہی نہیں + جلوس کا سب سے زیادہ خوشنما نظارہ جامع مسجد کی سیڑھیوں سے دکھائی دیا۔ مگر چاندنی چوک کی رونق بھی اُس سے کچھ کم نہ تھی +

۴ - جلوس میں سب سے آگے صوبہ پنجاب کی پولیس کے افسر اعلیٰ گھوڑے پر سوار تھے اور جلوس کی رفتار گویا اُن کے ہاتھ میں تھی + اس آہستگی اور وقار سے اُن کا گھوڑا قدم اُٹھاتا تھا۔ کہ دیکھنے والوں کے مُنہ سے بے ساختہ آفرین نکلتی تھی + ان کے پیچھے کچھ دستے انگریزی فوج کے تھے + جوں جوں یہ لوگ قریب آتے جلتے تھے آنکھیں وائسرائے ہمار کی دید کے لئے بیتاب ہوئی جاتی تھیں۔ کیونکہ وہ اُس دن ایک عظیم الشان قیصر کے قائم مقام ہونے کی حیثیت میں دہلی کا مرکز تھے +

۵ - وائسرائے کے ہاتھ کا نظر آتا تھا کہ ایک شورِ طرب اُٹھا۔ اور اس زور شور سے تالیاں بجنے لگیں۔ کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے + ہر صف یہ چاہتی تھی۔ کہ حضور وائسرائے ان تالیوں کا اعتراف اُتھ

کے اشارے یا سر کی جنبش سے کریں + لیڈی کزن کی شان جو وائسرائے کے ساتھ عاری میں بیٹھی تھیں - ایک نئی آن رکھتی تھی + لباس میں اس خوبصورتی سے مغربی اور مشرقی مذاق کی خوبیوں کو جمع کیا تھا - کہ صاحب نظروں کے دل داد دیتے تھے +

۶ - لیڈی صاحبہ نے جب امریکہ کے امیر سوداگر غلے کے گھر میں جنم لیا ہوگا - تو والدین کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ زمانہ اس خوش قسمت لڑکی کو پائے تخت مغلیہ میں لے جا کر نور جہاں کے مہم میں بٹھائیگا اور وہ حُسن جو معمولی حالات میں امریکہ کے کسی خانہ نشین کروڑ پتی کے گھر کی زینت ہوتا - لارڈ کزن جیسے با اقبال مدبر انگلستان و نائب السلطنت برطانیہ کی بدولت ہندوستان کے در و دیوار پر اپنی روشنی ڈالیگا + لارڈ اور لیڈی صاحبہ خوش نصیب رعیت کی بشاشت اور جوش عقیدت دیکھ کر کھلے جاتے تھے اور لوگ انہیں خوش و محرم دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے اور بار بار خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے +

۷ - ان کے بعد ملکہ معظمہ مرحومہ کی یادگار شانہ زادہ ڈیوک آف کنٹ اپنی عالی جاہ ڈچس کے ساتھ ایک دوسرے ہاتھی پر سوار نظر آئے جس کی سج و سج پہلے ہاتھی سے کسی طرح کم نہ تھی + لوگوں کے جوش ارادت کا دریا ایک دفعہ پھر اُٹھا اور وہ نعرے بلند ہوئے کہ چرخ پیر گونج اُٹھا + ملکہ مرحومہ سے جو تعلق

ہندوستان کو پیدا ہو گیا تھا وہ دلی تعلق تھا اور لوگ نہایت خوش تھے۔ کہ اس ملکہ کا ایسا سپوت، اس جشن میں شریک ہے +

۸۔ اس کے بعد راجوں اور نوابوں کی سواریاں آئیں + نظام دکن اور ایک اور رئیس پہلو پہلو دو سجے ہوئے ہاتھیوں پر سب سے آگے تھے۔ حضور نظام کی سادگی نے وہ شان دکھائی کہ اس پر ہزار زینتیں قربان تھیں + جلال شاہی چہرے پر خود برسا رہا تھا۔ دکن کا بستی رنگ نمایاں تھا۔ ہاتھی کی جھول بستی۔ ہودے پر بستی رنگ۔ فیلبان کی وردی بستی + اس کے بعد درجہ بدرجہ اور تاج داروں کی سواریاں تھیں۔ جن کے ہاتھیوں کی جھولیں سونے چاندی کی چادریں معلوم ہوتی تھیں +

۹۔ ان چیدہ چیدہ ممتاز والیان ملک کے پیچھے گورنران صوبجات تھے جن میں پنجاب کے لاٹ صاحب کو باعتبار اس کے کہ جلوس ان کے علاقہ میں تھا۔ نمایاں جگہ ملی تھی + سپہ سالار افواج ہند یعنی لارڈ کچنر بھی مع اپنے خاص دستہ فوج کے جلوس کی رونق کو بڑھا رہے تھے + ان کے بعد سپہ سلطنت کے چھوٹے چھوٹے ستارے آرہے تھے۔ جن میں مختلف مشلوں۔ مختلف رنگوں۔ مختلف مذہبوں اور مختلف لباسوں کے لوگ تھے + چشم نظارہ پسند اس جلوس کے جلوے کو دیکھتی تھی۔ اور سیر نہ ہوتی تھی اور ختم ہونے پر

ہر شخص یہ کہتا تھا۔ کہ کاش ایک دفتہ پھر سواری اُن کے سامنے سے گذرتی۔ یا کاش اور لمبی ہوتی *
 ۱۰۔ اگر کوئی ایشیائی حاکم ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ اور فوجیں جلوس میں شامل کر کے اور تمام راجاؤں اور نوابوں کے خدام کو ان کی اپنی سواری کے ہمراہ ہونے کی اجازت دیکر جلوس کو اتنا طول دیتا کہ بارہ بجے سے شروع ہو کر شام تک ختم نہ ہوتا۔ مگر لارڈ کرزن کو جہاں ایشیائی مذاق کو بناہنا تھا۔ وہیں مغربی ضروریات اور خیالات بھی بد نظر تھے۔ دو ڈھائی بجے جلوس سے فارغ ہو کر کپ میں سہ پہر کا ناشتہ کھانا بھی سب یورپین اصحاب کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے یہ مبارک رسم وقت مقررہ پر ختم ہو گئی *
 شیخ عبد القادر بی۔ اے

۴۰۔ لندن

۱۔ کیسا غدار شہر ہے اور کس غضب کی مصروفیت ہے۔ جس کو دیکھو دوڑا جا رہا ہے * دو پہر کے قریب کاروبار کا زور ہوتا ہے۔ اس وقت کسی بازار میں ایک آدمی بھی مشکل سے ایسا نظر آتا ہے۔ جو آہستہ چل رہا ہو۔ کیونکہ سب تیز چلتے ہیں۔ اور جو آہستہ چلنا چاہے۔ اُس کے لئے یہاں بڑی مصیبت ہے۔ ضرور

دھکے کھائیگا۔ یہاں کا دستور یہی ہے۔ کہ راستہ لیتا چلے اور راستہ دیتا جائے۔ آہستہ چلنے والے کا یہاں گزر نہیں۔ تیز زوی کی رو اس کو یوں بہالے جائیگی۔ جیسے خس و خاشاک سیلاب کے آگے آگے ہو لیتے ہیں۔ روز محشر کی نفسا نفسی تو مدتوں سے سُنتے تھے۔ یہاں ہر روز قیامت کی گرم بازاری ہے۔ ع

رہا جو پس کارواں رہ گیا

۲۔ دن کے وقت یہاں ہر ایک شخص اپنے کام میں مصروف رہتا ہے + بازاروں میں نہ صرف کاروباری لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ بلکہ امرا اور عسکری اور ان کی بیبیاں اور بچے سب اپنا سامان خریدنے کے لئے نکلتے ہیں + ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ اخلاق سے گفتگو کرتا ہے۔ خواہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو + لوگ مسافر کو بہت توجہ سے رات بتاتے ہیں + دُنیا کے ہر حصے کے لوگ فرانسیسی۔ ارسنی۔ جرمنی۔ یہودی۔ ہندی۔ چینی۔ جاپانی۔ ترک۔ عرب۔ مصری غرض ہر ملک و ہر قوم کے لوگ زمانہ حال کے اہل کے گلی کوچوں کی رونق کو بڑھانے میں + شہر کے باغات اور پارک دن کے وقت (سوائے تعطیل کے اوقات کے) کس مہر کی حالت میں ہوتے ہیں۔ البتہ شام ہوتے ہی اُدھر رجوع خلافت ہوتا ہے۔ اور ہر باغ میں ہزاروں لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے + کوئی وعظ سُنتا ہے۔ کوئی مذہبی گیت گاتا ہے۔ کوئی گھاس پر لیٹتا ہے۔ کوئی باجا سُنتا ہے۔ کوئی بچوں پر بیٹھا

دن کی کوفت مٹاتا ہے۔ کوئی سیر تفریح کے لئے چمک لگاتا ہے۔ مگر شام کے بعد کا نقشہ ہی اور ہے +

۳۔ لندن رات کے وقت - رات کو وہ دن کا کالا کلوٹا لندن نہیں رہتا + سیاہی کو تو ظلمتِ شب ڈھانپ لیتی ہے اور روشنی تاریکے شب سے فائدہ اٹھا کر دگنی آب و تاب دکھاتی ہے + ہر ہوٹل - ہر تھیٹر - ہر میخانہ ایک بقمعہ نور نظر آتا ہے + ان مقامات کو روز ایسی ایسی ترکیبوں سے روشن کیا جاتا ہے - جیسے ہم کبھی کبھی دیوالی یا شبِ برات کی تقریبوں یا جشنِ شاہی کے موقع پر چراغان کرتے ہیں + بعض جگہ ایسے انداز سے روشنی کی جاتی ہے کہ دکان کا نام اور پتہ آتشیں حروف میں دُور سے نظر آئے + بعض اور بھی ستم کرتے ہیں - ایسی کل رکھ دیتے ہیں - کہ حروف دم بدم بدلتے رہیں - اور اس طرح ہر وقت اُن کے کارخانے کا اشتہار ہوتا رہے +

۴۔ لندن کے ذرائع سفر - لندن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے اکثر میلوں کا سفر طے کرنا پڑتا ہے + اب دیکھنا یہ ہے - کہ وہ ذرائع کون کون سے ہیں - جن سے لوگ ادھر ادھر سفر کرتے رہتے ہیں + کوئی کار و بار والا آدمی ایسا نہیں جو دن میں تیس چالیس میل کا سفر شہر کے اندر اندر ہی نہ کرتا ہو + اس کے لئے کیا بندوبست ہے - ایک ذریعہ تو آسانی بس ہے - یہ گاڑیاں چار ہزار کے قریب ہیں -

جن کے لئے تیس ہزار گھوڑے کمپنیوں کو رکھنے پڑتے ہیں۔ اور ان کی آمد ارٹھائی سو روپے فی ہفتہ فی گاڑی ہے + ان کے سوا اور بھی گاڑیاں ہیں۔ جن کی تعداد پچھلے سال کے شمار کے مطابق بارہ ہزار کے قریب تھی۔ آٹھ ہزار دو پیہ اور چار ہزار چو پیہ + ان پر تیرہ چودہ ہزار کوچوان مقرر ہیں۔ جن کی اوسط آمدنی روزانہ پندرہ روپے فی کس ہے + ان کے علاوہ ریلیں ہیں۔ جن میں بعض زمین کے اوپر چلتی ہیں اور بعض نیچے۔ ہر دس دس پندرہ پندرہ منٹ کے بعد گاڑی چھوٹی ہے۔ اور اس پر بھی بعض اوقات جگہ پانی مشکل ہوتی ہے + بعض گاڑیاں بجلی کے زور سے چلتی ہیں۔ یہ سارے شہر میں تو نہیں۔ لیکن شہر کے زیادہ آباد حصوں میں کثرت سے ہیں۔ اور ہر دو تین منٹ کے بعد ان کی بھری ہوئی ٹرینیں چھوٹی رہتی ہیں + کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ ہم زینے سے نیچے اتر رہے ہیں۔ کہ گاڑی آئی اور نکل گئی مگر تین چار منٹ سے کبھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کہ دوسری گاڑی آگئی + اب موٹر گاڑیاں بھی کرائے پر ملنے لگی ہیں۔ اور کئی حصوں میں ٹریم بھی زور شور سے چلتی ہے + بجلی سے چلنے والی ٹریم بھی ہے اور وہ بھی ہے جسے گھوڑے کھینچتے ہیں۔ اور ابھی شکایت ہے۔ کہ سواری کا سامان کم ہے۔ ٹریم کی اور بجلی والی نہ زمینی ریل کی توسیع ہونی چاہئے + یہ سارا اہتمام تو عوام کے لئے ہے۔ خاص لوگوں کی

دو اسپہ اور چار اسپہ بگیوں اور بانگی موٹر گاڑیوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں ہے

۵۔ لندن کا طریقہ دکانداری۔ نقل و حرکت

کا یہ زور و شور جس کا ذکر اوپر ہوا۔ سب تجارت کے باعث ہے۔ اور تجارت ہی میں انگلستان کی عظمت کا راز پنہاں ہے۔ یہ تجارت کے اُن شعبوں کا ذکر جن سے یہاں کے بڑے کارخانے اور جہازوں کی قیام گاہیں آباد ہیں۔ علیحدہ مضمون چاہتا ہے۔ بہر دست اس کے ایک چھوٹے سے صیفے کو لیتے ہیں۔ یعنی دکانداری۔ جوں جوں یہاں کے کاروبار کے اس حصے کو دیکھتے ہیں۔ دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ ہو کہ اپنے ملک کے دکانداروں کی ایک جماعت کو یہاں لا کر یہ نمونہ دکھائیں کہ اس طرح کام کرنا چاہئے۔ پہلی چیز جو دیکھنے اور اخذ کرنے کے قابل ہے وہ دکان سجانے کا طریقہ ہے۔ ہر دکان کے باہر ایک بڑا دروازہ شیشے کا لگا ہوا ہے۔ جس میں اُن تمام چیزوں کے نمونے جو دکان کے اندر مل سکتی ہیں۔ قرینے سے سجے ہیں۔ اور ہر جنس پر قیمت لکھی ہوئی ہے۔ ہر شخص جو گزرتا ہے۔ دیکھنے کو ٹھہر جاتا ہے۔ گویا ہر دکان بجائے خود ایک اشتہار مجسم ہے۔ گو وہ اس اشتہار پر قناعت نہیں کرتے۔ اشتہار کے اور وسائل بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص یونہی سجاوٹ کی کشش سے دیکھنے کو ٹھہرا ہوتا ہے اُس کی نظر میں کوئی

چیز کھب جاتی ہے یا اس کی قیمت جج جاتی ہے اور وہ اندر جا کر اسے خرید لیتا ہے + اس صفائی کے شوق سے بازار کی خوبصورتی میں ترقی ہوتی ہے - چیزیں خراب نہیں ہوتیں اور دکان کی رونق بڑھتی ہے + اگر ہمارے ہاں بڑے شہروں کے بڑے بازاروں میں ہر شخص جو نئی دکان بنائے اس میں اس خوبی کا التزام کرے جیسا کہ وہاں بھی بعض انگریزی دکانوں کی ساخت میں کیا جاتا ہے تو کرائے دار کو بھی فائدہ ہو - اور مالک دکان کو بھی - مگر یہاں کی دکانداری میں جو بات اس سے جی بڑھ کر ہے - وہ ان دکانداروں کی تربیت ہے + ان کو یہ سکھایا گیا ہے - کہ گاہک کا دل خلق اور تواضع سے موم کر لو - گاہک دکان میں گھسے تو فوراً دکاندار اس کی طرف دوڑ کر آئیگا اور سر کے لفظ کا جس کے معنی جناب یا حضور ہیں - ایک تار باندھ دیگا - چاہے گاہک پھٹے کپڑے ہی پہنے کیوں نہ ہو +

۶ - لندن کی پولیس - یہ تمام رونق - یہ تمام گرم بازاری یہ تمام دلچسپی کے سامان جن کا اوپر ذکر ہوا ہیج ہوتے - اور مسافروں کو لندن میں رہنا اور چلنا پھرنا محال ہوتا - اگر لندن کو خوش قسمتی سے ایسے عمدہ ملازمان پولیس میستر نہ ہوتے + اکثر کہا جاتا ہے اور ہے بھی یونہی کہ لندن کی پولیس دنیا بھر کی پولیس سے بہتر ہے + پولیس کا سپاہی لندن میں ایک نعمت ہے + اپنے فرائض کا نہایت پابند - حلم اور نرمی کا پتلا - اور

انتظام کی جان ہے + اُس کے فرائض یہاں نہایت مشکل ہیں + ایک بڑا کام تو اس کے سپرد یہ ہے کہ وہ یہاں کی بیشتر آمد و رفت کو با ترتیب رکھے چنانچہ اسے وہ نہایت خوبی سے انجام دیتا ہے + ہر موڑ پر اور ہر چوک میں دن میں بیسیوں دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف سے بس - ایک طرف سے ٹریم - کسی طرف سے گھوڑے گاڑیاں - کسی طرف سے اسباب کے چھکڑے اور سب طرف سے آدمی آرہے ہیں اور خطرہ ہے کہ گاڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا جائیں یا آدمی کسی گاڑی کے نیچے آکر کچل جائیں - مگر پولیس والا ان تمام خطروں کو روکتا رہتا ہے + جو اختیار اُسے حاصل ہیں وہ بھی قابلِ غور ہیں اور جس خوبی سے وہ انہیں برتتا ہے اور لوگ مانتے ہیں وہ بھی قابلِ داد ہے + پولیس والے کی ایک اُنکلی کا کسی جانب اُٹھ جانا اس بات کی علامت ہے کہ اُس طرف کے آدمی گاڑیاں وغیرہ سب یکبارگی رُک جائیں - اور وہ رُک جاتے ہیں تب وہ دوسری طرف کی گاڑیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ جلدی سے گزر جاؤ پھر وہ آدمیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ دوڑ کر نکل جائیں - پھر رُکی ہوئی گاڑیوں کو چلتا کر دیتا ہے + دن بھر سڑک کے مرکز یا موڑ یا چوک میں دردی پہننے سیدھا بُت بنا کھڑا رہتا ہے + دھوپ ہو تو سوائے ٹوپی کے کوئی حفاظت نہیں - اُسے اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں - اور بارش ہو - تو باران کوٹ اور بارانی ٹوپی ہر وقت ساتھ ہے - پہن لی اور بارش میں کھڑا ہے + اس کے

علاوہ اُس کے معلومات راستوں اور سڑکوں کی نسبت بہت وسیع ہیں۔ اور ہر مسافر کو لازم ہے۔ کہ جہاں ذرا بھی شبہ ہو اُس سے پوچھ لے۔ وہ نہایت کشادہ پیشانی سے سب کچھ بتا دیتا ہے +

شیخ عبد القادر بی اے

۲۱۔ مردم شماری کے فائدے

۱۔ ایک خاص عرصے کے بعد کسی ملک کی آبادی کا شمار کرنا مردم شماری کہلاتا ہے + دُنیا کے تمام مہذب اور مقتدر ملکوں میں ایک معین عرصے کے بعد مردم شماری ہوتی رہتی ہے۔ اور لکھو لکھا روپے اس کام میں خرچ ہو جاتے ہیں + اول ہی اول سلسلہ میں ہندوستان کی مردم شماری کی گئی اور اس پر گورنمنٹ کے پیچیس لاکھ روپے صرف ہوئے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سلطنت یہ مبلغ خیر و زر کثیر کسی فضول بات پر ضائع کرنے والی نہ تھی + اس کے بعد دوسری سلسلہ اور تیسری سلسلہ میں ہوئی۔ اور اب ہر دس برس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ سلسلہ میں چوتھی مردم شماری ہونے والی ہے +

۲۔ مردم شماری کے فائدے کچھ خاص سرکار ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ اس سے رعایا کو بھی بے شمار فائدے

حاصل ہوتے ہیں + ہر حادثہ و واقعہ ارضی و سماوی کے لئے مردم شماری کو تدابیر حفظ و ماتقدم کا ایک ذخیرہ بلکہ عہد حکومت کے ایک معتد بہ زمانے کی صحیح تاریخ اور سچا نوٹ سمجھنا چاہئے + اور چونکہ ہمیشہ ایک عرصہ معین کے بعد مردم شماری ہوتی رہتی ہے - اس لئے سرکار پر اس طرح جملہ رعایا کا حال آئینہ ہوتا رہتا ہے - کہ اُن کی سلطنت میں کس کس قسم کے لوگ آباد ہیں - اُن سے کیا کیا کام نکل سکتے ہیں - کس قسم اور کس درجے کی تعلیم اُن میں مؤثر ہے + اس فرقے کے لوگ کیوں زیادہ دولت مند ہیں - اُس گروہ کے اشخاص کیوں افلاس میں گرفتار ہیں - ان میں تعلیم کی کمی کا کیا سبب ہے - اُن میں ترقی تہذیب و تعلیم کا کیا باعث ہے + کن لوگوں کو گورنمنٹ کی امداد کی احتیاج زیادہ ہے + کیونکہ ملک کی ثروت و دولت میں ترقی ہو سکتی ہے + کن تدبیروں سے رعایا کا افلاس دور ہو سکتا ہے + کون لوگ سلیم المزاج - اطاعت پسند اور صلح جو ہیں - کس فرقے کے لوگ آتش مزاج - فتنہ پرداز اور تند خو ہیں - اُن کے قابو رکھنے کی اور راہ پر لانے کی کیا سبیلیں ہیں + یہ لوگ کیوں پست ہمت اور ضعیف الاعتقاد ہیں + اس جرم خاص کی فلاں قوم یا فرقے میں کیوں کثرت ہے - اور اس کی کثرت کہاں تک مضر انتظام ہے + کیونکہ اور کس اندازہ سے یہ اجزائے مختلفہ سلطنت باہم ترکیب پائیں - کہ ملک کے

مزاج کو معجون معتدل کا فائدہ بخشیں + انتظام سلطنت میں کون لوگ قوانین مروجہ حال سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اُس کے صلے میں سرکار کو وہ اپنی یافت اور آمد کا کونسا حصہ دیتے ہیں + قوانین مروجہ میں کس امر کی اصلاح و ترمیم کی - اب یا آئندہ کس قدر ضرورت ہے - یا ہوگی + اس قوم یا فرقے کے لوگ کن رسومات خارج از مذہب کے پابند ہیں - اور وہ اُن کے حالات میں کہاں تک تغیر و تبدل پیدا کرتی ہیں ؟ گورنمنٹ کہاں تک ان میں دخل دینے کی مجاز ہے یا ہو سکتی ہے + رعایا میں آزادی اور پابندی کا کیا معیار رکھا جائے - کہ انتظام اور انصاف کے پائے سے نہ گر جائے + کون اپنے کسب و حرفت میں ترقی پر ہیں - اور کون تنزل پر - اور یہ کسب و حرفت ملک کی خوشحالی سے کس قدر علاقہ رکھتی ہے + سابق و حال کی مردم شماری ملک کی ترقی یا تنزل کی کیا حالت دکھاتی ہے - اور کیا کیا اصلاح و ترمیم کی تدبیر سمجھاتی ہے +

۴ - کیا ان امور کی تنقیح و تدقیق اُس قوت پر واجب نہیں - جس کے قبضہ اقتدار میں کروڑوں بندگان خدا کی رفاہ و بہبود تفویض ہے - اُن کی موت و حیات تک اُس کے ہاتھ میں ہے اور خود اُس کی اپنی عظمت و اقبال - شوکت و اجلال کا ان پر انحصار ہے + ظاہر ہے کہ سلطنت کا مدار رعایا پر ہے - اور رعایا کی بہبود

کا انحصار بادشاہ اور حکام وقت کی خوب سے انتظام پر -
 پس اگر بادشاہ کو اپنی رعایا کے حالات سے آگاہی نہیں
 تو اس کی رفاه اور بہبود میں کیا کوشش کریگا - اور کیا
 اپنی عظمت و اقبال کو بڑھائیگا + کیا صاحب خانہ کو اپنے
 گھر کے انتظام اور اپنی راحت و آرام قائم رکھنے کے لئے
 گھر کے تمام متعلقین کے حالات سے آگاہی ضرور نہیں +
 کیا یہ بات عقل کے نزدیک مذہوم نہیں - کہ اُس کے
 متعلقین جن کی وجہ سے وہ گھر باری اور سرگروہ قبیلہ
 بنا ہوا ہے - احتیاج اور ضرورت میں مبتلا ہو کر محض اُس
 کی لاعلمی اور بے خبری سے تلف ہو جائیں - اور اُسے
 اُن کی خبر تک نہ ہو - اس غفلت کا نتیجہ خانہ بربادی
 نہیں - تو اور کیا ہے +

۴م - حکام وقت کو انتظام سلطنت درست حالت میں
 رکھنے کے لئے رعایا کے مختلف فرقوں اور گروہوں سے
 واقفیت حاصل کرنا نہایت ضروری امر ہے + طبیب جب
 تک مریض کے مرض اور مزاج کی تشخیص نہ کر لے - کسی
 علاج سے کامیابی کی امید نہیں کر سکتا + رعایا کی مزاج
 دانی اور اُس کے مختلف امراض کی تشخیص اور علاج کے
 صدد وسائل ہیں - مردم شماری اُن سب سے بہتر اور
 افضل وسیلہ ہے - بلکہ حق تو یہ ہے کہ مردم شماری
 کے رجسٹر کو ملک کے جسم کی اناٹھی یا تشریح کی کتاب
 کہیں - تو نہایت مناسب ہے + اس بیان سے ثابت
 ہوا - کہ رعایا اور حکام میں گھر کے مرنے اور اُس کے

مستلقین یا طبیب اور مریض کا سا علاقہ ہے + پس گھر کا مدبر و عقیل مرتبی انتظام خانہ داری میں جو بات کریگا وہ ضرور گھر کی بہبود اور آرام پر مبنی ہوگی + طبیب حاذق مریض کے حق میں جو تجویز کریگا - ضرور اس کی مبنیاد صحت اور مریض کی خیر خواہی پر ہوگی - لہذا مردم شماری اپنے فوائد کے لحاظ سے ہر مہذب اور شایستہ سلطنت کے لئے ضروری تدبیر ہے +

مولوی سید احمد کبیر .

۲۲ - صحت اور مرض

۱ - ایک صحت ہزار نعمت ہے - تندرستی سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہے - پس تندرست رہنا بس غنیمت ہے + بیماری ایک طرح کا عذاب ہے جو تکلیف کے علاوہ آدمی کے سب کام بند کر دیتی ہے + اگر کسی کو بیماری کا رنج ہو - تو دُنیا کے تمام عیش و آرام اس کی نظروں میں ہیج ہو جاتے ہیں - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے - نہ کھانا مزے کا معلوم ہوتا ہے نہ کسی شغل میں جی بہلتا ہے + بیماری موت کا پیغام ہے - اور موت بے بیماری بہت کم آتی ہے + جب بیماری سخت اور طویل ہو جاتی ہے - تو اکثر انجام کو موت ہے - پس بیماری سے زیادہ انسان کا کوئی

دشمن نہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس دشمن سے بچنا چاہئے *

۲۔ لوگ پیٹ کی خبر گیری اچھی طرح نہیں کرتے اس وجہ سے بیمار ہوتے ہیں * اگر نقصان کرنے والی کوئی چیز کھا لو تو اس کا نقصان فوراً معلوم نہیں ہوگا۔ اس دھوکے میں لوگ پڑے ہیں۔ لیکن زندگی کی اصل پیٹ ہے * کھانا پانی اول پیٹ میں جاتا اور دماغ ہضم ہوتا یعنی پکتا اور گلتا ہے۔ اور اس کا عمدہ عرق جگر میں جا کر خون بنتا ہے اور پھوگ انتڑیوں کی راہ نکل جاتا ہے * خون جگر میں بنتا ہے اور اس کے ساتھ بلغم۔ سودا۔ صفرا پیدا ہوتا ہے * بلغم ادھ کچرا خون ہوتا ہے۔ سودا تلچھٹ جو جگر کے نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اور صفرا اُبال جو جوش کھا کر اوپر آ جاتا ہے * یہ چار چیزیں۔ خون۔ بلغم۔ صفرا۔ سودا۔ چار خلط بولی جاتی ہیں *

۳۔ جب ان میں سے کسی کو حد سے بڑھ کر زیادتی ہوئی۔ تو فساد اور بیماری پیدا ہو گئی * خون کی زیادتی اور فساد سے پھوڑا پھنسی۔ نکسیر۔ کھجلی ہوتی ہے * بلغم سے کھانسی زکام وغیرہ * صفرا سے تپ وغیرہ۔ اور تپ سے درد سر * سودا سے خفقان۔ مراق وغیرہ *

۴۔ پانی بھی پیٹ میں جاتا ہے۔ لیکن اس کا فضلہ جگر میں ہو کر گردوں کی راہ سے شانے میں

پیشاب بن کر نکلتا ہے + پس غذا میں احتیاط کرنا حفظ صحت کے لئے ضرور ہے + بھوک سے زیادہ کھانا اور کھانے کا وقت بدلنا نہ چاہئے۔ بلکہ جب تک بھوک خوب نہ معلوم ہو کھانے کا قصد نہ کیا جائے + ذرا سی گرانی معدے میں ہو تو کھانا نہ کھایا جائے۔ بے وقت اناپ شناپ پیٹ میں کھانا ٹھوسنا بیماری ہے + جو کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہو اُس سے ناقص خون اور ناقص درجے کا بلغم پیدا ہوتا ہے۔ اور طح طح کی بیماریاں آکر گھیرتی ہیں +

۵۔ لڑکے اسی واسطے جلد جلد بیمار ہوا کرتے ہیں۔ کہ کھانے میں احتیاط نہیں کرتے۔ دن بھر بکری کی طح اُن کا منہ چلتا ہے + دسترخوان پر بیٹھتے ہیں۔ تو جانتے ہیں + کہ نوشک پر بیٹھتے ہیں۔ اسی پر سوئیگے۔ اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ ابھی پیٹ بھر کر اُٹھتے ہیں اور پھر آ موجود ہوئے + روٹی۔ سنگھاڑے۔ ککڑی۔ جھڑبیری کے بیر۔ پھلیاں۔ چنے۔ بلا بد تر۔ جو ملا سب چٹ۔ پھر بیمار نہ ہوں تو تعجب + اور جب بیمار پڑتے ہیں تو مصیبت یہ کہ نہ دوا پیتے ہیں نہ لگاتے ہیں۔ رونا ہے اور مائے مائے کرنا + خوب سمجھنا چاہئے۔ کہ جب بیماری آچکی تو بے دوا کئے نہیں ملیگی +

۶۔ ہر ایک آدمی کو بخوڑی سی ریاضت اور محنت بھی ضرور ہے۔ تاکہ کھانا خوب ہضم ہو + کھانے کے

بعد تھوڑی دیر آہستہ آہستہ ٹھلنا بھی ضرور ہے۔ تاکہ کھانا خوب ہپیٹ میں اتر جائے + گرمی کے دنوں میں دھوپ کے وقت باہر پھرنا گویا زبردستی بخار کو گھر میں بلانا ہے + جب دھوپ تیز ہونی شروع ہو اور سموم جس کو لو بولتے ہیں چلنے لگے۔ تو مکان کے اندر محفوظ جگہ میں بیٹھنا چاہئے + بدبو اور دھواں اور گرد اور نمی اور بند ہوا۔ یہ پانچ چیزیں تندرستی کے لئے زہر ہیں + پس بدبو کے پاس صرف بقدر ضرورت رہنے کا مضابطقہ نہیں۔ باقی اس سے الگ رہنا چاہئے + اسی طرح دھواں بھی ضرر کرتا ہے اور گرد و غبار بھی موجب نقصان ہے + نمی بہت بُری چیز ہے۔ بھیکا ہوا کپڑا اور طے رہنا یا بھیکے اور سیلے ہوئے مکان میں بیٹھنا ضرور بیماری کا باعث ہے + شبہم یعنی اوس آں لئے مُفسر ہے کہ اس سے کپڑے سِلتے ہیں + چھڑکاؤ کا کھلی ہوئی جگہ میں مضابطقہ نہیں۔ جیسے صحن یا کھلی ہوئی چھت پر۔ لیکن بند کوٹھری میں چھڑکاؤ نہ کیا جائے + چھڑکاؤ کے بعد ایک بھیک اٹھتی ہے۔ اگر مکان کھلا ہوتا ہے۔ تو بخارات نکل جاتے ہیں۔ لیکن بند مکان میں گھٹ کر رہ جاتے ہیں۔ پس ان بخارات کے ملنے سے ہوا خراب اور زہریلی ہو جاتی ہے +

۷۔ برسات کے دنوں میں نمی کا بچاؤ مشکل ہوتا ہے + جو مکان ٹپکتا ہو اور جس کی زمین تر ہو۔

اُس میں رہنا اچھا نہیں + جب دھوپ نکلے بلا ضرورت بھی سب کپڑے خشک کرانے چاہئیں۔ کیونکہ برسات کی ہوا مرطوب ہوتی ہے۔ اندر کے رکھے ہوئے کپڑے بھی سیل جلتے ہیں + نہانے کے بعد فوراً تمام بدن کو کپڑے سے خشک کرنا چاہئے اور اس کپڑے کا الگ رکھنا بہتر ہے + بالا خانے پر رہنا اور اگر بالا خانہ مکان میں نہ ہو۔ تو کھلے ہوئے دالان میں رہنا اچھا ہے + کوٹھڑی جس میں اسباب بھرا ہے اور ہوا بند ہے اُس میں جانا نہ چاہئے۔ اُس کے اندر کی ہوا اچھی نہیں ہوتی + برتنوں کا دھوون کبھی مکان میں نہ ڈالا جائے علیحدہ دور پھینک دیا جائے۔ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے + ترکاری کے پتے مکان میں نہ پڑے رہیں۔ ان میں بھی ایک طح کا زہر ہوتا ہے۔ اور گھر میں کوڑا جمع رہنا بھی بہت بُرا ہے +

۸۔ ایک عادت نہایت بُری ہے وہ یہ ہے۔ کہ گرمی کے دنوں میں رات کو تو اوس میں سوئے اور آخر شب جب ہوا خنک ہوتی ہے تو سردی کے بچاؤ کے لئے اندر مکان میں جا پڑے۔ رات کی اوس اور صبح کی بند ہوا دونوں زہر + شام کا وقت بڑے شہروں میں ہمیشہ نہایت درجے کا خراب ہوتا ہے + لوگ اپنی ضرورتوں کے واسطے بکثرت بازاروں کو آتے ہیں۔ اُن کی آمد و شد سے غبار بلند ہوتا ہے اور دھواں تو غٹ کے غٹ خدا کی پناہ۔ ایسا کہ سانس بھی لینا مشکل

ہوتا ہے + ایسے وقت شہر کے باہر ہوا سرد ہوتی ہے - اور میدان صاف - نہ دھواں ہوتا ہے نہ گرد - انگریز لوگ ہوا خوری کو شہر سے دُور گھوڑے اور بگیوں پر سوار یا پیادہ نکل جاتے ہیں +

۹ - صبح کو ہوا ہر موسم میں نہایت صحت بخش اور روح افزا ہوتی ہے - خصوصاً گرمی کے دنوں میں + لیکن ہندوستانی گھر گھسنے صبح شام دونو وقت اس نعمتِ خدا داد سے محروم رہتے ہیں - اسی واسطے جس کو دیکھو پیٹ پکڑے پھرتا ہے + ماش کی دال کے دو دانے کھاتے ہیں - تو نفخ ہو جاتا ہے - بین کی پکڑی جو چکھ لیتے ہیں تو پیچیش ہو جاتی ہے - تیل کی کوئی چیز زبان پر رکھتے ہیں تو چھاتی جلتی ہے - کوئی ثقیل چیز کھا جاتے ہیں تو درد ہوتا ہے + اگر چلنے پھرنے کی عادت ہو اور صبح و شام ایک ایک گھنٹہ جنگل کی ہوا کھائیں تو سو دوا کی ایک دوا ہے +

۱۰ - انگریز کیسے توانا اور قوی ہوتے ہیں + ان کے بچے بھی بڑے موٹے تازے ہوتے ہیں + یہ سب ہوا خوری اور محنت کی بدولت ہے + چلنے پھرنے سے پسینا آتا ہے - اور جتنی رطوبت ناقص ہوتی ہے سب پسینے کی راہ نکل جاتی ہے - کھل کر بھوک لگتی ہے + ہندوستانی لوگ جنہوں نے محنت کا فائدہ سمجھا - اور ہوا خوری کو انگریزی رسم قرار دیا انہوں نے اور تدبیر نکالی - کوئی ٹرنڈ پلٹتا ہے - کوئی ملدر یا لیزم ہلاتا ہے -

کوئی کشتی لڑتا ہے۔ کوئی بیٹھکیں لگاتا ہے * یہ بات بھی نفع سے خالی نہیں۔ ڈنڈ پیل آدمی کیسے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی ریاضت کو اکثر رذیلوں نے پیشہ کر لیا ہے۔ اکھاڑے بنا رکھے ہیں۔ اُن میں تمام دُنیا کے بد وضع لڑکے جمع ہوتے ہیں +

۱۱۔ ریاضت کرنا ضرور چاہئے۔ اور صبح شام پیادہ ہوا خوری سے بہتر اور کوئی ریاضت نہیں + تندرستی کا ایک اور آسان نسخہ یہ ہے۔ کہ ہر وقت تھوڑی بھوک لگی رہے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بیماری پاس نہ پھٹکیگی +

(مولوی نذیر احمد شمس العلماء)

۲۳۔ افلاطون

۱۔ حکماء متقدمین میں یہ بڑا مشہور حکیم گزرا ہے + اس کا باپ شہر ایٹھنز کا رہنے والا تھا۔ مگر افلاطون حضرت عیسے کی پیدائش سے ۴۳۰ برس پہلے کسی اور جزیرے میں پیدا ہوا تھا + یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ افلاطون ایٹھنز کے اخیر بادشاہ کورس کی اولاد سے تھا +

۲۔ شروع میں اُس نے امیر نادوں کے طور پر تربیت پائی + ورزش کا بہت شوق رکھنا تھا + اول اس نے شاعری اور مصوری کی طرف توجہ کی۔ اور ان

فنون کو تھوڑے ہی عرصے میں سیکھ لیا + جب اس کی عمر تیس برس کی ہوئی - تو سب استادوں کو چھوڑ کر صرف سقراط سے علم حکمت کی تحصیل شروع کی + اُس کی نصیحتوں کو غور سے سُنتا - اور اُن پر عمل کرتا + سقراط کو افلاطون سے کمال درجے کی محبت تھی - اور یہ بھی اس کا فدائی تھا + جب حاسدوں نے بغض اور حسد کی راہ سے سقراط پر الزام لگا کر اس کے قتل کی تجویز کی - اُس وقت افلاطون نے حاکمان عدالت کے روبرو کچھ گفتگو کرنی چاہی - لیکن حکام نے اُسے اجازت نہ دی +

۴ - افلاطون نے علم فلسفے کے سیکھنے کے لئے دُور دُور کے سفر کئے - مختلف ممالک میں گیا اور وہاں کے حکما سے طبع طبع کے علوم سیکھے + چنانچہ مصر اور اطالیہ میں جا کر حکیم فیثا غورث کے شاگردوں سے ملا - اور اُن سے اس مشہور حکیم کے مسائل معلوم کئے + اُس زمانے میں ملک مصر میں علم ہندسہ اور علم ہیئت کا بہت چرچا تھا - اور ان دونوں علوم کی اُس نے اس جگہ پورے طور پر تکمیل کی + پھر ملک فارس یعنی ایران پہنچا - اور وہاں آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کے مذہب کی تحقیق کی + یہ بھی اس کا ارادہ تھا - کہ ہندوستان میں آ کر برہمنوں کے دین کا حال معلوم کرے - لیکن اُن دنوں میں ممالک مشرقی میں لڑائی بھڑائی بہت پھیل رہی تھی - اس لئے اس ارادے کو پورا نہ کر سکا +

آخر وطن کی طرف مڑا۔ اور شہر ایتھنز میں ایک مدرسہ بنایا۔ یہاں اپنے مسائل اور علم فلسفے کی تعلیم شروع کی + اس حکیم کو علم ہندسہ کا یہاں تک شوق تھا۔ کہ اپنے مدرسے کے دروازے پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا۔ کہ جو کوئی علم ہندسہ نہ جانتا ہو۔ وہ اس گھر میں قدم نہ رکھے + افلاطون کے مدرسے میں اکثر امیروں اور بڑے بڑے آدمیوں کے لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ اور اور ملکوں میں اس کا اس قدر شہرہ ہو گیا تھا۔ کہ دُور دُور سے لوگ اُس کا نام سن کر تحصیل علوم کے لئے چلے آتے تھے + اس حکیم کے بہت شاگرد بڑے بڑے فاضل ہو گزرے ہیں۔ لیکن ارسطو ان میں ایسا ہوا ہے کہ اپنے اُستاد پر بھی فوق لے گیا + افسوس! آدمی کیسا ہی نیک اور کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ حاسد بے حسد کئے نہیں رہتے۔ چنانچہ افلاطون سے بھی اکثر حکیم حسد کرتے تھے۔ لیکن وہ کچھ خیال نہ کرتا تھا اور اگر وہ لوگ اس سے کوئی بات پوچھتے تھے۔ تو اُن کو معقول جواب دیتا تھا +

۴ - افلاطون کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو اُس مادے سے بنایا تھا۔ جو پہلے بے قاعدہ اور اُبے ترتیب موجود تھا۔ اور مادے کی اس نے یہ تعریف کی ہے۔ کہ یہ وہ شے ہے۔ جس میں کوئی صفت یا شکل بالفعل موجود نہیں۔ لیکن کسی شکل یا صفت کے حاصل کرنے کی قابلیت اس میں پائی

جاتی ہے * گویا اس حکیم کی رائے کے موافق عالم ایک عظیم الشان عمارت ہے۔ مادہ اس عمارت کا مصالح ہے۔ اور خدا معمار * افلاطون خدا کی ذات کی یوں تعریف کرتا ہے۔ کہ وہ عقل عظیم غیر مادی ہے۔ نہ اُس کا آغاز ہے۔ نہ انجام۔ تغیر و تبدل کو اُس میں راہ نہیں۔ اُس کا تصور صرف عقل ہی کر سکتی ہے * ۵۔ اس حکیم نے دُنیا میں ایسی شہرت پائی۔ کہ جس طرح ہندوستان کے گلی کوچوں میں بچہ بچہ اُس کا نام جانتا ہے۔ اسی طرح لندن اور بخارا میں بھی ہر ادنیٰ و اعلیٰ اُس سے واقف ہے * اس حکیم نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ۳۴۵ برس پہلے اس جہان فانی سے رحلت کی * چونکہ اُس کو ورزش کا شوق تھا۔ اس سبب سے بڑھاپے تک اُس کے اعضا اور قوتیں میں کسی طرح کا فرق نہ آیا * (مؤلف)

۲۴۔ روضہ ممتاز محل

۱۔ شاہجہاں بادشاہ کی عمارتوں میں یہ عمارت ایسی پاکیزہ اور نفیس ہے۔ کہ روئے زمین کی کوئی دوسری عمارت نہیں * شاہجہاں نے یہ عمارت اپنی چاہیٹی پیچی ارجمند بانو عرف ممتاز محل کی یادگار میں تیار

کرائی + آگرے سے کوئی دو میل دریاے جتنا کے بائیں کنارے ہے + ۱۷ برس کے عرصے میں بنی + اس کے سفید گنبد کی بہار تو شہر میں سب ہی جگہ سے نظر آتی ہے۔ مگر عمارت کی صنعت اور اس کی خوبی پاس جا کر دیکھنے سے کھلتی ہے + جب قریب پہنچتے ہیں۔ تو ۱۸۶۰ فٹ لمبا اور ۱۰۰۰ فٹ چوڑا ایک احاطہ دکھائی دیتا ہے + اس کی چار دیواری میں طاق بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف سنگ سنگ کا ایک ایک دروازہ ہے۔ تین چھوٹے اور ایک بڑا +

۲۔ بڑے دروازے پر جس سے روضے میں داخل ہوتے ہیں قرآن شریف کی آیتیں کندہ ہیں۔ اور بن ہوئے بنے ہوئے ہیں + اس دروازے سے چند سیڑھیاں اتر کر باغ میں داخل ہونے ہیں۔ یہ باغ بھی ایسا پُر فضا۔ آراستہ اور پیراستہ ہے۔ کہ اُسے دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے ۵

اگر فردوس بر روئے زمین است

بہمن است دہمین است دہمین است

پھولوں کی خوشبو۔ پودوں کی بہار۔ میوہ دار درختوں کی قطار اور روشوں کی تراش کا لطف بیان سے باہر ہے + روشوں پر سنگ سنج کا فرش اور بیج میں سنگ مرمر کا ایک پاکیزہ حوض ہے + حوض نے اندر فوارے لگے ہیں۔ اور گد سرو کے درخت کھڑے ہیں + یہ فوارے ہر وقت جاری نہیں رہتے۔ ان کے چھوٹے

کا تماشا کبھی کبھی کسی خاص موقع پر دیکھنے میں آتا ہے +
 حوض سے آگے بڑھ کر کئی سیڑھیاں چڑھ کر ایک شطرنج
 نما چبوترے پر پہنچتے ہیں + اس کے اوپر ۳۱۳ فٹ
 مربع سنگ مرمر کا ایک اور چبوترہ ہے - اور اس چبوترے
 کی دیوار میں ایک طرف سنگ مرمر کا زینہ ہے اور
 چاروں گوشوں پر چار مینار سرکشیدہ کھڑے ہیں +
 ان میں ہر ایک ۳۱۳ فٹ بلند ہے + اسی چبوترے
 کے عین وسط میں ۱۸۶ فٹ مربع میں خاص روضے
 کی عمارت ہے + روضے کی سقف پر سنگ مرمر کا
 گنبد ۸۰ فٹ اونچا چلا گیا ہے - اور اس کی چوٹی
 پر ایک طلائی کلس بشکل ہلال چمکتا ہے + بڑے
 گنبد کے گرد چار چھوٹے برج اور ہیں ان سے
 اس کی زیبائش اور بھی زیادہ ہو گئی ہے + اس
 روضے کی مغربی اور مشرقی سمت نیچے کے چبوترے
 پر دو خوش قطع اور ہم شکل عمارتیں بنی ہوئی ہیں -
 ان میں سے ایک مسجد ہے - اور دوسری اس کا جواب +
 ۳ - یہ تو باہر کا نقشہ تھا - اب اندر کی کیفیت
 سنئے + گنبد کے اندر جا کر در و دیوار پر گلزار بلکہ
 نگار خانے کی بہار نظر آتی ہے + جا بجا عقیق و شب
 و لاجورد وغیرہ قیمتی پتھروں کے پھول اور بیل بوٹے
 اس خوبصورتی سے بنائے ہیں - کہ اس زمانے کے
 بڑے بڑے صنّاع اور انجینیئر انہیں دیکھ کر تیران
 ہو جاتے ہیں +

۴۔ پتھروں کی پنکھڑیوں میں بیسیوں رنگ کے پتھر لگائے ہیں۔ اور پتھر کے جوڑ اس خوبی سے ملائے ہیں۔ کہ اگر ناخن بھی پھیریں تو کہیں نہیں حرکت کرتا + ان پھولوں کے سوا دروں - محرابوں اور دیواروں پر جگہ جگہ سنگ ہسود کے حروف میں قرآن کی آیتیں کندہ کی ہوئی ہیں + کہتے ہیں۔ کہ اس مقبرے میں اسی طرح پورا قرآن شریف تحریر ہے + گنبد کے وسط میں سنگ مرمر کا ایک جالی دار کھرا لگا ہوا ہے۔ اور اس میں جہاں جہاں جالی نہیں ہے۔ وہاں وہی بیش بہا پتھروں کی عجیب گلکاری ہے۔ ہر گل ایک مربع اور کاریگر کی استادی کا نمونہ ہے + اس کٹھرے کے در کے اوپر کواڑ کی چولوں کے دو سوراخ ہیں۔ اور اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی اُن میں کواڑ لگے ہوئے ہونگے + کہتے ہیں کہ یہ کواڑ نری چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ اور الماس اور پکھراج سے مرتع تھے۔ اور ایک ایک کواڑ لاکھ لاکھ روپے کی تیاری کا تھا۔ خبر نہیں اُن کو کس نے اتارا؟ اور کہاں لے گیا؟ کواڑوں کے علاوہ کئی جگہ سے پھول بھی اکھاڑے گئے ہیں + اسی کٹھرے کے اندر ممتاز محل اور شاہجہاں دونو کی قبروں کے تعوید ہیں۔ اور اصل قبریں اُن کے نیچے سنگ مرمر کے تہ خانے میں ہیں۔ بادشاہ کا تعوید بیگم کے تعوید سے کچھ اونچا ہے۔ اور ان تعویذوں پر لکھتے کندہ ہیں + گنبد میں آدمیوں کی آواز خوب ہی غوغاتی ہے۔ اور جیسا لطف آنکھوں کو اس

نگار خانے کی سیر سے حاصل ہوتا ہے۔ ویسی ہی کیفیت کاؤں کو گنبد کی صدا سے حاصل ہوتی ہے + جن تہ خانے میں اصلی قبریں ہیں۔ وہاں سنگ مرمر کی سیڑھیوں کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ ان کے اندر بھی قبروں کے تعویذوں پر پتھروں کے پھول بنے ہوئے ہیں اور کتبے لکھے ہوئے ہیں + (مؤلف)

۲۵۔ پبلے

۱۔ اور ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی میلوں کا رواج مدت سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ اشوک کے زمانے کے کتبوں سے اس امر کی تائید ہوتی ہے + یہ بات قابل غور ہے کہ میلوں کا آغاز تو کسی ضرورت کی بنا پر ہوا کرتا تھا۔ لیکن اُس کے مفقود ہو جانے کے بعد بھی ان کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا + تحقیقات سے جہاں تک پتہ چلا ہے۔ میلوں کا آغاز اُس زمانے سے ہوا۔ جب سڑکوں کا نام و نشان نہ تھا۔ اور آمد و رفت اور باہمی میل جول کے ذریعے ناقص اور محدود تھے +

۲۔ میلوں کے آغاز سے پہلے لوگوں کی طرز معاشرت نہایت ہی ابتدائی حالت میں تھی + ہر شخص اپنی ضروریات خود بہم پہنچاتا تھا۔ اور دوسروں سے اعانت کا طلبگار

نہ ہوتا تھا۔ کھیتی باڑی بھی خود ہی کرتا تھا۔ جانوروں کا شکار کر کے اُن کی کھال کے کپڑے خود ہی سی لیتا تھا۔ بڑھئی اور لہار کا کام بھی آپ ہی کرتا تھا + ظاہر ہے۔ کہ اس طرز معاشرت سے انتہا درجے کی محنت اور دقت اُٹھانی پڑتی ہوگی + آخر وہ زمانہ آیا۔ کہ لوگوں نے تقسیم کام کا بندوبست کیا۔ اب بعض لوگوں نے صرف موچی کا کام اختیار کیا۔ بعض نے درزی کا۔ بعض نے کھیتی باڑی کا + جب زمانے کی حالت اس طرح بدلی تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ موچی کپڑے سلوانے کے لئے درزی کے پاس جائے۔ اور درزی کو اناج کی ضرورت ہو۔ تو کسان کے دروازے پر جائے + اب لوگوں نے ایک اور سہولت نکالی اور وہ یہ کہ اُنہوں نے خاص خاص دنوں میں مقررہ اوقات پر جمع ہو کر اپنی اپنی اشیائے تجارت کو فروخت کرنا شروع کیا۔ یہ سیلوں کی پہلی بنیاد تھی + ہندوستان میں یہ ابتدائی رسم ابھی تک چلی آتی ہے۔ اور کوئی گاؤں یا قصبہ ایسا نہیں جہاں اس مطلب کے لئے میلہ نہ لگتا ہو۔ اسی کا نام پینٹھ ہے +

۳۔ اس کے علاوہ وہ میلے ہیں۔ جو مقدس مقامات پر وقتاً فوقتاً منعقد ہوتے ہیں۔ اور لوگ ان میں شامل ہونا باعث ثواب خیال کرتے ہیں۔ اجیر میں ہر سال خواجہ معین الدین چشتی صاحب گمے عرس کے موقع پر لاکھوں مسلمان ہندوستان کے ہر گوشے سے جمع ہوتے

ہیں + ہر دوار میں بیشمار ہندو نہان کے موقع پر جاتے ہیں + ایسے میلوں میں بھی تجارت کا بازار خوب گرم ہوتا ہے۔ اور دُور دُور کے دکاندار اپنا اسباب فروخت کے لئے وہاں لے جاتے ہیں۔ مگر ان میلوں میں شمولیت کا اصلی مقصد حصول ثواب ہی ہے۔ نہ تجارت +

۴۔ بعض میلے محض تفریح طبع کی خاطر لگائے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ لگاتار دُنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے کی وجہ سے جو کلفتیں دل و دماغ میں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ دُور ہو جائیں۔ آپس کے میل جول۔ گفتگو۔ بات۔ چیت۔ سیر و تماشے سے طبیعت کو فرحت حاصل ہو + اس طرح کے میلے بھی ہندوستان میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور طبیعت کی پڑمردگی کو رفع کرنے کا عمدہ علاج ہیں۔ لاہور کے میلہ شالامار اور دلی کی پھول والوں کی سیر سے کون واقف نہیں +

۵۔ میلوں کی چوتھی قسم میں وہ تجارتی میلے ہیں۔ جو گورنمنٹ اپنی سرپرستی سے اکثر مقامات میں منعقد کیا کرتی ہے + مختلف قسم کی نمائشیں جو ہندوستان کے بعض بعض شہروں میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ ان میں داخل ہیں + ان میلوں میں اکثر مال مویشی اور گھوڑے دُور دُور سے لوگ فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے ان لوگوں کو انعام ملتے ہیں۔ تا کہ انہیں اچھا مال بہم پہنچانے کی طرف ترغیب و تحریک

ہو + اس کے علاوہ اور بھی انواع و اقسام کی نمائشیں
اکثر موقعوں پر گورنمنٹ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی رہی
ہیں۔ اور ان سے تجارت کو بہت فائدہ پہنچا ہے +
۶۔ میلوں میں شامل ہونے سے طرح طرح کے فائدے
حاصل ہوتے ہیں۔ ملک ملک کے لوگوں سے ملنے کا
اتفاق ہوتا ہے۔ جگہ جگہ کی نئی نئی چیزیں دیکھنے میں
آتی ہیں۔ دل و دماغ کو تفریح حاصل ہوتی ہے۔ اور
تجربہ وسیع ہوتا ہے + (مؤلف)

۲۶۔ اہرام مصر

۱۔ مصر کے پائے تخت قاہرہ سے سات آٹھ
میل کے فاصلے پر ایک نق و دق میدان میں تین
مخروطی مینار بنے ہوئے ہیں + ان میں سب سے
بڑا مینار دُنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا
ہے + اہل عرب ان میناروں کو اہرام کہتے ہیں + اہرام
جمع ہے ہرم کی اور ہرم کے معنی عربی زبان میں بڑھاپے
کے ہیں + چونکہ یہ مینار اس قدر پُرانے ہیں۔ کہ ان

بجہ سات عجائبات کی تفصیل یہ ہے (۱) اہرام مصر (۲) مقبرہ شاہ
سولیس (۳) معبد دیانا (۴) بابل کی دیواریں اور آویزاں باغ (۵)
بت رودس (۶) بت جو پیٹراولپیس (۷) برج سکندریہ + اب
ان عجائبات میں سے صرف اہرام مصر ہی باقی ہیں +

کی تعمیر کا زمانہ عربوں کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے ان کا نام اہرام رکھ دیا +

۲۔ سب سے بڑا مینار فراعنہ مصر کے چوفو بادشاہ کی یادگار ہے + اس کی شکل مثلث نما ہے۔ اور ایک مربع چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ جس کا ہر ضلع ۷۳ فٹ لمبا ہے + اس کے اوپر ڈیڑھ فٹ چھوڑ کر دوسرا چبوترہ بنا ہے۔ اور پھر اسی طرح دو سو تین چبوترے ایک دوسرے کے تلے اوپر بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سے آخری چبوترے کے ہر ضلع کا طول صرف تیس فٹ ہے۔ اور زمین سے چار سو پچاس فٹ بلند ہے + مینار پر جس قدر پتھر لگے ہیں۔ ان میں سے کسی کا طول تیس فٹ سے کم نہیں + یہ پتھر بہت کھردرے اور سیاہ رنگ کے ہیں + اگر کچھ فاصلے سے مینار کو دیکھیں۔ تو اُس کی شکل ایسی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے اینٹوں کا بہت بڑا پڑاوا + اس مینار کی تعمیر میں جو پتھر کام میں آئے ہیں وہ تعداد میں اس قدر کثیر ہیں۔ کہ اگر ان کو ایک سیدھ میں اکھری قطار بنا کر ایک دوسرے کے پیچھے لگائیں۔ تو اس قطار کا طول اٹھارہ ہزار میل سے کم نہ ہو +

۳۔ یہ پتھر عرب اور اٹھوپیا سے منگوائے گئے تھے۔ اور صرف ان کے تراشنے اور موقع تعمیر تک لانے کے لئے ایک لاکھ بیگاری دس سال تک کام کرتے رہے + یہ مزدور ہر سہ ماہی پر بدل جاتے تھے۔ اور

ان کی جگہ نئے آدمی آ جاتے تھے + میں سال میں اس مینار کی تعمیر ختم ہوئی۔ یعنی جس قدر مدت مصالح جمع کرنے میں خرچ ہوئی۔ اُس سے دو چند وقت مینار کی تعمیر میں لگا + مینار پر مصری حرفوں میں جو کتبہ ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مزدوروں کو لمسن پیانہ کی جو چٹنی دی جاتی رہی۔ صرف اُس پر ۳۶ لاکھ روپے خرچ ہوئے + اس پر قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ اُن کی خوراک۔ اوزاروں کی قیمت اور دیگر ضروریات میں کیا صرف ہوا ہوگا + غرض بیس سال کے عرصے میں بے انداز روپیہ خرچ ہونے کے بعد یہ عمارت ایسی تیار ہوئی۔ کہ دُنیا میں اس کی نظیر نہیں +

۴۔ مینار پر چڑھنے سے گرد و نواح کا عجب دلکش نظارہ دکھائی دیتا ہے + شمال کی جانب دریائے نیل کا تلاطم امواج۔ انواع و اقسام کی کشتیوں اور جہازوں کی دلفریب روانی۔ کناروں اور ٹاپوؤں کے سبزے کا لہلہانا۔ پودوں اور درختوں کا مستانہ دار جھومنا تماشائی کو محو تماشا بنا دیتا ہے + جہاں نظر پڑتی ہے۔ اور جدھر نگاہ جاتی ہے۔ وہیں کی ہو رہتی ہے۔ جنوب میں چھوٹے چھوٹے کثیر التعداد اہرام بنے ہوئے ہیں۔ زمانہ قدیم میں پائے تخت مصر کی حدود یہاں تک پھیلی ہوئی تھیں + مغرب کی جانب ایک صحرائے لق و دق ہے۔ جس کی وسعت کا سمجھ ٹھکانا نہیں۔ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ بحر امواج کی طح پھیلا ہوا نظر آتا

ہے + مشرق کی طرف سات آٹھ میل کے فاصلے پر مصر کا پائے تخت شہر قاہرہ واقع ہے + اس کا دلفریب نظارہ کچھ اور ہی لطیف دکھاتا ہے + صلاح الدین کا عالی شان قلعہ - عظیم الشان عمارتیں - مساجد اور اُن کے سر بفلک مینار - خوش نما اور خوبصورت گنبد عجیب رنگ آمیزی کا نمونہ دکھاتے ہیں + غرض یہ کہ صانع حقیقی کی عظمت و شان اور اُس کی قدرت کاملہ کا طور جیسا اس مینار کی چوٹی پر سے نظر آتا ہے - دُنیا کے بلند سے بلند پہاڑ پر بھی چڑھ کر نظر نہیں آتا + اس مینار کی سیر کے لئے یورپ - امریکہ اور اور ممالک کے تماشائی دور دراز سفر طے کر کے اور راستے کی صعوبتیں برداشت کر کے ہمیشہ آتے رہتے ہیں + جو لوگ مینار پر چڑھنا چاہتے ہیں - انہیں عربی رہنما سہارا دے دے کر سیڑھیوں پر چڑھاتے چلے جاتے ہیں - بعض نڈر اور منجھلے بلا استعانت بھی چڑھ جاتے ہیں +

۵ - مینار کے نیچے متعدد کمرے بہت عمدہ بنے ہوئے ہیں - ان میں داخل ہونے کے واسطے ۴۵ فٹ بلند دروازے سے گزرنا ہوتا ہے + اس مقام پر ایک سڑک سُرنگ نما بنی ہوئی ہے - جس کا طول ۳۲۰ فٹ - عرض چار فٹ اور بلندی پونے چار فٹ ہے + یہاں سے تھوڑی دُور جا کر ایک بہت بڑا کمرہ ملتا ہے - جس کا طول ۱۵۵ فٹ اور بلندی ۲۸ فٹ ہے + اس کے ایک طرف ایک چھوٹا سا کمرہ محروطی چھت کا بنا

ہوا ہے۔ جس کا عرض و طول ۲۰۱۹ فٹ سے زیادہ نہیں + یہ کمرہ ملکہ کے نام سے مشہور ہے + بڑے کمرے میں سے گزرنے کے بعد اُس کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ جو بادشاہ کے نام سے موسوم ہے + اس کا طول ۲۷ فٹ عرض ۲۷ فٹ اور بلندی ۱۰ فٹ ہے + چوہو بادشاہ بائیں مینار کی لاش کا تابوت اسی کمرہ میں ہے + اس میں ہوا کی آمد و برآمد کے واسطے دو روشن دان بھی بنے ہوئے ہیں۔ مگر ان میں سے روشنی کافی طور پر اندر نہیں پہنچتی + جب کوئی شخص کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ تو عرب لوگ مشعل کی روشنی سے اُسے اندر لے جاتے ہیں + ایک مدت تک مؤرخین کو اہرام کی تعمیر کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں ہوا۔ اور نہ یہ مستحکم ہوا۔ کہ کس غرض سے یہ یادگار قائم ہوئی + کسی کا خیال تھا۔ کہ طوفان سے علوم و فنون اور آلات صنعت کی حفاظت کے واسطے یہ عمارت تعمیر ہوئی۔ کسی کا خیال تھا۔ کہ ستاروں اور سیاروں کے طلوع و غروب کی کیفیت معلوم کرنے کے واسطے علمی اصول پر یہ مینار بنا۔ مگر اب محققین یورپ نے مینار کے کتبے سے یہ پتا لگایا ہے۔ کہ مصر کے بادشاہ چیفو نے مسیح علیہ السلام سے ۳۷۳۳ برس پیشتر اپنے مقبرے کے واسطے یہ عجوبہ روزگار عمارت بنائی تھی + اسی طرح اور میناروں کے تیلے بھی فراغت مصر نے اپنی نقشبوں کو محفوظ رکھنے کے

واسطے پہاڑ کے چٹانوں کو تراش تراش کرتے خانہ ناکمرے بنائے تھے۔ ان کمروں کے راستے دھلوان بنائے گئے تھے۔ تاکہ بادشاہ کے سنگین تابوت کو آسانی کے ساتھ کھسکاتے ہوئے نیچے پہنچا دیں۔ جب تابوت رکھ دیا جاتا تھا۔ تو کمرے کا دروازہ اور راستہ اس مضبوطی اور استحکام سے بند کیا جاتا تھا۔ کہ پھر کسی طرح نہ کھل سکے۔ اس پر بھی اب یہ نقشیں لندن اور پیرس کے عجائب خانوں میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک شخص انہیں آسانی سے نہیکھ سکتا ہے۔ ان نقشوں میں اس قسم کا مصلح لگا ہوا ہے۔ کہ اُن کی ظاہری حالت بہت کم بدلی ہے۔

۶۔ اہرام کی عمارت آبادی سے فاصلے پر ایسے جنگل میں بنی ہوئی ہے۔ جہاں بھونچال کے صدمات۔ ہواؤں کے طوفان اور بارشوں کے زور سے کسی طرح بچات متصور نہیں۔ اس پر کبھی کسی نے اس کی مرمت نہیں کرائی۔ اور نہ حفاظت کے واسطے کوئی پاسبان مقرر کیا۔ پھر ہزاروں برس سے اپنی حالت پر اُس کا قائم رہنا اس بات کی زبردست شہادت ہے۔ کہ قدیم زمانے کے اہل مصر کو فن تعمیر میں اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل تھی۔ بڑے بڑے پتھروں کو مینار کی چوٹی تک پہنچانے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو دیکھ کر اس زمانے کے لائق انجینیئر حیران ہوتے ہیں۔ اور جس حکمت سے انہوں

نے پتھروں کو باہم وصل کیا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں + یہ حالات دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں مصریوں کو فن انجینیری میں کما حقہ مہارت حاصل تھی +
(حافظ عبد الرحمن سیاح امرتسری)

۲۷۔ ہندوؤں کے چند مشہور تنہوار

۱۔ تمہید - آریہ قوم جو ہند کی سلطنت کی بدولت ہندو کا خطاب حاصل کر کے مفتخر ہوئی - اس نے اپنے وید مقدس میں جو آسمانی کتاب مانی جاتی ہے - احکامِ الہی کو لفظوں کے لباس میں مدون کر کے دو جزو پر تقسیم کیا ہے :-

۱۔ معاش - جس سے انتظام تمدن مقصود ہے +
۲۔ معاو - جو مراد ہے دین سے - اور یہ دونو توام مانے گئے ہیں اور کل کائنات کا دار و مدار انہی دو امور پر مبنی ہے +
وید نے انتظام تمدن کے لئے چار ورن (کلاس) مقرر کئے ہیں - برہمن - چھتری - ویش - شودر + ان کی وجہ تسمیہ بعض شخصوں نے یہ قرار دی ہے - کہ برہمن برہما کے منہ سے پیدا ہوا - اور چھتری یا کھتری بازو سے - ویش شکم سے - شودر پاؤں سے - مگر

اس کے اصلی حقیقی معنی یہ ہیں - کہ برہمن کے تفویض تعلیم و تعلم کی خدمت کی گئی - اور یہ فرقہ علما کا گھلایا - اور کمتری ملوار کا دھنی قرار دیا گیا - جو سپاہی کے نام سے مشہور ہوا - اور ویش یعنی بنیا - اُس کو تجارت کے درخت سے دولت کے پھل جمع کرنے کا ڈھب سکھایا گیا - اس لئے یہ بنیا مانا گیا - شودر - ان کے تفویض یہ کام ہوا - کہ مذکورہ بالا تینوں قوموں کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھیں اور اپنی زندگی اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر کر دیں +

۲ - نظر غور سے دیکھا جائے - تو جس مصلحت سے ان چاروں عناصر کو ایک دوسرے پر فضیلت ظاہری دی گئی - وہ نہایت دانشمندانہ تھی - اور انتظام معاش اور تمدن کے لئے اس سے زیادہ سلجھی ہوئی اور حکمت آمیز تدبیر نہیں ہو سکتی + جس طرح ان چار ورنوں میں چھوٹے بڑے کا امتیاز رکھا گیا ہے - ویسے ہی ان کے لئے چار تہوار مشہور و معروف قرار دئے گئے - شراونی - دسہرہ - دیوالی - ہولی +

۳ - شراونی - یہ خاص سراون کا مہینہ برہمنوں کا تہوار سمجھا جاتا ہے + اس تہوار سے مقصد یہ ہے - کہ سالانہ امتحان برہمنوں کی تعلیم اور تعلم کا ہو - اور اُن کے زہد و تقویٰ اور مذہبی فرائض کی جانچ پرتال کی جائے + علمی مباحثے اسی میں ہوا کریں اور اس امتحان میں جو کوئی پورا اترے وہ

نہ صرف درم و دینار کے انعام کا مستحق سمجھا جائے۔ بلکہ دوسرے گروہ۔ جو اُن سے سعادت علمی حاصل کرتے ہیں وہ اس موقع پر ہر طرح سے اُن کی خاطر و مدارات کریں۔ اور دائمی درجہ بھی سلوک کر کے سعادت مند کہلائیں +

۴۔ دسہرہ۔ یہ تہوار اس لئے قرار دیا گیا۔ کہ جس قدر سپاہی نسل سورج بننی سے کسب ضیا کرتے ہیں۔ وہ اپنے کاموں کا فوجی امتحان دیں اور جو پہلے شریک نہ ہو سکے ہوں وہ شریک ہوں۔ اور بڑے بڑے سورما راجہ مہاراجہ۔ تلوار کے دھنی۔ چکر ورتی (شاہنشاہ) اس تاریخ پر اپنی فوج کا معائنہ کریں اور ایک سال کے عرصے میں جس قدر ممالک قبضہ تصرف میں آئے ہوں۔ وہاں کی رعایا کی دستار بندی کریں۔ اور اپنی فتحمندی کا علم اُس سرزمین مفتوحہ میں گاڑ دیں۔ اس کا نام وجے دیشی بھی رکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی تاریخ اور مہینے میں راجہ راجندر جی خاندان سورج بننی کے خورشید درخشاں نے راون پر فتح پائی اور اپنی عصمت مآب اور عفت کوش بیوی یعنی مہارانی سیتا جی سے طاقی ہوئے اور اپنے جبہ منتقلیل و ہمت و جوش و خروش۔ ادھواغرمی رحمہنی۔ پاک طینتی اور عفو و عطف کا ثبوت دیکر فطرت کے امتحان میں کامیابی کا تاج حاصل کیا +

۵۔ دیوالی۔ یہ تہوار ناس مہاجن۔ سیٹھ۔ ساہوکاروں کے لئے ہے + چونکہ بڑے بڑے سورما

راجہ کھتری یعنی سپاہی نسل کی مبارک اور شہجی نسلوں کی تعلیم کے لئے برہمن کے ماتھے پر تشقہ لگایا گیا۔ ویسے ہی ویش اس قوم کے لئے خزانہ دار مانے گئے۔ تاکہ یہ لوگ سال میں ایک روز اپنے داد و ستد کا فیصلہ کرائیں اور از سر نو کھاتہ جاری رکھیں اور ہرجیت کا موازنہ تیار کر کے اسباب پر نظر ڈالیں اور راجہ مہاراجوں کے درباروں میں تحائف پیش کر کے خلعت سے ممتاز ہوں +

۶۔ یہ تہوار تاجر پیشہ قوم سے جس کا ترجمہ (بنیا) کیا گیا ہے مختص ہے + یہ سالانہ حساب و کتاب اسی موقع پر کیا کرتے ہیں۔ اور گزشتہ زمانے میں صرف حساب و کتاب ہی تک حصر نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ بیشتر ان کی نسلوں کا علمی امتحان اور مدرسے میں داخل کرنا وغیرہ اسی دن ہوا کرتا تھا + اس تہوار کا منانا برہمن اور کھتری کے لئے واجب یا ضروری نہیں ہے۔ لیکن بنیال اپنی بزرگی کے ان کے ساتھ اخلاقاً شریک ہونا بلحاظ مصلحت معاد و تمدن ضروری خیال کیا گیا ہے اور بیشک بلحاظ اخلاقی ذمہ داریوں کے اس کی ضرورت تھی۔ اور ہر وقت ضرورت ہے +

۷۔ ہولی۔ اس تہوار کے تین نام ہیں۔ ہولیکا۔ ہولی۔ ہنڈا + رتنہ کر اور دھرم سندھو ان دونوں کتابوں میں اس کے متعلق جو ذکر ہے۔ اس میں اس تہوار کو ایک راکھشی سے منسوب کرنے کی مذہبی آب و رنگ

سے ایسا دلکش بنا دیا ہے۔ کہ عوام اس کو فرض سمجھ کر ادا کریں۔ چنانچہ اب اسی طرح ادا کیا جاتا ہے + یہ تہوار شہر دوروں کے لئے مخصوص ہے۔ مگر اس میں راجہ ہماراجہ بھی شریک ہوتے ہیں اور اس سے اُن کا مقصد رعایا کی سرفرازی اور دلجوئی ہے +

۸۔ اگلے زمانے میں اس موقع پر سلاطین عظام اور شان ذی اختتام اپنی رعایا کو خلعت اور انعام سے معزز اور مفتخر فرماتے تھے۔ اور پالیٹکس کے لحاظ سے ان کی عہد کو قبولیت کی عزت سے سرفراز کر کے نہ صرف رعایا کی عزت افزائی فرماتے تھے۔ بلکہ اُن کے دلوں کو مسخر کر کے اپنا حلقہ بگوش کر لیتے تھے +

۹۔ ان چاروں تہواروں کا مقصود اصلی یہ بھی تھا۔ کہ جو لوگ باہم لڑتے جھگڑتے ہوں۔ وہ سال میں ایک بار تو ضرور آپس میں اپنے اپنے تہوار کے موقع پر میل جول پیدا کریں + چنانچہ عملاً ہولی کے پھاگ نے زیادہ حقہ لیا۔ کیونکہ یہ تہوار دوست دشمن کو ایک رنگ کر دیتا ہے۔ کیسا ہی دشمن ہو اس کو اس کی یک رنگی ہم رنگ بنا دیتی ہے + سری کرشن جی بندرابن کے مکٹ۔ منھرا کے دھنی نے اس تہوار کو زیادہ تر مرتبہ بجھا۔ اس کا عروج جس طرح سری کرشن جی کے زمانے میں رہا۔ ست جگ سے اب تک کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس میں

شک نہیں کہ سری کرشن جی کے روحانی تقدس کے آب و رنگ نے اس پھاگ کی تصویر کو خوش رنگ بنا دیا +

۱۰۔ رفتہ رفتہ شودروں کے بخت کا ستارہ اس قدر بلند ہوا کہ ہندوستان کے راجہ مہاراجہ برہمن اور ویش اس تہوار کو لازمی طور پر منانے لگے۔ نیز ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس کے برادرانہ تعلقات اور یک جہتی کا وجہ سے اس تقریب کی شرکت نے یک رنگی کا لباس پہنایا +

۱۱۔ زمانے کی تہذیب نے اس کا رنگ اب بدل دیا ہے اور پہلے جو بد تہذیبی کی بھرمار تھی۔ وہ کم ہوتی جاتی ہے + اب وہ دن گئے کہ لوگ بھڑے بننے کو عزت اور انعام مانگنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اب تعلیم یافتہ لوگوں کا دور دورہ ہے۔ ہر چیز ایک اعتدال کے ساتھ ہے۔ اب نہ کوئی غلیظ رنگ یا ناپاک پانی بھر کر پھکاریں سے مینہ برساتا ہے۔ اور نہ کوئی خاک دھول عبیر کی جگہ اڑاتا ہے۔ اور نہ گوبر کیچر کی بوچھاڑ ہوتی ہے +

(مہاراجہ کشن پرشاد)

۲۸۔ نینوا کے کھنڈر

۱۔ زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر آباد تھا۔ جسے نینوا کہتے تھے + یہ شہر اس قدر وسیع تھا۔ کہ اس کی شہر پناہ کے اندر ایک اور شہر آباد تھا۔ جسے شہر نمرود کہتے تھے۔ اور وہ بادشاہ نمرود کا پائے تخت تھا۔ یہ شہر اب ویران ہے۔ مگر اس کی شہر پناہ کے کھنڈر اب بھی باقی ہیں۔ اس کا موقع شہر موصل کے مقابل ہے +

۲۔ شہر پناہ کی دیوار پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ اور میلوں کے دور میں واقع تھی۔ اس پر طح طرح کے عجیب و غریب نقش و نگار۔ بیل بوٹے۔ تصویریں اور عباتیں کندہ کی ہوئی تھیں۔ اس کے اندر پرانے زمانے کی عمارتیں تودہ خاک کی شکل میں زمین کے اندر دبئی ہوئی تھیں۔ مگر اب سوائے نقش موزوم کے ان کا نام و نشان تک باقی نہیں +

۳۔ کچھ عرصہ ہوا کہ سلطان روم کی اجازت سے اس شہر کے ٹیلے بٹے کھود کھود کر اوپر سے مٹی کو ہٹایا گیا + نمرود کا محل شاہی۔ بعض حویلیاں اور مینار مٹی کے نیچے دبے ہوئے برآمد ہوئے۔ ان مکانات میں زمانہ قدیم کے برتن پتھر کی کرسیاں اور آلات حرب بھی نکلے + ایک مکان میں کچھ تختیاں نکلیں۔

جن پر کچھ حروف کندہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مکان اُس زمانے میں محاسب خانہ تھا۔ ایک اور مکان میں پتھر کے کھل - اور پتھر کی شیشیاں بوتلیں اور مرتبان ملے۔ یہ مکان غالباً اس زمانے میں شاہی دوا خانہ تھا +

۴ - قصر نرود کے صحن میں اُس زمانے کے دیوتاؤں کی پتھر کی بنی ہوئی بڑی بڑی مورتیں نکلیں بعض تو ایسی مہیب اور وحشت ناک تھیں کہ اُن کے دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہے + ان مورتوں میں نرود کی کئی مورتیں پائی گئیں ایک اُس کے پورے قد کی مورت ہے اور داڑھی کے بالوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر کے موتی پروئے ہوئے ہیں۔ دوسری مورت میں نرود گھوڑے پر سوار ہے۔ اور سیر کو جا رہا ہے۔ تیسری میں نرود گاڑی پر سوار ہے۔ اور شیر کا شکار کر رہا ہے +

۵ - نرود کی مجلسرا کے اندر بھی بیشمار مورتیں برآمد ہوئیں + ان میں بعض تو انسان کی ہیں۔ بعض حیوانوں اور بعض دیوتاؤں کی + کُریاں - تپائیاں - تخت اور اور طح کے سامان نشت بھی اندر سے نکلے۔ یہ سب پتھر کے بنے ہوئے ہیں + بعض جگہ دیواروں کی لوح پر کچھ الفاظ کندہ ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جسے اب سے چار پانچ ہزار سال گذرے ہوگ لکھنا پڑھنا

جانتے تھے +

۶۔ ایک اور امر قابل ذکر یہ ہے کہ ان مکانوں کے اندر جو درخت تھے۔ وہ مٹی کے اندر عرصہ دماؤ تک دبے رہنے کی وجہ سے کوئلہ بن گئے۔ لیکن پتوں۔ ٹہنیوں وغیرہ کی شکل ہو ہو رہی ہے جو ایسی چیزوں کی ہوا کرتی ہے۔ جسے کہ پتوں کی رگیں بھی صاف صاف نظر آتی ہیں +

۷۔ ایک مکان سے چند نعشیں بھی برآمد ہوئیں۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ ان کا جسم گل کر راکھ ہو گیا تھا + معلوم ہوتا ہے کہ یہ نمرود کا قید خانہ تھا۔ جس میں مجرم ربا کرتے تھے +

۸۔ جو چیزیں یہاں برآمد ہوئیں۔ وہ لندن کے عجائب خانے میں نہایت حفاظت کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں اور جو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں دکھائی جاتی ہیں +

(مؤلف)

۲۹۔ رسومات

۱۔ رسومات عموماً دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو رسوم مذہبی۔ دوسرے رواجی + رسوم مذہبی سے مراد وہ رسوم ہیں جن کو کسی مذہب کے قائل نے اس مذہب کے پیروؤں کے لئے تجویز کیا ہو + یہ رسومات

بمنزل احکام شرعیہ کے ہوتی ہیں۔ اور کسی صورت میں تکلیف و تنہائی کا باعث نہیں ہوتیں۔ مثلاً مردے کی تجھیز و تکفین ایک رسم شرعی ہے۔ ہندوؤں میں بھی یہ رسم موجود ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں بھی اس کے لئے شرعی پابندی ہے + البتہ طریقے اپنے اپنے جدا ہیں۔ ہندو ارہتی پر اپنے مردے کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ مسلمان چار پائی پر۔ عیسائی صندوق میں۔ مگر تینوں مذاہب کے شارعوں نے یہ حکم کہیں نہیں دیا ہے۔ کہ ارہتی کے ڈنڈے چاندی کے ہوں۔ چار پائی نوڑ کی بنی ہوئی ہو یا صندوق آہنوس کی لکڑی کا ہو + شائع جب کچھ احکام صادر کرتا ہے۔ تو اس میں اس بات کو ضرور مد نظر رکھ لیتا ہے۔ کہ یہ احکام خلق اللہ کی تکلیف کا باعث نہ ہوں۔ اور غریب اور امیر ہر شخص آسانی کے ساتھ انہیں بجا لائے۔

۲۔ دوسری قسم کی رسومات وہ رسومات ہیں۔ جو کسی خاص فرقے یا گروہ یا قوم یا ملت کے لوگ کسی مصلحت کو مد نظر رکھ کر کسی خاص موقع پر شروع کرتے ہیں۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ یہ رسومات لوگوں کے دلوں پر اس قدر قوت پا جاتی ہیں۔ کہ اُن کا مرتبہ رسومات مذہبی سے بھی بڑھ کر خیال کیا جاتا ہے + پنجاب میں اکثر جگہ یہ رسم ہے۔ کہ شادی کی تقریب سے کچھ دن پیشتر اہل برادری۔ دوستوں اور ملنے والوں کے مکان پر بھاجی بھیجی جاتی ہے۔

غریب سے غریب بھی یہی کوشش کرتا ہے کہ میری
 بھابی میرے ہم چشموں سے بڑھ کر ہو۔ شکر کی مقدار
 بھی زیادہ ہو۔ اور نان بھی تعداد میں زیادہ ہوں۔
 اس سے بحث نہیں کہ شادی کے معمولی سامان کے
 لئے بھی کافی روپیہ گھر میں موجود ہے یا نہیں +
 یہی حال نیوتے کی رسم کا ہے + نیڑتا لینے والا تو یہ
 خیال کرتا ہے۔ کہ جب میں نے آوروں کو نیوتا دیا
 ہے۔ تو خود کیوں نہ لوں۔ اور نیوتا دینے والے اس
 "ناک جھانک میں ہوتے ہیں۔ کہ دیکھیں کون سب
 سے بڑھکر نیوتا دیتا ہے۔ اس بات کا مذکور نہیں۔
 کہ نیوتے کے لئے گھر سے روپیہ نکال کر دیتا ہے۔
 یا مہاجن سے اگلے مہینے کے وعدے پر لاتا ہے +
 اس بیان سے یہ مراد نہیں۔ کہ جتنی رسمیں ہم لوگوں
 میں جاری ہیں۔ وہ سب کی سب تکلیف دہ اور برباد
 کرنے والی ہیں۔ نہیں یہ مطلب سرگز نہیں۔ بعض
 اچھی ہیں۔ بعض بُری۔ البتہ جن رسومات میں بے جا
 اسراف ہے۔ اور اُن سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔
 وہ ضرور قابلِ اعتراض ہیں +

۴۔ جو رسومات رواجی عرصہ دراز سے چلی آتی
 ہیں۔ وہ لوگوں کی طبیعت پر بعینہ اس طرح دخل پا
 جاتی ہیں۔ جس طرح کوئی عادت بد کسی شخص کے
 مزاج پر قابو حاصل کر لیتی ہے + جب شروع میں
 کوئی شخص شراب پینا شروع کرتا ہے۔ تو اُس کو

شراب کا مزہ بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب اس کی عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ تو وہی شراب اُسے شربت کے گھونٹ معلوم ہوتی ہے۔ جانتا ضرور ہے۔ کہ یہ نہایت بُری چیز ہے۔ مگر عادت سے مجبور ہے۔ جو چیز شروع شروع میں ناگوار طبیعت بنتی۔ وہی اب مرغوب طبع ہے۔ یہ سب کرشمہ اس کے لگاتار استعمال کا ہے + یہی حال رسومات قبیحہ کا ہے۔ جانتا تو ہر شخص ہے۔ کہ یہ رسومات مال و دولت عزت و حرمت کی تباہی کا باعث ہیں۔ مگر چونکہ عادت پڑ گئی ہے اور اب اس کے ترک کرنے کو ہم چشموں میں خفت کا باعث جانتا ہے۔ اس لئے وہ ان کی پابندی باعث فخر سمجھتا ہے +

۴۔ اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ بُری رسموں کو ترک کرنا قوم کی بہبودی اور فلاح کا باعث ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کون سے وسائل ہیں۔ جن کے اختیار کرنے سے ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی بھی حاصل ہو۔ اور لوگوں کے طعن و تشنیع کے آماجگاہ بھی نہ بنیں۔ اس مدعا کو حاصل کرنے کا سب سے بہتر طریق یہ ہے۔ کہ ہر شخص اس بات کی کوشش کرے۔ کہ اُس کی قوم و ملت کے لوگ تعلیم پائیں جب کسی قوم میں تعلیم عام ہو جائیگی۔ اور ہر شخص میں اپنی سود و بہبود کو سوچنے کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ تو بُری رسمیں خود بخود

اپنا بوریا بدھنا باندھ کر چلتی بینگی + اس کے علاوہ
ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے - کہ ہر قوم
کے سمجھ دار آدمی رسومات کی اصلاح کے واسطے مجالس
قائم کریں - اور اس بات کی متفقہ کوشش کریں کہ
جو جو جبری رسمیں ان میں عرصہ دراز سے چلی آتی
ہیں - ان کا انسداد کیا جائے - کچھ عرصے سے
لوگوں کو ان دونوں امور کی طرف توجہ ہوئی ہے - اور
تھوڑی بہت اصلاح ہو چلی ہے - اور یقین ہے کہ
یہ کوشش برابر جاری رہی - تو بہت کچھ کامیابی
حاصل ہو جائیگی + (مؤلف)

۳۰ - فردوسی

۱ - یہ مشہور شاعر موصنع شاداب علاقہ طوس میں
جو خراسان کا ایک شہر ہے مشرق کے قریب
پیدا ہوا تھا + یزدجرد خاندان ساسانی کے اخیر
بادشاہ نے فارس کے تمام بادشاہوں کا حال کیومرث
کے زمانے سے خسرو کی تخت نشینی تک بڑی تلاش
کے ساتھ جمع کیا تھا اور اسی کے وقت میں اس کا
خلاصہ ہو کر ایک کتاب موسوم بہ باستان نامہ تیار
ہوئی تھی + جب اہل اسلام فارس کی سلطنت پر
منصرف ہوئے - تو یہ کتاب یزدجرد کے کتب خانے

سے ان کے ہاتھ لگی + انہوں نے خسرو پرویز سے
یزدجرد کے عہد تک باقی بادشاہوں کے حالات اس
میں بڑھائے + دسویں صدی میں سامانی خاندان کے
ایک بادشاہ کی طرف سے دقیق شاعر کو اس کی نظم
کرنے کا حکم ملا۔ مگر یہ شاعر صرف ہزار شعر ہی
لکھنے پایا تھا۔ کہ اس کے غلام نے اسے مار ڈالا +
۲۔ دقیق کے بعد نوح بن منصور نے یہ کام
فردوسی کے حوالے کیا۔ اتفاقاً بادشاہ کا انتقال ہو گیا
اور نظم کا کام تاخیر میں پڑ گیا۔ اس اثنا میں محمود کو
باستان نامہ نظم کرانے کا شوق ہوا اور اس کے
سات قصے دربار کے سات نامور شاعروں کو نظم کے
لئے دئے گئے +

۳۔ عنصری ملک الشعرا کو رستم و سہراب کی داستان
میں اس کی نظم بادشاہ کو پسند آئی اور اس تاریخ کا
نظم کرنا عنصری کے سپرد ہوا +

۴۔ اسی عرصے میں فردوسی غزنی میں پہنچا۔ اور
ایک باغ کے کنارے ٹھہرا + اس وقت عنصری عسکری
فرخی تین شاعر و ماں بیٹھے شراب پی رہے تھے +
فردوسی ان کے پاس آیا۔ مگر اس کو مغل صحبت سمجھ
کر انہوں نے کسی حکمت سے ٹالنا چاہا اور یہ صلح
ٹھہری کہ ہر ایک شاعر نے البدیہہ ایک ایک مصرعہ
ایسے قافیے میں کہے کہ چوتھے مصرعہ کا قافیہ نہ مل
سکے۔ جب اس کی بوقت پہنچ گئی۔ اور قافیہ تنگ

ہوگا۔ تو آپ ہی شرمندہ ہو کر چلا جائیگا۔ آخر فردوسی
اسی شرط پر شریک صحبت کیا گیا۔ اُس وقت عنصری
نے یہ مصرع پڑھا ع

چوں عارض تو ماہ نباشد روشن
عسجدی نے کہا۔ ع
ماند مَخت گل نبود در گلشن

فرخی بولا ع

مشکانت گزر ہمیکند در جوشن
فردوسی نے بے تکلف یہ مصرع پڑھا ع
ماند سنان گیو در جنگ پیش ر

۵۔ اس مصرعہ کے سنتے ہی شاعر حیران ہوئے۔
اور پوچھا۔ کہ یہ قصہ تمہاری نظر سے کس طرح گزرا؟
اس نے باتان نامے کا حوالہ دیا۔ اس پر ان
شاعروں کے کان کھڑے ہوئے اور حسد سے اس
امر کے درپے ہوئے کہ فردوسی کو دربار شاہی تک
نہ پہنچنے دیں۔ مگر خوش نصیبی سے فردوسی کی رسائی
ماہک ایک شاہی ندیم کے وسیلے سے محمود تک ہو گئی۔

۶۔ غزنی میں اس وقت رستم و سہراب کے قصہ
کا جو عنصری نے نظم کیا تھا۔ بڑا چرچا تھا۔ فردوسی
نے اسخندیدہ اور رستم کا قصہ بادشاہ کے روبرو
پیش کیا۔ وہ اس کو اسن کر اس قدر خوش ہوا۔
کہ شاہ نامے کی تصنیف اسی کے سپرد کی۔ اور وزیر
اعظم کو حکم دیا۔ کہ جن وقت یہ ہزار شعر لکھ کر لایا

کرے۔ تو ایک ہزار اشرفیاں اسے دے دیا کرو +
 ۷۔ فردوسی نے یہ روپیہ متفرق نہ لیا۔ اور تمام
 کتاب کے بعد اکٹھا لینے کی نیت کی۔ کیونکہ اس کو
 اپنے شہر میں ایک بند بنوانا منظور تھا +

۸۔ دوران تصنیف میں حسن میمنہی وزیر سلطنت
 اور فردوسی میں رنجش پیدا ہو گئی۔ آخر وزیر نے فردوسی
 کو محمود کی نظروں سے گرا دیا۔ اس پر بھی فردوسی
 شاہنامے کی تصنیف میں بدل مصروف رہا + آخر
 تیس برس کے عرصے میں یہ ساٹھ ہزار شعر کی کتاب
 تیار ہو کر بادشاہ کے روبرو پیش ہوئی + محمود کے
 دل پر اس کتاب کی خوبیاں نقش ہو گئیں۔ اور اُسے
 یقین ہو گیا۔ کہ یہ کتاب ہمیشہ کے لئے میرے بقاے
 ذکر کا سبب ہوگی۔ اس لئے اُس نے حکم دیا۔ کہ
 ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس بھجوائی جائیں +
 وزیر اب تک بھی فردوسی کی طرف سے صاف نہ ہوا
 تھا۔ اس لئے اس نے بھانجی ماری اور کہا۔ کہ کہیں
 غریب فردوسی کو شادی مرگ نہ ہو جائے۔ اور بادشاہ
 سے اجازت لے کر ساٹھ ہزار درم کے توڑے یاز کے
 ماتھے اس کے پاس بھجوائے + اس وقت فردوسی حمام
 میں غسل کر رہا تھا۔ درمیں کو دیکھ کر ایسا برہم ہوا
 کہ اسی وقت بیس ہزار درم حامی کو۔ اور بیس ہزار
 قموہ فروش کو انعام میں دے دئے۔ باقی بیس ہزار
 یاز کے حوالے کر دئے۔ اور کہا کہ سلطان کو معلوم

ہو جائیگا۔ کہ کیا میں نے تیس برس تک اسی لئے خون
 جگر پیا تھا۔ کہ یہ سفید درم افام پاؤں + جب یہ خبر
 بادشاہ کو پہنچی۔ تو وہ وزیر پر بہت خفا ہوا + وزیر نے
 جسے گستاخی اور بادشاہ کی بے ادبی کا گنہگار ٹھہرایا۔ یہ
 افسون بادشاہ پر ایسا چل گیا۔ کہ اس نے حکم دیا۔ کہ
 فردوسی باقی کے پاؤں سے کچلا جائے + اب فردوسی
 جان بچانے کے لئے بادشاہ کے قدموں پر جاگرا۔ اور
 رحم کا لبتی ہوا + بادشاہ نے بھی اس کی جاں بخشی
 کی + جان تو بچ گئی۔ مگر وہ رنج جو بادشاہ کی طرف
 سے پہنچا تھا۔ دل سے کس طرح مٹ سکتا تھا؟ آخر اپنے
 دل کا سارا بخار بادشاہ کی ہجو کہنے میں نکالا اور محافظ
 کتب خانے سے شاہنامے کا نسخہ لے کر اس میں ہجو
 ٹانک دی۔ اور راتوں رات غزنی سے بھاگا + یہاں سے
 نکلنے کے بعد کچھ روز تو مازندران میں رہا۔ پھر بغداد کو
 چلا گیا۔ دہاں قاور باللہ خلیفہ بغداد کی تعریف میں ایک
 قصیدہ کہا۔ اور ساٹھ ہزار دینار اور ایک خلعت فاخرہ
 اس کے صلے میں خلیفہ نے اُسے عطا فرمایا۔ اس کے
 سوا یوسف زہیخا کا قصہ بھی نظم کیا +

۹۔ پھر فردوسی طوس میں پہنچ کر دُنیا کے دارالمجن
 سے گزر گیا + یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب محمود کو وزیر
 کی فتنہ پردازی کا حال معلوم ہوا۔ تو دربار میں وزیر
 کا آنا بند کر دیا اور ساٹھ ہزار دینار اور ایک بیش بہا
 خلعت فردوسی کے پاس بھیجا۔ ان چیزوں کے پہنچنے

سے پہلے ہی موت کا فرشتہ اُس کی روح قبض کر چکا تھا۔ اُس کے رشتہ داروں نے قاصد سے یہ روپیہ لیکر اُسی کام میں صرف کیا۔ جس میں صرف کرنے کی اپنی زندگی میں اسے بڑی تمنا تھی +

۱۰۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ قاصد اُس وقت طوس میں پہنچے۔ جب اس بد قسمت کا جنازہ سامنے سے لئے آتے تھے۔ دفن کرنے کے بعد یہ روپیہ اُس کی بہن کے پاس لے گئے۔ مگر اُس نے روپیہ نہ لیا۔ اور یہ جواب دیا۔ کہ ہم کو بادشاہ کی دولت سے کیا غرض ہے +

۱۱۔ شاہنامے کی تعریف میں صرف اس قدر کہنا کافی ہے۔ کہ گو اُس کی تصنیف کو آٹھ سو برس ہو چکے ہیں اور چھاپے کا فن ایشیا میں تھوڑے ہی عرصے سے رائج ہوا ہے۔ مگر پھر بھی ہر ملک کے لوگ جو فارسی سے آشنا تھے۔ بڑی محنت اور لاگت سے اُس کی نقلیں دستیاب کر کے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور بڑے ذوق شوق سے پڑھتے تھے + فردوسی نے ۸۰ برس کی عمر میں انتقال کیا +

(مؤلف)



۳۱ - ہیرا

۱۔ یوں تو دُنیا میں کوئی علم ایسا نہیں۔ جو انسان کی معلومات وسیع کرنے اور اُس کا تجربہ بڑھانے کے لئے مفید نہ ہو۔ مگر علم کیمیا جسے انگریزی میں کیمسٹری کہتے ہیں۔ ہمارے روز مرہ کے کام میں ترقی دینے اور ان کو مفید مطلب بنانے کے لئے تمام علوم دُنیاوی پر فوقیت رکھتا ہے + یہی ایک ایسا علم ہے۔ جس سے موجودات عالم کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور قدرت کے سر بستہ راز ہم پر کھلتے ہیں + ہر ایک چیز کی صلیت اور ماہیت دریافت کرنے میں یہ ہمارا سچا رہنما ہے۔ کیونکہ جو صداقتیں اس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ تجربے اور مشاہدے پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور ان کے صحیح اور درست ہونے میں شک اور شبہ کو گنجائش نہیں رہتی +

۲۔ یہ کیمسٹری ہی ہے۔ جو ہمیں بتاتی ہے۔ کہ ہوا جس پر ہماری زندگی کا مدار ہے۔ اور نائٹروک ایسڈ جو ایک قسم کا تیزاب ہے۔ اور جس کے استعمال سے انسان کی آنتیں فوراً کٹ کر نکل جاتی ہیں۔ ان دونوں کے اجزائے ترکیبی تو ایک ہی ہیں۔ مگر تناسب اجزا جُدا جُدا ہے + یہ تناسب اجزا کا فرق ایک تو ہمارے لئے اکسیر بنا دیتا ہے۔ اور

دوسرے کو ستم قاتل + اسی طرح اناج اور زہریلی نباتات کے اجزا بھی ایک ہی ہیں۔ مگر جس تناسب سے خدا تعالیٰ نے اُن کو ایک دوسرے میں ترکیب دیا ہے۔ وہ جُدا جُدا ہے۔ کٹان کے پھٹے پُرانے چھڑے اور قند سفید کے اجزائے ترکیبی بھی ایک ہیں اور ان چھڑوں سے ایسی نفیس و صاف و شفاف شکر بن سکتی ہے۔ جو اپنی نفاست اور حلاوت میں قند مکرر کا کام دے سکتی ہے +

۴۴۔ یہ مثالیں جو ہم نے اوپر بیان کیں۔ اس قدر تعجب خیز نہیں ہیں۔ جیسی ہیرے اور کوئلے کے اجزا کی مناسبت میں یہ دونو ایک دوسری سے بالکل مختلف ہیں۔ ایک اپنی سیاہی میں بے مثل ہے۔ دوسرا صاف و شفاف ہونے میں شیشے کو بھی مات کرنا ہے۔ ایک کو آگ لگا کر روشن کرتے ہیں۔ دوسرا اپنی فاسفورسی ضیا سے خود بخود روشن ہے + کوئلے کی کالک آنکھوں کو کیسی بُری معلوم ہوتی ہے۔ ہیرے کی چمک کس قدر فرحت اور تازگی بخشتی ہے + غرض یہ کہ بظاہر دونو چیزیں ایک دوسری سے اس قدر مختلف ہیں۔ کہ اُن میں کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن یہ جتنے فرق تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو سب ظاہری اور دیکھنے کے ہیں۔ کیمسٹری جس کو عالم موجودات کی دایہ کا لقب دینا کسی طرح غیر موزوں اور نازیبا نہیں۔ بتاتی ہے کہ کوئلے اور ہیرے

میں اجزاء ترکیبی کے لحاظ سے سرمو فرق نہیں۔ گویا یہ دونو چیزیں درحقیقت ایک ہی ہیں +

۴۔ خدا تعالیٰ نے ایسی بہت سی چیزیں پیدا کی ہیں۔ جو کسی اور چیز سے مرکب نہیں۔ ایسی مفرد چیزوں کو اصطلاح میں عناصر یا افراد بسیط کہتے ہیں۔ انہیں میں سے کاربن بھی ایک فرد بسیط ہے۔ جو تمام جانداروں کے جسم اور درختوں کے رگ و ریشہ میں ایک بہت بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے + لکڑی جلا کر جو کوئلہ تیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنی میلی کچیلی نا صاف صورت میں کاربن ہے۔ اسی طرح ہیرا بھی اپنی صاف و شفاف صورت میں کاربن ہے۔ غرض یہ کہ جن اجزاء سے کوئلہ بنا ہے۔ انہیں اجزاء سے ہیرا بھی بنا ہے۔ البتہ فرق ہے۔ تو اتنا کہ کوئلے میں ان اجزاء کی ترتیب اور ہے۔ اور ہیرے میں اور۔ پس یہ ترتیب اجزاء ہی کا فرق ہے۔ جس نے ان دونو کی صورتوں اور قدر و قیمت میں اس قدر تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ کہ ایک تو کوڑیوں کے مول پکتا ہے اور دوسرا سونے کی تول +

(مولف)

۳۲۔ کرکیٹ اور فٹ بال

۱۔ آج کل انگریزی خواں اصحاب میں کرکیٹ اور فٹ بال کا بہت چرچا ہے۔ کوئی سکول یا کالج ایسا نہیں جس میں کرکیٹ ٹیم نہ ہو۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں پرائیویٹ ٹیمیں بھی جا بجا نظر آتی ہیں۔ بعض بعض راجوں اور مہاراجوں کو بھی اس کی طرف خاص توجہ ہے۔ مہاراجہ پٹیالہ کی ٹیم نے ایک زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مہاراجہ کشمیر کی ٹیم میں بھی اچھے اچھے کھیلنے والے موجود ہیں۔ پرنس رنجیت سنگھ جی کی ٹیم۔ اور بمبئی کے پارسیوں کی ٹیم سے بھی ہر ایک شخص واقف ہے +

۲۔ ان کھیلوں سے فائدے بھی بہت ہیں + ڈپوک آف ویلنگ ٹن کا قول ہے۔ کہ مجھے میدان جنگ میں جو فتوحات حاصل ہوئیں۔ وہ انہیں کھیلوں کی بدولت حاصل ہوئیں + اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کھیلوں کی بدولت اس کے فوجی افسروں نے اپنی پوری طاقت کو کام میں لانے کا سبق حاصل کیا۔ انہیں کھیلوں نے ان میں جرأت اور مردانگی کی روح پھونکی۔ اور انہیں کھیلوں کی بدولت انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنا اور جب تک فتح پانے کی ذرا سی بھی امید باقی رہے ہمت نہ ہارنا سیکھا +

۳۴۔ ان کھیلوں نے انگریزوں کو صرف میدان جنگ میں ہی فتوحات حاصل کرنا نہ سکھایا۔ بلکہ یہ بھی سکھایا۔ کہ امن و آسائش کے زمانے میں بھی کامیابی کا انحصار بہت کچھ ان کھیلوں ہی پر موقوف ہے + دنیادی معاملات میں ہر ایک شخص کو اپنے حریف پر سبقت حاصل کرنے کے لئے ایک طرح کی لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ ایسے موقعوں پر کامیابی حاصل کرنے کا بڑا گڑ یہ ہے۔ کہ آدمی ہمت اور استقلال کو ٹانگہ سے نہ دے اور یہ سبق انہیں کھیلوں سے آدمی سیکھتا ہے +

۳۵۔ کرکیٹ اور فٹ بال میں ہر شخص کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ ہماری ٹیم دوسری ٹیم پر فتح حاصل کرے۔ اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ دونو پارٹیوں کے لوگ متفقہ کوشش کریں اور اپنی اپنی پارٹی کے لئے جان توڑ کر لڑیں + بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ کھیلنے والے ایک مشترکہ مدعا کو مد نظر رکھ کر ذاتی معاملات کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ کرکیٹ کھیلنے میں ہر ایک پارٹی کا کپتان اپنی اپنی ٹیم کے ممبروں کو خاص خاص کاموں پر متعین کرتا ہے۔ جو شخص اپنے کپتان کے احکام کی متابعت نہ کرے اُسے ٹیم سے خارج کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس میں ٹیم کے ممبر بننے کی قابلیت نہیں +

۵۔ فٹ بال کھیلنے میں ٹیم کے ہر ممبر کے لئے کھیل کے میدان میں ایک خاص جگہ معین کی جاتی ہے۔

اور وہ ایک خاص کام پر مقرر کیا جاتا ہے * اچھے کھلاڑی بے سوچے سمجھے فٹ بال کے پیچھے نہیں دوڑتے پھرتے اور نہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ جس قدر زیادہ ٹھوکریں وہ لگا سکتے ہیں لگائیں * اچھے کھلاڑیوں کا یہ فرض ہے کہ جب ان کے پاس گیند آئے تو اس خوش اسلوبی سے ٹھوکر لگائیں کہ گیند اپنی ہی پارٹی کے ممبروں میں ایک شخص سے دوسرے شخص کو پہنچتا رہے اور مخالفوں کے قبضے میں نہ جائے۔ یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ٹیم کے ممبر متفقہ کوشش نہ کریں *

۶۔ ہر کام کے لئے ایک ضابطہ ہوتا ہے۔ ان کھیلوں کے بھی ضابطے اور قواعد مقرر ہیں * ٹیم کے ہر ممبر کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان ضوابط اور قواعد کی ایمانداری کے ساتھ پابندی کرے۔ یہ اصول ایسا ضروری ہے جو انسانیت کا اصلی جوہر پیدا کرتا ہے۔ اور انسان کو انسان بناتا ہے۔ ان کھیلوں میں اگر کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو اُس کا فیصلہ امپائر کرتا ہے۔ اور یہ فیصلہ قطعی سمجھا جاتا ہے۔ کوئی پارٹی کا ممبر اُس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کا حجاز نہیں * تمدن کا دار و مدار اسی اصول پر ہے۔ اگر ہر شخص خود رائی کرے اور اپنی گورنمنٹ کے احکام کی پابندی نہ کرے تو سلطنت کے کار و بار کس طرح چلیں تمام ملک میں بغاوت پھیل جائے

اور امن و آسائش میں فتور واقع ہو *
 ۷۔ معزز کار خانوں میں یہ دستور ہے۔ کہ جب مالک اور اس کے ملازموں میں مزدوری یا تنخواہ کی نسبت کوئی تنازع برپا ہوتا ہے۔ تو دونوں فوج کسی معزز شخص کو جس پر انہیں اعتبار ہوتا ہے بیچ مقرر کرتے ہیں یہ شخص کار خانہ دار کے حساب و کتاب کو جانچتا ہے اور اس کی مالی حالت پر غور کرتا ہے۔ پھر یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ جو مزدوری یا تنخواہ کار خانے کے آدمیوں کو دی جاتی ہے۔ اس میں کسی زیادتی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ صورت اس بات سے بدرجہا بہتر ہے۔ کہ کار خانے والے کام چھوڑ کر بیٹھ رہیں۔ اور زیادتی تنخواہ کے واسطے اپنا بھی نقصان کریں اور مالک کو بھی نقصان پہنچائیں *
 ۸۔ ان کمیلوں کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے۔

کہ وہ کھیلنے والوں کو اپنا مزاج قابو میں رکھنا سکھاتی ہیں * جو شخص کھیل کے وقت اپنے تئیں قابو میں نہیں رکھ سکتا وہ یقیناً شکست پاتا ہے۔ اور اس کے ساتھی اُسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ اگر ہمیں شکست ہو۔ تو کبھی چڑچڑا پن ظاہر نہ کرنا چاہئے * بلکہ اپنی شکست کو نہایت خندہ پیشانی صبر اور استقلال سے برداشت کرنا

ہمارا عین فرض ہے۔ اگر یہ جوہر ہم میں بچن سے پیدا ہو جائیگا۔ تو آئندہ عمر میں اپنی تکالیف اور ناکامیوں کو آسانی سے برداشت کر سکیں گے +
(مؤلف)

۳۳ - والمیک

۱۔ ہندوستان میں بہت ایسے فاضل اور حکیم گزرے ہیں جو یونان اور فرنگ کے حکما سے حکمت اور فضیلت میں کچھ کم نہ تھے۔ مگر افسوس اہل ہند کو ایسے شخصوں کے حالات کے قلمبند کرنے کی طرف کبھی توجہ نہ ہوئی۔ اس لئے اُن لوگوں کا صحیح صحیح حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ انہی منتخب اشخاص میں سے ایک رامائن کا مصنف والمیک ہے + اس کتاب سے تو دنیا بھر آشنا ہے۔ مگر اُس کے مصنف کے حالات سے بہت ہی کم لوگ واقف ہیں + رزمیہ مضامین باندھنے میں یہ شخص فردوسی - ہومر اور ملٹن کا جو اس فن میں لاجواب ہوئے ہیں۔ ہمپایہ اور ہمسر گنا جاتا ہے + اس کی کتاب کے بھاشا میں کئی ترجمے ہوئے ہیں۔ انگریزی نظم میں گریفٹھ صاحب سابق پرنسپل بنارس کالج نے بڑی فصاحت کے ساتھ اُس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگرچہ اس شاعر کا حال ہند

کے آؤر برگزیدہ اشخاص کی طرح تحقیق نہیں ہوا۔ مگر تقریباً اس شخص کو ساڑھے تین ہزار برس گزرے ہیں۔

۲۔ ابتدا میں یہ رہن اور قزاق تھا + ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ تین برہمن اس کی حد سے گزرے اس نے چاہا۔ کہ انہیں قتل کر کے اُن کے مال و متاع پر قبضہ کر لے + اس وقت ان برہمنوں نے کہا کہ ہم تجھ سے ایک بات پوچھتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اُس کا جواب دے دے۔ پھر تجھے اختیار ہے مارے یا چھوڑے + اس نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا جیو ہتیا کے برابر دُنیا میں کوئی بڑا گناہ نہیں + ہم پوچھتے ہیں۔ کہ تو جو بے گناہ آدمیوں کے ناحق خون کرتا اور اپنی گردن پر وبال لیتا ہے۔ اس سے تجھے کیا ملتا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ میرے ماں باپ اور کہنے کی روزی اسی پر منحصر ہے۔ جو کچھ اس طرح کماتا ہوں اُن کی پرورش میں لگاتا ہوں + اس پر اُنہوں نے کہا۔ کہ تو اُن سے جا کر پوچھ تو سہی کہ وہ نیرے اس بڑے گناہ کے عذاب میں بھی شریک ہونا پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ اور جس وقت تجھے ان اعمال کی سزا ملیگی تو اُن میں سے کون کون تیرا ساتھ دیگا +

۳۔ اُس کے دل پر اس بات کی ایسی چوٹ لگی۔ کہ تینوں برہمنوں کو درخت سے باندھ دوڑا

ہوا گھر پوچھنے چلا گیا + جب اُن سے پوچھا تو یہ جواب ملا کہ ہم جنم کے ساتھی ہیں کرم کے ساتھی نہیں جو جیسا کریگا ویسا بھرگا - اپنی کرنی اپنی بھرنی + یہ جواب اُس کے دل کو ایسا لگا کہ آتے ہی تینوں برہمنوں کو کھول دیا - اور انہیں کے سامنے اس گناہ سے توبہ کی اور اپنے پچھلے گناہوں سے ایسا نادام و پشیمان ہوا - کہ خدا سے ہر وقت اپنی آمزش کا طالب رہنے لگا + اس کے بعد اسے علم کی چٹک لگی اور تپ بن میں جہاں بڑے بڑے پنڈت اور تپسی رہتے تھے چلا گیا + وہاں جا کر حصول علم میں مشغول ہو گیا - جب تحصیل علم سے فارغ ہوا - تو جنگل میں رہ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا + مشہور ہے - کہ جب راجندر جی راون پر فتح پا کر آجودھیا کا راج لینے آئے اور تمام رکھیشر مبارکباد دینے حاضر ہوئے - تو اُس وقت والہیک بھی رام چندر جی کے پاس آیا - اُس کی عمر اور سال وفات کا کچھ حال نہیں کھلتا + (مؤلف)

۳۴ - بد مزاجی

۱ - آدمی میں طرح طرح کی خصلتیں ہوتی ہیں - بعض پسندیدہ - بعض ناپسندیدہ + حلم - عجز و انکسار - رحم -

بہمدردی - محبت - خوش خلقی - زندہ دلی - راستبازی - دیانت
 داری - سخاوت - فیاضی - پسندیدہ خصلتیں ہیں + بد مزاجی
 غرور و تکبر - بیرحمی - عداوت و دشمنی - بد اخلاقی و کج
 ادائی - دروغ گوئی - بد دیانتی - بخل - نہایت مذہوم اور
 نا پسندیدہ عادتیں ہیں +

۲۔ بُری خصلتوں کے ضمن میں جتنی نا پسندیدہ
 خصلتیں ہم نے بیان کی ہیں - ان میں سے صرف
 بد مزاجی کی نسبت ہم تمہیں کچھ بتانا چاہتے ہیں +
 بد مزاجی سے ہماری مراد وہ خصلت ہے - جو آدمی کے
 دل میں یہ خیال پیدا کر دیتی ہے - کہ میں سب سے
 اچھا ہوں اور اور آدمی میرے سامنے کوئی وقعت
 نہیں رکھتے + بد مزاج شخص جب کسی سے بات
 کرتا ہے - تو اکر کر - بولتا ہے تو تیز ہو کر - نرم
 الفاظ زبان پر لانا گناہ خیال کرتا ہے - سخت اور
 درشت الفاظ بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال بیٹھتا
 ہے - اور یہ خیال کبھی دل میں نہیں لاتا - کہ اس سے
 دوسروں کا دل دکھیگا - اور میری زبان خراب ہوگی +
 طرز گفتگو ایسی اختیار کرتا ہے - جس سے اپنی شیخت
 اور دوسروں کی ذلت ہو - حلم و انکسار کو خیر باد کہتا
 ہے - اور بات بات پر تیزی دکھا کر لوگوں کے دلوں
 پر اپنا سکہ بٹھانا چاہتا ہے +

۳۔ بد مزاج شخص لوگوں کی نگاہ میں بہت جلد
 ذلیل و خوار ہو جاتا ہے - اور اس سے بات کرنے

کو کسی کا دل نہیں چاہتا۔ لوگ اُس کی صحبت سے گریز کرتے ہیں۔ راستے میں نظر پڑ جاتا ہے۔ تو اس سے کترا کر نکل جاتے ہیں + کوئی شخص بد مزاج آدمی سے محبت نہیں رکھتا۔ البتہ جو لوگ اُس کے دست نگر ہوتے ہیں۔ ان کو بھجوری اس کی تعظیم و تکریم کرنی پڑتی ہے۔ ہم چشم اور برابر والے اُس کے سفلہ پن پر قہقہے لگاتے ہیں اور اُسے خلل دماغ کا روگی بتاتے ہیں +

۴۔ بد مزاج اپنی بد مزاجی کی وجہ سے خود بھی کبھی خوش نہیں رہتا + لوگوں کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے۔ اور لوگ بھی اُس کے ساتھ ویسی ہی درشتی سے پیش آتے ہیں۔ اسے برداشت نہیں ہوتی۔ اور خون کے گھونٹ پی پی کر دل ہی دل میں جلتا بھٹتا رہتا ہے + نوکر چاکر بھی ایسے آدمیوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ ہر روز نئے نوکر تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اور چونکہ وہ مزاج سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے اُن کو سخت مصیبت اٹھانی پڑتی ہے + گھر والوں کا دم بھی ناک میں آ جاتا ہے۔ کوئی شخص جلدی سامنے نہیں آتا۔ اگر کوئی کام بھی آ پڑے۔ تو ادھر ادھر ٹل جاتے ہیں۔ غرض اپنے دل پر ہر وقت غم و غصہ کی تکلیف برداشت کرنے کے علاوہ دُنیادی کار و بار میں بھی طرح طرح کے حرج واقع ہوتے ہیں۔ اور زندگی دیال جان ہو جاتی ہے +

۵۔ بد مزاجی کا مرض انسان اپنی طبیعت میں خود پیدا کر لیتا ہے۔ اس کا دور کرنا کوئی مشکل امر نہیں + مذہبی اور اخلاقی کتابیں۔ بزرگان دین اور بزرگان قوم کے حالات طبیعت میں یقیناً اصلاح پیدا کر دیتے ہیں + بعض لوگ بھی اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کی طبیعت کو اصلاح پر لے آتے ہیں اور اُس کا اثر اس قدر جلد اور پائدار ہوتا ہے۔ جو کتابوں کے پڑھنے سے ایک مدت میں حاصل ہوتا ہے + تمثیل کے طور پر ہم تمہیں ایک بادشاہ کا قصہ سناتے ہیں۔ جس نے اپنے ایک فوجی افسر کی بد مزاجی کو ایک آن کی آن میں مدت العمر کے لئے درست کر دیا +

۶۔ کہتے ہیں۔ کہ روس کا بادشاہ الگزینڈر نہایت حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھا۔ اور اُس کی فوج کا ایک افسر سخت بد مزاج اور تند خو + ایک روز وزیر اعظم نے بادشاہ کے آگے شکایت کی اور کہا کہ وہ ایسا بد مزاج ہے۔ کہ اس کے ماتحت جس قدر فوج ہے۔ سب اُس کے ہاتھ سے تنگ آئی ہوئی ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اُسے فوراً برخاست کر دیا جائے + بادشاہ نے جواب دیا۔ کہ دو چار دن ٹھیر جاؤ۔ ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل جائے۔ دوسرے دن بادشاہ بھیس بدل کر چل کھڑا ہوا۔ اور اپنے بد مزاج افسر کی فوج میں جا پہنچا + افسر کو

دیکھا۔ کہ اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہا ہے۔ بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا۔ افسر نے جواب تو دیا۔ مگر نہایت بد مزاجی اور بے پروائی کے ساتھ + بادشاہ نے پوچھا کہ سو ادبی نہ ہو تو میں جناب سے دو چار باتیں پوچھوں۔ افسر نے نہایت تکبر سے کہا۔ پوچھ۔ کیا پوچھنا چاہتا ہے + بادشاہ نے کہا حضور کا عہدہ کیا ہے + افسر نے کہا تو کیا خیال کرتا ہے + بادشاہ نے کہا۔ کیا جناب لفٹنٹ کے عہدے پر مامور ہیں؟ یہ سن کر افسر نیور چڑھا کر بولا۔ ہیں تو میری ہتک کرتا ہے؟ بادشاہ نے کہا معاف فرمائیے۔ کیا جناب کپٹن ہیں؟ افسر نے اکڑ کر کہا۔ اس سے بھی زیادہ + بادشاہ نے کہا۔ میجر + افسر نے چرٹ کا ایک لمبا دم لگا کر اور سینہ ابھار کر کہا۔ ہاں یہی معزز عہدہ ہے۔ جس پر میں مامور ہوں + جب بادشاہ کے سوال ختم ہو گئے۔ تو اب افسر نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا حضور کا قیافہ کیا کہتا ہے؟ افسر نے کہا لفٹنٹ؟ بادشاہ نے کہا۔ اس سے بڑھ کر + افسر نے کہا کپٹن؟ بادشاہ نے کہا۔ کچھ اور زیادہ + افسر نے کہا میجر۔ بادشاہ نے کہا ابھی اور بڑھتے جائیے + افسر نے کہا کرنل۔ بادشاہ نے کہا اور بڑھئے۔ یہ سن کر افسر نے پائپ منہ سے نکال لیا۔ اور نہایت ادب سے پوچھا۔ کہ کیا آپ جنرل ہیں؟ بادشاہ نے کہا۔ کہ اب تم قریب پہنچ

گئے ہو + اب تو افسر کے ہوش و حواس باختہ ہوئے۔
 اور گھبرا کر کہا۔ کہ کیا حضور کمانڈر انچیف ہیں؟ بادشاہ
 نے کہا۔ ذرا اور آگے بڑھئے + یہ مُنستے ہی افسر بادشاہ
 کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا معلوم ہوا۔ کہ حضور
 بادشاہ ہیں۔ میں معافی کا طالب ہوں اور صدق دل
 سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی آپ کے کانوں
 تک میری بد مزاجی کی خبر نہ پہنچے گی + بادشاہ نے اس
 کی پیٹھ کھٹونکی اور کہا شاباش۔ میں تمہارے وعدے
 پر اعتماد کرتا ہوں اور تمہارا پچھلا قصور معاف کرتا
 ہوں + (مؤلف)

۳۵۔ کان نمک

۱۔ مدت سے صُنا کرتے تھے۔ ہر چیز کہ در کان
 نمک رفت نمک شد۔ مگر ہم نے تو ایک دفعہ جا کر
 دیکھا۔ نمک ہو جانا تو در کنار ہم تو نمکین ہو کر بھی
 نہ نکلے۔ اور کچھ نہیں تو لیجوں میں تو شمار ہو جاتا +
 شاید یہ اس زمانے کا ذکر ہوگا۔ جب کان نمک کھوٹے
 والی کان کی طرح ایک باقاعدہ چیز نہ ہوتی ہوگی۔
 جس کے اندر سڑکیں ہوں اور راستے ہوں۔ جس
 میں آدمی جا بھی سکے۔ اور صحیح سلامت آ بھی سکے۔
 جس میں داخل ہوتے وقت مشعل اور رہنا میسر

ہو جائے اور جسے خوب دیکھ بھال کر تماشائی ڈیڑھ دو گھنٹے میں باہر بھی نکل آئے

۲۔ کھیوڑا ضلع جہلم علاقہ پنجاب میں ایک مشہور مقام ہے + شمالی ہندوستان میں نمک کا بیشتر حصہ اسی مقام سے جاتا ہے۔ پنڈ دادن خاں ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہاں ریل سے اتریں تو آگے صرف اڑھائی میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے + گرد و نواح میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سرزمین میں دست قدرت نے ایک ایسا قیمتی دھنند رکھا ہوا ہے + آس پاس خشک چٹان نظر آتے ہیں۔ اور جس میدان سے گزر جاتے ہیں۔ وہ بھی کچھ ایسا شاداب نہیں + آدھ گھنٹے میں کان نمک کے دروازے پر پہنچتے ہیں یہاں البتہ رونق نظر آتی ہے۔ سینکڑوں من نمک چھکڑوں میں لد کر باہر جانے کے لئے روانہ ہو رہا ہے + کان نمک کے گرد مزدوروں اور اُن کے افسروں کی جو کان کنی پر مامور ہیں ایک معقول بستی آباد ہے۔ اور اس سے کچھ دُور محکمہ نمک کے عمدہ داروں اور اُن کے کلرکوں کے بنگلے اور مکانات نظر آتے ہیں۔ گویا اس نمک کی بدولت جنگل میں منگل ہو رہا ہے +

۳۔ باہر تو جو رونق ہے سو ہے۔ اندر جا کر دیکھو۔ آتشبازی موجود ہے۔ دام دیکھتے اور تھوڑی آتشبازی ساتھ لے لیجئے۔ کان کے اندر جا کر یہ

نری بازی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ مفید اور کار آمد ہو جاتی ہے + کئی حصے ایسے ہیں جن کو ظلمات کہیں تو بجا ہے۔ یہاں مہتابی بہت کام دیتی ہے + داخل ہوتے ہی تاریکی اور نمی کا احساس ہوتا ہے اور باہر کی کھلی ہوا کے مقابلے میں ذرا دم گھٹتا معلوم ہوتا ہے۔ آگے چل کر ایک وسیع مربع حصے میں صدائے زن و مرد نظر آتے ہیں۔ جو نمک کے بڑے بڑے ڈلے لاکر جمع کرتے ہیں۔ کوئی ایک طرف آرام سے بیٹھ کر ناشتہ کر رہا ہے۔ کوئی تاریک ذخیرے میں سے نمک لانے کے لئے چراغ لئے جا رہا ہے۔ کوئی ٹیک لگائے سستا رہا ہے۔ کوئی اپنے ساتھی سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہے۔ گویا زیر زمین ایک دُنیا آباد ہے +

۴۔ یہاں سے نکل کر دوسری طرف آئیں تو نمک کا ایک بڑا دالان سامنے ہے + نمک نکالتے وقت کان کن اپنی کاریگری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ چمت کی سطح ہموار اور صاف ہے۔ اس کے نیچے سڈول ستون ہیں۔ دیواریں بھی خوبصورتی سے تراشی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی سنگ سفید کے مکان میں کھڑے ہیں + یہ تمام کوشش محض خوشنمائی کے لئے نہیں بلکہ اس سے کان کنوں کی حفاظت بھی مقصود ہے۔ اگر اندھا دُھند کان کے حصے بارود سے اڑاتے چلے جائیں۔ اور اوپر کے حصے کو اتنا کریں

کہ با آئی سطح زمین کے نیچے ایک معمولی چھلکا نمک کی چادر کا رہ جائے تو ذرا سے صدمے سے چھت ان کے سروں پر آ پڑے + یہ سنگ سفید کے کمرے جو اس کان کے نیچے جا بجا بنے ہوئے ہیں - کہیں کہیں مشعلوں اور چراغوں کے دھوئیں اور مزدوروں کے پھلے ہاتھوں کے چھو جانے سے کچھ سیاہ سے ہو رہے ہیں - لیکن اگر کھیوڑے کے نمک کو اپنی اصلی لطافت بلوریں حالت میں دیکھنا ہو - تو کسی ایسے جھتے میں جانا چاہئے جہاں نمک بارود کے ذریعے سے اڑایا جا رہا ہو - اس کے لئے کچھ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑیگا + آہا! کیا زور کا دھماکا ہوا کہ پاؤں تلے کی زمین ہل گئی - ناواقف تو یہ سمجھے کہ شاید کان پھٹ گئی اور اب باہر جانا دشوار ہو جائیگا - کہیں نمک شد تو تقدیر میں نہیں لکھا - مگر یہ دھماکا یہاں دن میں کئی دفعہ سنا جاتا ہے +

۵ - جس جھتے سے نمک نکالنا ہوتا ہے - اس میں ایک چھوٹی سی سُرنگ لگا کر بارود بھر دیتے ہیں - جہاں بارود کو آگ پہنچائی وہیں نمک کا پہاڑ پھٹا اور منوں سلیں ٹوٹ کر گر پڑیں + اس طرح آہستہ آہستہ ہاتھوں سے کوہ کنی بھی کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور کام بھی جلد ہو جاتا ہے - پھر مزدور آکر اس نمک کو جمع کر لیتے ہیں اور اس کے بعد ہاتھ کے ذریعے ہمواری پیدا کی جاتی ہے +

۶۔ اسی کان میں ایک دو حصے ایسے ہیں۔ جو نہایت تاریک ہیں۔ اور اُن کی تاریکی میں پانی کے بڑے بڑے قدرتی حوض چھپے ہوئے ہیں + ان حوضوں کے کنارے کھڑے ہو کر متابی روشن کرو۔ تو عجب کیفیت نظر آتی ہے۔ اُن کو دیکھنے سے آب حیات کی تلاش میں سکندر کے چشمہ جیواں جانے کے نقشے یاد آتے ہیں۔ افسوس کہ یہ آب آب حیات نہیں۔ ایک معنی میں تو ہے۔ کہ اس پانی سے نمک پیدا ہوتا ہے۔ جس سے کروڑوں بندگانِ خدا کی صحت اور لطفِ زندگی وابستہ ہے۔ یہی ایسے مواقع ہیں جہاں صانعِ حقیقی کی رنگا رنگ صفتوں کا گہرا نقش دل پر بیٹھنا ہے +

۷۔ اس کان کو دیکھنے سے طح طح کے خیالات دل میں جاگزیں ہوتے ہیں + اقل تو یہ کہ علم طبقات الارض کتنا ضروری علم ہے۔ اور اس کے دریغ سے کن کن نعمتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جو اسی زمین میں خدا نے پنہاں کر رکھی ہیں۔ دوسرے یہ کہ کتنے لوگ صوبہ پنجاب میں اپنے صوبے کے قدرتی دلکش منظروں سے واقف ہیں اور ان کے نظارے سے مستفید ہوتے ہیں + گنتی سال ہوئے ہیں یہ تماشا دیکھا تھا اور یہ نامکمل سی تصویر دچھپ نظارے کی ایک دھندلے سے نقش ہے جو صفحہ دل پر باقی تھا۔ اس لئے پیش کی ہے۔ کہ اور دیکھنے والے جاہل

اور نظر غور سے دیکھ کر اس سادے خاکے سے دلاویز
(از رسالہ مخزن)

۳۶۔ اُردو زبان

۱۔ ہندوؤں کے عہد میں ہندوستان کے مختلف
صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اور چونکہ سنسکرت
سے نکلی تھیں۔ براکرت کہلاتی تھیں۔ اس لئے کہ سنسکرت
میں اس لفظ کے معنی نکلے ہوئے کے آتے ہیں + جو
زبان ستھرا اور آگرے کے فواح میں بولی جاتی تھی -
سُورسینی بھاکا کہلاتی تھی + ۱۹۱۱ء سے جب دہلی
میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی تو پادشاہی دفتر فارسی
ہو گیا۔ مگر رعایا کی زبان وہی برج بھاکا رہی - اور
مسلمانوں نے اس کا نام ہندی رکھ لیا +

۲۔ ۱۷۸۹ء تک یہی کیفیت رہی - لیکن کچھ زیادہ
عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا۔ کہ سکندر لودھی کے عہد میں
سب سے پہلے کابستوں نے اور بعد میں دیگر ملازمت
پیشہ اقوام نے فارسی لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اسی
طرح اس کا رواج بڑھنا چلا گیا +

۳۔ ٹھیک یقین نہیں - کہ ہندی بھاشا میں فارسی
الفاظ کی کب آمیزش شروع ہوئی - مگر قرین قیاس ہے - کہ
جب سے شمالی اقوام نے ہند پر چڑھائی شروع کی - اور

ادھر کے لوگ ادھر آکر رہ پڑے فارسی کے الفاظ اس میں مخلوط ہونے لگے۔ چنانچہ فرہنگ آصفیہ کے مقدمے میں اس کی تفصیل بخوبی موجود ہے + اس میں شبہ نہیں کہ اسلامی حکومتوں کے دور دورے میں اس اختلاط نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ جیسا کہ کب چند کبیشہ کی تصنیفات سے ظاہر ہے + کبیر اور تلسی داس کی نظم میں جو پندرھویں۔ سولہویں صدی میں گزرے ہیں ایسے بہت سے الفاظ موجود ہیں جو خاص فارسی الہل یا بالکل فارسی ہیں +

۴۔ اگرچہ اس امر کا بخوبی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ مسلمانوں نے ہندی یا سنسکرت کی طرف اسی قدر توجہ کی ہے۔ جس قدر ہندوؤں نے فارسی کے الفاظ کو اپنی زبان میں لے لیا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ خرید و فروخت کے موقع پر ان کو چار ناچار ہندی یا سنسکرت کے مستعملہ الفاظ بولنے پڑتے تھے۔ البتہ خلجی بادشاہوں کے عہد میں امیر خسرو نے ہندی زبان میں کمال پیدا کر کے اس میں بہت پہیلیاں اور انیلیاں اور دو سخن بھی بنائے۔ بلکہ خاص فارسی میں بھی ہندی کی چاشنی دی۔ یعنی کچھ غزلیں اس صنعت کے ساتھ کہیں کہ بعض بیتوں میں ایک مصرع فارسی ہے اور ایک مصرع ہندی۔ اور بعض مصرعوں میں آدھے الفاظ فارسی اور آدھے ہندی ہیں +

۵۔ غالباً فارسی اور ہندی میں زیادہ اسی شاعر

کے عہد سے میل شروع ہوا۔ مگر نہ اس قدر کہ دونوں کے ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو۔ ہاں جب شاہ جہاں نے ۱۶۳۸ء میں شاہجہاں آباد بسایا۔ اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا تو اس وقت سے فارسی زبان اور ہندی بھاشا بہت مل جلی گئی۔ یہاں تک کہ فارسی کے بعض اور ہندی کے اکثر الفاظ میں کثرت استعمال سے تغیر و تبدل پیدا ہوا اور شاہی لشکر میں ایک جدید زبان پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کا نام اردو پڑ گیا۔ کیونکہ اردو ترکی زبان میں شاہی لشکر کو کہتے ہیں۔ بادشاہ وقت نے بھی اس طرف توجہ مبذول فرما کر اس کی ترقی کے مختلف اسباب پیدا کئے پس اس وقت سے یہ زبان منجھتی اور صاف ہوتی چلی گئی۔ مگر اردو شاعری نے عالمگیر کے وقت سے پاؤں نکالے اور اصل جوہن پر شاہ عالم کے وقت میں آئی۔ گو مشہور تو یہ ہے۔ کہ اس زبان میں سب سے پہلے ولی گجراتی نے شعر کہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی زمانے میں جعفر زملی اور صادق صاحب دیوان ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ خود ولی اپنے اشعار میں اور شاعروں پر مثنیہ آیا۔ اور ان پر چوٹ چلا ہے۔

۶۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں تو شعراے ذیل نے غضب ڈھا دیا۔ فارسی۔ ہندی۔ شاعری کو سب سے پرے بٹھا دیا۔ شمس المیر۔ سودا۔ درد۔ سوز۔

مصحفی - انشا - جُرأت - قدوی وغیرہ - جن میں تیسرا اور سودا سب سے بڑھ کر ہیں - اور ایسے ہوتے کہ آج تک لوگ ان کو استاد مانے جاتے ہیں - گو سودا کی بلند پروازی میر پر غالب ہے - اور اس کی ہجو گوئی و قصیدے میں میر اس سے لگا نہیں کھاتا - مگر میر کی بیٹھی اور دلچسپ زبان کو اس کی زبان نہیں پہنچتی - میر کا دہلی کے روزمرے محاورات و اصطلاحات میں ایسا علو پایہ ہے کہ اس کی غزلیں اور مثنویاں مردہ دلوں کے حق میں اب حیات کا کام دیتی ہیں - جنہیں سودا بھی سن کر سودائی ہو جاتا - اور اکثر اوقات میر کی بے تکلفانہ بندش پر سر دھنا کرتا تھا + سودا کا کلام اکثر بلیغ ہے اور تیسرا کا فصیح - غرض بہت سا تو ان شاعروں نے اُردو زبان کو مانجھا - مگر زیادہ ترقی زمانہ حال کے شعرا کی بدولت نصیب ہوئی +

۷ - اس زمانے میں ذوق - غالب - مومن - معروف - دہلی میں - ناسخ - آتش - انیس - اور دبیر لکھنؤ میں بڑے نامور اور استاد وقت ہوئے ہیں + شمس العلماء مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے اُردو کی نظم میں نئی روح پھونک دی ہے - اور جو مقبولیت ان کے کلام کو میسر ہوئی - وہ مشکل سے کسی کو نصیب ہوگی + نشر لکھنے والوں میں میر امن دہلوی - سر سید احمد خاں - شمس العلماء مولانا مولوی محمد حسین آزاد -

مولانا منیر احمد اور مولوی عبد الحلیم شرر قابل تعریف ہیں + مولوی سید احمد دہلوی نے جو احسان اردو زبان پر کیا ہے - کون ہے - جو اس سے واقف نہیں - فرہنگ آصفیہ ان کی زندہ یادگار ہے - مولانا کی منتر نہایت دلچسپ اور دل آویز ہوتی ہے - ان کے ظرافت آمیز مضمون اکثر رسالوں میں اور خاص کر ان کی دیگر اور تصانیف میں شوق سے پڑھے جاتے ہیں +

۸ - سرکار انگلشیہ نے اکثر صوبوں کی عدالتوں کے دفتر اسی زبان میں کر رکھے ہیں - جس سے دن دوئی اور رات چو گنی ترقی ہو گئی - اور سرشتہ تعلیم نے تو اس کو درجہ کمال پر پہنچا دیا - بلکہ علمی زبان بنا دیا - اکثر علوم - کتب ادب و فنون کا خزانہ بنتی چلی جاتی ہے - اگر یہی صورت رہی - تو امید ہے - کہ اس زبان کا وہی پایہ ہو جائیگا جو اور کامل زبانوں کا ہے +

۹ - اگرچہ اس زبان کی ابتدائی ترکیب عربی - فارسی - ترکی - ہندی - الفاظ سے بھٹی - مگر اب انگریزی الفاظ بھی روز بروز اس میں جگہ پاتے جاتے ہیں - اردو زبان کی عروض فارسی زبان کی عروض پر ڈھالی گئی ہے - وہی سحر وہی اوزان وہی تقطیع - مگر پہیلی کا وزن کچھ نرالا - اور سب سے الگ ہے - جس میں بھاشا کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں - یہ پہیلیاں نظم و نثر دونوں طرح

کی ہوتی ہیں *

۳۔ قطب صاحب کی لاٹھ

۱۔ اس عمارت کی رفعت و شان - بلندی اور خوشنائی احاطہ تقریر سے باہر ہے * حقیقت میں یہ عمارت ایسی ہے - کہ روے زمین پر اپنا مثل نہیں رکھتی * نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوپی والے کو ٹوپی اور ٹکڑی والے کو ٹکڑی تمام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لاٹھ پر سے نیچے کے آدمی ذرا ذرا سے معلوم ہوتے ہیں - اور چھوٹے چھوٹے آدمی اور ننھے ننھے باغی - گھوڑے دکھائی دینے سے عجب کیفیت معلوم ہوتی ہے - اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی بہت چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ گویا فرشتے آسمان سے اترے ہیں - غرض یہ لاٹھ عجائب روزگار سے ہے * باوجود اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے - کہ بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے *

۲۔ اس لاٹھ کے نیچے کے درجے کی ایک کچھ مدور اور ایک کمرکی بنی ہوئی ہے - دوسرے درجے کی مدور اور تیسرے کی کمرکی ہے - اس سے اوپر کے

دونو درجے گول ہیں۔ اور تمام عمارت سنگِ سُرخ کی بنی ہوئی ہے۔ البتہ جو تختے درجے میں سنگِ مرمر بھی لگا ہوا ہے۔ اور ہر جگہ مُنبت کاری اور گلکاری بہت خوبصورتی سے کی ہے۔

۳۔ اس لاٹھ کی بنا میں بہت گفتگو ہے۔ اکثر مؤرخوں نے لکھا ہے۔ کہ یہ لاٹھ سلطان شمس الدین التمش کی بنائی ہوئی ہے۔ اور جو کتبہ سکندر بہلول لودھی کے زمانے میں کندہ ہوا ہے۔ اس میں بھی اس لاٹھ کو اسی بادشاہ سے منسوب کیا ہے۔ بعض تاریخوں میں اس لاٹھ کو مسجد کا مآذنہ لکھا ہے۔ اور بعض میں سلطان معز الدین کی لاٹھ لکھا ہے۔ مگر چند وجوہات سے جن کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ ہندوؤں کے عہد حکومت میں تیار ہوا ہے۔ اول یہ کہ اس لاٹھ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے۔ اور ہندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے۔ برخلاف مآذنوں کے کہ اُن کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاؤ الدین نے جو لاٹھ بنانی شروع کی تھی۔ اُس کا دروازہ بھی شرق رویہ رکھا تھا۔ دوسرے یہ کہ مسلمان عموماً ایسی عمارت کو کرسی دیکر بناتے ہیں۔ جیسے کہ سلطان علاؤ الدین نے اپنی لاٹھ کو کرسی دیکر بنانا شروع کیا تھا۔ برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدون کرسی دینے کے عمارت بناتے ہیں۔ جیسے کہ یہ لاٹھ

بنی ہوئی ہے + تیسرے یہ کہ لاٹھ کے پہلے درجے کے پتھر کتبوں کے مقام پر ایسے معلوم ہوتے ہیں - جیسے بعد میں لگائے ہوں + چوتھے یہ کہ جس طرح اصل بُت خانے میں پتھروں پر زنجیرے کھود کر اُن میں گھنٹے لٹکتے ہوئے دکھائے ہیں - ویسے ہی اس لاٹھ کے پہلے کھنڈ پر بنائے ہیں + پانچویں یہ کہ جو کتبے فتح کے قطب الدین ایبک اور معز الدین کے نام پر اصل بُت خانے پر کھدے - ہیں - اُسی طرح کے اس لاٹھ پر بنے ہیں + عجب نہیں کہ پہلے کھنڈوں میں جہاں جہاں کتبے کھدے ہیں وہاں پہلے بتوں کی مورتیں ہوں اور وہاں سے پتھر نکال کر یہ کتبے جن میں بادشاہوں کے نام اور قرآن کی آیتیں ہیں لگائے ہوں +

۴ - یہ بات حدیث سے مشہور چلی آتی ہے - اور ہے بھی قرین قیاس - کہ اس لاٹھ کو رائے پتھورا نے اپنے قلعے اور بُت خانے کے ساتھ ۱۲۳۱ھ میں تعمیر کرنا شروع کیا - کیونکہ اس کی بیٹی سوچ کبھی مذہب کی تھی - اور اس مذہب والے جننا کو سورج کی پتری خیال کرتے ہیں - اور اُس کا درشن کرنا داخل ثواب جانتے ہیں - اس سبب سے جننا کے درشن کے لئے اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ بنا + ۱۲۹۱ھ میں جب یہ بت خانہ مسلمانوں نے فتح کیا - تو اُس پر اپنے نام کے کتبے لگائے - اور فضل بن ابو المعالی کو متولی کیا - اور اس کا نام پتھر پر کھود کر دروازے کے پاس لگا دیا - ۱۲۲۹ھ

میں سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کے ادھر
ادھر تین تین در بڑھائے اور اُسی زمانے میں اس لاٹھ
کو بھی بلند کیا۔ اور دوسرے کھنڈ کے دروازے پر اُس کا
حال کھدوا کر اس کا نام مآذنہ رکھا اور ہر درجہ پر اسی
نام کا کتبہ اور قرآن کی آیتیں کندہ کرائیں۔ اور معمار
کا نام لکھوایا *

۵۔ اگرچہ اب اس لاٹھ کے پانچ کھنڈ ہیں۔ لیکن
اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح مشہور ہے۔ پہلے
اس لاٹھ کے سات کھنڈ تھے۔ اور منارہ ہفت منظری
کے نام سے بھی یہ لاٹھ مشہور تھی * جہاں اب کٹرا
لگا ہوا ہے۔ وہاں ایسے کنگورے بنے ہوئے تھے۔
جیسے فصیلوں کے ہوتے ہیں * چھٹے درجے پر چاروں
طرف دروازے تھے۔ اور اس کے اوپر لداؤ کی مخروطی
برجی بنی تھی۔ یہی اس کا ساتواں درجہ شمار کیا جاتا تھا *
یہ ساتواں درجہ ^{۱۳۵۷ھ} میں فیروز شاہ نے بنایا تھا۔ کیونکہ
اس نے لکھا ہے۔ کہ مرمت کے وقت میں نے اس
لاٹھ کو جتنی پہلی تھی اس سے اونچا کر دیا۔ اور اس
لاٹھ کی مرمت کا حال پانچویں کھنڈ کے دروازے پر
کھدوا دیا۔ اس کے بعد پھر لاٹھ مرمت طلب ہو گئی
تھی۔ چنانچہ ^{۱۳۵۷ھ} میں فتح خاں نے سلطان سکندر
بہلول کے وقت میں مرمت کی۔ اور اس کا حال کھدوا
کر پہلے دروازے کی پیشانی پر لکھوا دیا * کہتے ہیں
^{۱۳۵۷ھ} کی کالی آندھی اور بھونچال کے صدمے سے

اوپر کے کھنڈ گر پڑے تھے۔ اس کے علاوہ امتداد زمانے کی وجہ سے پہلے کھنڈ کے بھی بہت سے پتھر گر جانے کی وجہ سے لاٹھ مرمت طلب ہو گئی تھی * ۶۔ ۱۸۲۹ء میں گورنمنٹ انگریزی کے حکم سے اس لاٹھ کی اوّل سے آخر تک پھر مرمت ہوئی۔ جس جگہ کنگورے تھے۔ وہاں بہت مستحکم سنگین کٹھرا لگا دیا گیا۔ اور پانچویں درجے پر بہت خوب صورت برجی کٹھرا بنا دیا۔ چھٹے کھنڈ کی جگہ نہایت خوب صورت پتھر کی برجی اور ساتویں کھنڈ کی جگہ کاٹھ کی برجی نصب کی گئی اور اس پر پھر ایک بڑا کٹھرا لگایا گیا۔ افسوس کہ یہ دونو برجیاں قائم نہ رہ سکیں۔ سنگین برجی کو لاٹھ پر سے اتار کر نیچے کھڑا کرنا پڑا اور کاٹھ کی برجی صنایع ہو گئی * مرمت کے وقت اس لاٹھ کے کتبوں کے حوت جو گر پڑے تھے۔ بالکل غلط بنا دئے گئے۔ اکثر جگہ لفظوں کی صورت بنا دی ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لفظ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف نقش ہیں۔ بعض لفظ غلط بھی بنا دئے ہیں۔ اور بعض جگہ اپنی طرف سے ایسی عبارت کھود دی ہے۔ کہ اصلی کتبے کے مضمون سے مطلق علاقہ نہیں رکھتی * ۷۔ اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ تقریباً تیس گز۔ دوسرا سترہ گز۔ تیسرا تیرہ گز۔ چوتھا اور پانچواں آٹھ آٹھ گز اونچا ہے۔ اس حساب سے لاٹھ کی کل اونچائی اسی گز کے قریب ہے۔ سنگین برجی کی اونچائی جو گورنمنٹ

انگریزی نے چڑھائی تھی۔ اور اب اتار کر نیچے رکھ دی ہے۔ چھ گز ہے۔ جب اس لاکھ کے ساتوں کھنڈ اپنی اصلی حالت پر قائم تھے۔ تو اس کی بلندی سو گز تھی۔ لاکھ کا محیط سطح زمین پر پچاس گز ہے۔ اور چوٹی پر دس گز۔ لاکھ کے اندر اوپر چڑھنے کے لئے چکر دار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ سیڑھیاں تعداد میں تین سو اٹھتر ہیں +

(سر سید احمد خاں)

۳۸ - دوستی

۱۔ دنیاوی تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ تعلقات جن پر ہمارا کوئی قابو نہ ہو۔ اور خداوند کریم نے ہماری بہتری اور فلاح کے لئے پہلے ہی سے تجویز کر دئے ہوں۔ مثلاً باپ کا تعلق بیٹے سے۔ بھائی کا بہن سے۔ چچا کا بھتیجے سے یہ دوسرے قسم کے وہ تعلقات ہیں۔ جو ہماری مرضی اور پسند پر منحصر ہیں۔ ان تعلقات کو ہم بغیر کسی مجبوری کے خود پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کا قائم رکھنا یا نہ رکھنا محض ہماری رائے پر ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی اور ملاقات۔ دوستی اور اتحاد دوسرے قسم کے تعلقات میں داخل ہیں۔ اور ان میں سب

سے اعلیٰ مرتبہ اس تعلق کا ہے۔ جسے ہم دوستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں + دوست سے مراد وہ شخص ہے۔ جس کے ساتھ ہمارا دلی اتحاد ہو۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے کی ہر وقت آرزو ہو۔ ہم اُس کے دیکھنے سے خوش ہوں۔ وہ ہمارے دیکھنے سے۔ نہ ہمارے راز اُس سے پوشیدہ ہوں۔ نہ اس کے راز ہم سے۔ ہمارے صلاح و مشورے کا وہ محتاج ہو۔ اور ہم اُس کے صلاح و مشورے کے۔ مختصر یہ ہے کہ ہم اس شعر کے مصداق ہوں ۵

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جاں شدمی
تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگر تو دیگری
۲۔ اگر کسی گھر میں ایک شخص نمازی ہو۔ تو دوسرا بھی اُسے دیکھ کر نمازی بن جاتا ہے۔ اگر کسی گھر میں ایک شرابی ہو۔ تو دوسرا بھی اُس کی تقلید پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ نیک بختی اور بد بختی عموماً اچھی اور بُری صحبت میں رہنے کا نتیجہ ہیں۔ پس اگر تمہاری دوستی ایسے شخص کے ساتھ ہے۔ جس میں اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ موجود ہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ تمہاری طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوگی۔ اور اگر تمہارے دوست میں اخلاق ذمبیہ اور خصائل نا پسندیدہ پائے جاتے ہیں۔ تو تمہاری طبیعت کا میلان بھی بدی کی طرف ہوگا +

۳۔ دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط چاہئے۔ کیونکہ اُن کی صحبت کا اثر تمہاری طبیعت پر یقیناً ہوگا۔

اور یہ اثر یا تو اچھا ہوگا - یا بُرا - پس یہ ضروری امر ہے - کہ تم ایسے لوگوں کو دوستی کے لئے منتخب کرو - جن کا اثر تم پر اچھا پڑے +

۴ - وہ اشخاص کسی طرح دوستی کے لائق نہیں - جن کا چال چلن اچھا نہ ہو - یہ لوگ خواہ کیسے ہی ذی رتبہ اور ذی علم ہوں - اُن سے علیحدہ ہی رہنا مناسب ہے + اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت اچھوں کو بھی بُرا بنا دیتی ہے - وجہ یہ ہے - کہ ذی رتبہ شخص کا دباؤ چھوٹے درجے کے آدمی پر زیادہ پڑتا ہے - اور وہ چار و ناچار اُسے خوش کرنے کے لئے اُس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے + ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی گریز کرنا چاہئے - جو اپنا عزیز وقت ہنسی دل لگی میں گنڈارتے ہوں - نہ تو خود کوئی کام کرنا چاہیں - اور نہ دوسرے کو کوئی کام کرنے دیں - ہر وقت بیکار کاموں میں مصروف رہیں - کبھی تاش ہے - کبھی گنجیفہ - کبھی شطرنج کبھی چوسر - نہ اپنے وقت کی قدر ہے - نہ دوسرے کے وقت ضائع کرنے کا افسوس - ایسے لوگ خود بھی برباد ہوتے ہیں - اور اپنے دوستوں اور ہم جنسوں کو بھی ساتھ لے ڈوبتے ہیں + دوستی کے لائق ہمیشہ وہی شخص ہوتے ہیں جو اپنی عزت کا بھی خیال رکھتے ہوں اور دوسرے کی عزت کو بھی عزیز جانتے ہوں - ایماندار ہوں - راستباز ہوں - خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوں + جن لوگوں میں یہ خوبی ہے - بیشک وہ دوستی کے

لائق ہیں۔ خواہ وہ مسلمان ہوں۔ یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا سکھ + دوستوں کی تعداد کا محدود رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن لوگوں کے دوستوں کا دائرہ وسیع نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی قدر و منزلت بھی کم ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی ہے۔ جس قدر دوست تھوڑے ہوتے ہیں اسی قدر اُن کے ساتھ ارتباط بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور جس قدر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر خصوصیت کم ہو جاتی ہے +

۵۔ لوگوں کو دوست بنانا تو نہایت آسان ہے۔ مگر دوستی کے فرائض کی پابندی اور اُن کی بجا آوری نہایت مشکل ہے + جو شخص اس بات کا طلبگار ہے۔ کہ لوگ اُس کے دوست بنیں۔ اُس کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ دوستانہ ہونا چاہئے + جس شخص کو اس بات کا گھمنڈ ہے۔ کہ مجھے کسی کی پروا نہیں۔ اُسے یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اُس کی بھی کسی کو پروا نہ ہوگی + جب تم لوگوں کا خیال کرو گے۔ تو لوگ خود بخود تمہارا خیال کریں گے۔ اگر تمہارا کوئی دوست نہ بنے۔ تو سمجھو کہ تم میں کوئی نہ کوئی ایسا نقص ضرور ہے۔ کہ لوگ تم سے متنفر ہیں + ایک دوسرے کی مدد۔ اور ایک دوسرے کی نسبت گمان نیک دوستی کا پہلا اصول ہے + اگر دوست تمہارے سامنے موجود نہ ہو۔ تو اس کی غیبت میں کوئی ایسا لفظ زبان پر نہ لاؤ۔ جو اس کی دل شکنی کا باعث ہو + یوں تو ایک دوسرے کی

امداد ہر وقت ضرور ہے۔ مگر جب کسی دوست پر مشکل آجئے۔ تو ایسے موقع پر ہرگز پہلوئی نہ کرو۔ یہ دطیرہ مردانگی کے خلاف ہے + اگر تمہارا دوست بیمار ہو۔ تو اس کی خدمت تمہارا عین فرض ہے۔ اس کی دوا دارو اور علاج و معالجہ کا حق عزیز اقربا سے زیادہ تم پر واجب ہے + اسی طرح اور موقعوں پر بھی جب دیکھو کہ تمہارا دوست مصیبت میں ہے۔ تو اُس کی امداد کرو۔ مگر یہ یاد رکھو۔ کہ برے کاموں میں دوست کا ساتھ ہرگز نہ دو۔ کیونکہ اس قسم کا برتاؤ اسے بدی پر جُرأت دیگا + اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارا دوست تمہیں ایسے کام کے لئے مجبور کرتا ہے جو انصاف سے بعید ہے۔ یا قانون و شریعت کے برخلاف تو اُس کی پابندی تم پر واجب نہیں + دوست کے فائدے کے لئے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا یا دوست کے کہنے سے دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ دوستی کے فرائض میں داخل نہیں۔ بلکہ تمہاری دوستی کا یہ اصول ہونا چاہئے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے دوست کو برے کاموں سے روکو اور نیک کاموں کی طرف مائل کرو + دوستوں کو ایک دوسرے کی برداشت بھی ضرور ہونی چاہئے۔ اگر دوست سے کوئی زیادتی ہو جائے۔ تو تم اُس کی برداشت کرو۔ دنیا کے کار و بار اسی طرح چلتے ہیں۔ کہ ایک شخص دوسرے کی برداشت کرے خصوصاً اس حالت میں جبکہ دوستی اور اتحاد کا

واسطہ درمیان ہو ۽ جب ایک مرتبہ دوستی ہو جائے - تو
جہاں تک بن پڑے ترک نہ کرے - کیونکہ دوستی کا
نباہ دوستی کے لوازمات میں داخل ہے ۽
(مؤلف)

۳۹ - ارسطو

۱- یہ حکیم جو یونان کے سب حکیموں کا سر تاج مانا
جاتا ہے - حضرت عیسیٰ سے ۲۸۵ برس پہلے مقدونیہ کے
ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا ۽ اس کا باپ طبابت پیشہ
تھا ۽ یہ ابھی لڑکا ہی تھا - کہ اس کے سر سے ماں
باپ کا سایہ اُٹھ گیا - جس کے سبب اس نے اپنا بچپن
کھیل کود میں گنوا یا ۽ جب باپ کا اندوختہ ۽ مٹروکہ کھا
پی چکا - تو فوج میں بھرتی ہو گیا مگر جب سپاہیانہ مشقت
نہ جھیل سکا - تو نوکری چھوڑ کر شہر ایٹھنز میں چلا آیا -
اور یہاں آ کر علم حکمت کی تحصیل میں مشغول ہو گیا ۽
اٹھارہ برس کا تھا - کہ حکیم افلاطون کا شاگرد ہو گیا -
۳۷ برس کی عمر تک اُس سے تعلیم پائی - اور یہاں تک
مشق بڑھائی - کہ افلاطون کے سب شاگردوں پر سبقت
لے گیا ۽

۲- تقوڑے ہی عرصے بعد سکندرِ رومی کے باپ
نیلقوس نے ارسطو کی شہرت سن کر اُسے بلا لیا - اور

اپنے بیٹے سکندر کا اتالیق مقرر کر دیا + اُس نے آٹھ ہی برس میں اُسے فن بلاغت - علم اخلاق اور مختلف علموں کی چھوٹی موٹی کتابیں پڑھا دیں - اس قلیل عرصے میں اس قدر علم سکھا دیئے سے فیلقوس کے دل میں اس کی جگہ ہو گئی - اور وہ اس کی بہت تعظیم و تکریم کرنے لگا - چنانچہ اس کی صورت کے بت ترشوا کر بطور یادگار مکانوں میں رکھوا دئے - بلکہ جس گاؤں میں ارسطو پیدا ہوا تھا - اور وہ اب آجائ پڑا تھا - اُسے بھی دو بارہ تعمیر کرا دیا - شہر ایٹھنز میں ارسطو چودہ برس تک رہا - اور علمی تحقیقات کے واسطے جس قدر کتابیں یا آلات درکار تھے - سب بہم پہنچا کر حکمیہ مسائل کی تحقیق پر جھک پڑا + چونکہ سکندر بڑا زبردست اور ایک جلیل القدر بادشاہ تھا - اس سبب سے تمام جہان میں اُس کی شان و شوکت کا شہرہ ہو گیا تھا - اسی وجہ سے ارسطو نے بھی بڑی شہرت اور نام پایا + سکندر اس سے دوستانہ برتاؤ رکھتا تھا +

۳۴ - جب سکندر مر گیا - تو ارسطو حاسدوں کے خوف سے شہر ایٹھنز کو چھوڑ کسی اور جگہ چلا گیا - اور اپنے چلے جانے کی یہ وجہ قرار دی - کہ ایٹھنز کے باشندے پھر اسی جرم کے مرتکب نہ ہوں - جو سقراط کے مار ڈالنے میں ان سے سرزد ہوا تھا +

۳۵ - اس کے چند روز بعد حضرت عیسیٰ سے ۳۲۳ برس پہلے اس نے وفات پائی - اس کی موت کا اصل

سبب تحقیق نہیں ہوا۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ زہر کھا کر مر گیا۔ کوئی بیان کرتا ہے۔ کہ دریا میں ڈوب مرا۔ اور کوئی رائے لگاتا ہے۔ کہ اپنی موت سے مرا ۛ

۵۔ اس حکیم نے حکمت کے رسالوں کے سوا

چار سو رسالے فن شاعری۔ فن فصاحت۔ فن بلاغت

اور قوانین میں بلکہ اور اور مختلف علموں کی فروعات

میں بھی لکھے تھے ۛ مرتے دم اُس نے یہ سب

رسالے اپنے ایک دوست کے حوالے کر دیئے۔ اور

وصیت کی کہ انہیں ہرگز مشتر نہ کرنا۔ اور نہ رواج

دینا۔ اسی طرح ایک اور شخص کو اُس نے اپنی کتابیں

سپرد کیں۔ اور اُسے بھی یہی وصیت کی ۛ اس کے

دوست نے اس خوف سے کہ ایک بادشاہ کو ان

کتابوں کی تلاش تھی۔ زمین میں دفن کر دیا۔ اور ارسطو

کی وفات کے بعد ۱۴۰ برس تک وہ تصانیف وہیں

پڑی رہیں ۛ بعد ازاں ایجنفر کے ایک امیر نے وہ

سب کتابیں خرید لیں اور جب یونان میں اہل روماکا

عمل دخل ہوا۔ تو اُن کے ایک سردار بسلانامی کے

ہاتھ وہ سب کتابیں آئیں۔ اور اس وقت سے یونانی

حکمت نے روماکا میں رواج پایا ۛ بوعلی سینا۔ فرنگستان

کے حکیموں اور فاضلوں نے ارسطو کی تصنیفات کی

شرحیں لکھی ہیں اور جن مشلوں میں اُس سے غلطی

ہوئی ہے۔ انہیں اصلاح دیکر درست بھی کر دیا ہے ۛ

(مؤلف)

۴۰۔ خوشام

۱۔ دل کی جس قدر بیماریاں ہیں۔ ان میں سب سے مہلک خوشام پسندی ہے + جب انسان کے جسم میں ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو دبائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے۔ تو انسان مہلک امراض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی کے مزاج میں خوشام پسندی آ جاتی ہے۔ تو اس میں ایک ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو زہریلی باتوں کے زہر کو چوس لینے کی خواہش رکھتا ہے + جس طرح کہ خوش گلو گانے والے کا راگ اور خوش آئندہ بابے کی آواز انسان کے دل کو نرم کر دیتی ہے اُسی طرح خوشام بھی انسان کے دل کو ایسا پگھلا دیتی ہے۔ کہ ہر ایک کانٹے کے چھنے کی جگہ اُس میں ہو جاتی ہے +

۲۔ اول اول یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنی آپ خوشام کرتے ہیں۔ اور اپنی ہر ایک چیز کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور آپ ہی آپ اپنی خوشام کر کے اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اوروں کی خوشام ہم میں اثر کرنے لگتی ہے + اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اول تو خود ہم کو اپنی محبت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہی محبت ہم سے باغی ہو جاتی

ہے۔ اور ہمارے بیرونی دشمنوں سے جا ملتی ہے۔ اور جو محبت و مہربانی ہم خود اپنے ساتھ کرتے تھے۔ وہ ہم خوشامدیوں کے ساتھ کرنے لگتے ہیں۔ اور وہی ہماری محبت ہم کو یہ بتلاتی ہے۔ کہ اُن خوشامدیوں پر مہربانی کرنا نہایت حق اور انصاف ہے۔ جو ہماری باتوں کو ایسا اچھا سمجھتے ہیں اور ان کی اتنی قدر کرتے ہیں + جب ہمارا دل ایسا نرم ہو جاتا ہے۔ تو ہماری عقل خوشامدیوں کے مکر و فریب سے اندھی ہو جاتی ہے۔ اور وہ مکر و فریب ہماری بیمار طبیعت پر بالکل غالب آ جاتا ہے +

۴۔ لیکن اگر ہر شخص کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ خوشامد کا شوق کیسے نالائق اور کمینہ سببوں سے پیدا ہوتا ہے۔ تو یقینی خوشامد کی خواہش کرنے والا شخص ویسا ہی نالائق اور کمینہ تصور ہونے لگیگا + جبکہ ہم کو کسی ایسے وصف کا شوق پیدا ہوتا ہے جو ہم میں نہیں ہے یا ہم ایسے بننا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ درحقیقت ہم نہیں ہیں۔ تب ہم اپنے تئیں خوشامدیوں کے حوالے کرتے ہیں جو آوروں کے اوصاف اور آوروں کی خوبیاں ہم میں لگانے لگتے ہیں + گو بہ سبب اس کمینہ شوق کے خوشامدیوں کی باتیں ہم کو اچھی لگتی ہوں۔ مگر درحقیقت وہ ہم کو ایسی ہی بد ذہن ہیں جیسے کہ دوسرے کے کپڑے جو ہمارے بدن پر کسی طرح ٹھیک نہیں + اس بات سے کہ ہم اپنی حقیقت کو چھوڑ کر

دوسرے کے اوصاف اپنے میں سمجھنے لگیں۔ یہ بات نہایت عمدہ ہے۔ کہ ہم خود اپنی حقیقت کو درست کریں۔ اور سچ سچ وہ اوصاف خود اپنے میں پیدا کریں۔ اور بعض چھوٹی نقل بننے کے خود ایک اچھی اصل ہو جائیں۔ کیونکہ ہر قسم کی طبیعتیں جو انسان رکھتے ہیں۔ اپنے اپنے موقع پر مفید ہو سکتی ہیں + ایک تیز مزاج اور چست چالاک آدمی اپنے موقع پر ایسا ہی مفید ہوتا ہے۔ جیسے کہ ایک رونی صورت کا چپ چاپ آدمی اپنے موقع پر +

۴۔ خودی جو انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے۔

جب چپ چاپ سوئی ہوئی ہوتی ہے۔ تو خوشامد اس کو جگاتی اور ابھارتی ہے۔ اور جس کی خوشامد کی جاتی ہے۔ اس میں پھچورے پن کی کافی لیاقت پیدا کر دیتی ہے + مگر یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ جس طرح خوشامد ایک بدتر چیز ہے۔ اُسی طرح مناسب اور سچی تعریف کرنا نہایت عمدہ اور بہت ہی خوب چیز ہے + مثلاً جب لائق شاعر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں۔ تاکہ اُن کے کلام سے ان لوگوں کا نام باقی رہے جن کی کہ وہ تعریف کرتے ہیں۔ تو شاعری کی خوبی سے خود اُن شاعروں کا نام بھی دُنیا میں باقی رہتا ہے۔ اس طرح دونو شخص خوش ہوتے ہیں۔ ایک اپنی لیاقت کے سبب سے اور دوسرا اُس لیاقت کو تمیز کرنے کے سبب + پس لیاقت شاعری کی یہ ہے۔ کہ وہ نہایت بڑے استاد مصوّر کی مانند ہو۔ کہ وہ اصل صورت اور رنگ اور

خط و خال کو بھی قائم رکھتا ہے۔ اور پھر بھی تصویر ایسی بناتا ہے۔ کہ خوشنما معلوم ہو *

۵۔ ایشیا کے شاعروں میں ایک بڑا نقش ہی ہے۔ کہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ بلکہ جس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے اوصاف ایسے جھوٹے اور ناممکن بیان کرتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ تعریف تعریف نہیں رہتی۔ بلکہ فرضی خیالات ہو جاتے ہیں *

۶۔ ناموری کی مثال نہایت عمدہ خوشبو کی ہے۔ جب ہوشیاری اور سچائی سے ہماری واجب تعریف ہوتی ہے۔ تو اس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے۔ جیسے عمدہ خوشبو کا۔ مگر جب کسی کمزور دماغ میں زبردستی سے وہ خوشبو ٹھونس دی جاتی ہے۔ تو ایک تیز بو کی مانند دماغ کو پریشان کر دیتی ہے * فیاض آدمی کو بدنامی اور نیک نامی کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اور عالی ہمت طبیعت کو مناسب عزت اور تعریف سے ایسی ہی تقویت ہوتی ہے۔ جیسی کہ غفلت اور حقارت سے پست ہمتی ہوتی ہے * جو لوگ کہ عوام کے درجے سے اوپر ہیں انہی لوگوں پر اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ تھرمامیٹر میں وہی حصہ موسم کا زیادہ اثر قبول کرتا ہے۔ جو صاف اور سب سے اوپر ہوتا ہے *

سر سید احمد خاں



۴۱۔ خوشخطی

۱۔ انسان کی طبیعت قدرۃً حُسن پسند واقع ہوئی ہے +
 حُسن سے ہماری مراد عام حُسن ہے۔ خواہ یہ حُسن آواز
 ہو یا حُسن صورت۔ حُسن وُضْع ہو۔ یا حُسن سیرت + انسان
 کی طبیعت کو حُسن سے ایک خاص حظ اور سرور حاصل
 ہوتا ہے۔ جب ہم ایک صدائے دلکش سُنتے ہیں۔ تو
 کیسے خوش ہوتے ہیں۔ کوئی خوبصورت چیز دیکھتے ہیں۔
 تو کیا سرور ہوتا ہے۔ اچھی وضع اور اچھی سیرت کس
 قدر جی کو بھاتی ہے۔ یہ کشش اور جذب صرف حُسن
 خوبی کا ہے۔ جس کی الفت کا خمیر خدا تعالیٰ نے
 ہماری سرشت میں رکھا ہے +

۲۔ خوشخطی بھی ایک حُسن ہے۔ جو انسان کے
 ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ حُسن انسان کی کوشش سے
 تعلق رکھتا ہے۔ یعنی جس قدر اُس کی تحصیل میں کوشش
 کی جائے۔ اسی قدر اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے + یہ
 جوہر ہر دل عزیز اور عام پسند ہے۔ مضامین عالی کی
 طرف راغب کرنے کا یہ ایک عمدہ وسیلہ ہے۔ اگر کوئی
 کتاب خوش خط لکھی ہوئی ہو۔ تو اُس کی وقعت دیکھنے
 والوں کی نظر میں دو چند ہو جاتی ہے + اس کی بعینہ
 ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک قصر بلند ہر طرح کے
 سامان سے آراستہ ہو۔ فرش مکلف بچھا ہوا ہو۔ بھاڑ

فانوس سے مزین ہو۔ ہر ایک چیز اپنے اپنے قریب سے دھری ہوئی ہو۔ آسائش و آرام کی ہر شے موجود ہو + اس قصر کی سجاوٹ اور زینت دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچنے میں متناطیسی اثر رکھتی ہے۔ دل ہے۔ کہ اس کے سیر و تماشے سے سیر نہیں ہوتا۔ ایک خوبی سے جی بھرنے نہیں پاتا۔ نظر سیر نہیں ہوتی۔ کہ دوسری کیفیت اپنی طرف کھینچنے لگتی ہے۔ نظر ہے۔ کہ جہاں پڑی وہیں کی ہو رہی + برعکس اس کے عالی مضمون اگر بُرے اور ناموزوں الفاظ میں ادا کیا جائے۔ یا عمدہ عبارت بُرے خط میں لکھی ہوئی ہو۔ تو دیکھنے یا پڑھنے والے کا دل اُس سے ہرگز متاثر نہ ہوگا۔ بلکہ پڑھنے والے کی طبیعت میں اس کے پڑھنے سے ایک الجھن پیدا ہوگی۔ اور جو امر مطلوب تھا۔ وہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور جو وقت اس میں خرچ ہوگا۔ وہ کسی حساب ہی میں نہیں + یہ امر ظاہر ہے۔ کہ جب عبارت کے پڑھنے میں پڑھنے والے نے مضمون کے سمجھنے سے زیادہ دقت اور تکلیف اٹھائی۔ تو وہ معافی کی تہ تک پہنچنے کے قابل کب رہیگا +

۳۔ اس جوہر کی ہر زمانے میں قدر رہی ہے + شایان سلف کے زمانے میں خوشنویس اور درباریوں کی طح معزز و ممتاز رہے ہیں۔ ایک ایک خوش قلم قطعہ یا شعر پر خوشنویس بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔

کل کی بات ہے۔ کہ دلی کے میر پنچہ کش مرحوم کے ہاتھ کی تعلیمیں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں۔ ایک ایک حرف پانچ پانچ روپے کو بکتا تھا۔ اس قیمت پر بھی لوگ اُسے ارزاں سمجھتے تھے۔ آج کل خوشخطی کی اگرچہ اتنی وقعت تو نہیں رہی۔ مگر پھر بھی بہت کچھ ہے + صیغہ ملازمت میں دیکھ لیجئے۔ خوشخط کم استعداد امیدوار با استعداد بد خط پر ترجیح پا جاتا ہے۔ چنانچہ جن شخصوں کو روزگار کی تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اکثر خوشخط بلکہ محض صاف لکھنے والے منتخب ہو گئے ہیں۔ اور اچھے مستعد اہل علم منہ دیکھتے رہ گئے + اس کے علاوہ سرکاری نصاب تعلیم میں اور مضامین کے پہلو پہلو خوشخطی کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ اور ایک مناسب وقت اُس کے واسطے رکھا گیا ہے۔ جس سے اس کی وقعت بخوبی ظاہر ہے +

۴۔ صوبہ بنگال کے صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ایک زمانے میں دفاتر سرکاری کے بد خط ملازمین کی بذریعہ سرکلر سخت خبر لی تھی۔ اور اسی اثنا میں پنجاب کے صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بھی ڈائریکٹر صاحب بہادر سرشتہ تعلیم کو اس فن کی طرف خاص توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ اسی تحریک پر چند سال امتحان پاس شدہ طلباء کو انعام بھی ملتا رہا +

۵۔ خوشخطی میں بغور دیکھئے تو بہت سی صفیتیں

پائی جاتی ہیں + منجملہ اُن کے ایک صفت یہ ہے۔ کہ انسان کو نفاست پسند اور پاکیزہ خو بنا دیتی ہے۔ اور یہ کمنا بیجا نہیں ہے۔ کہ اس ہنر کا جو ہر ہی صفائی اور پاکیزگی ہے۔ جس قدر سامان اس کے لئے ضرور ہے۔ مثلاً کاغذ۔ قلم۔ روشنائی۔ سطر۔ چاقو۔ قلم زن۔ وقت۔ مکان۔ طبیعت۔ سب ہی تو مناسب اور موزوں ہونے چاہئیں۔ ان میں اگر ایک چیز بھی اپنے مقیاس مطلب سے گری ہوئی ہوگی۔ تو تحریر اس کمی کو ظاہر کر دیگی + دائرہ۔ دامن۔ کشش۔ شوشہ۔ طول و عرض۔ انحناء۔ استقامت۔ سواد و بیاض حروف۔ نقطہ۔ کمرسی و نشست الفاظ۔ سطروں کی راستی اور اُن کا درمیانی فاصلہ۔ یہ سب جس قدر باہم متناسب ہونگے۔ اسی قدر کشش نگاہ اور جذب دل میں مؤثر اور قوی ہونگے +

۴۔ دوسری صفت یہ ہے۔ کہ خوشخطی انسان کے بہت سے تواً مثلاً ہاتھ۔ نظر۔ دل اور دماغ کی تربیت میں مدد دیتی ہے + حافظے کی بھی اس سے خاصی ترقی ہوتی ہے + صبر و سکون۔ محنت اور استقلال کا مادہ طبیعت میں پیدا ہوتا ہے + دل کی شوخی اور بے چینی پر اس سے ضبط اور قابو حاصل ہو جاتا ہے + خوشنویس جب تک پتا مار کہ ایک طرز خاص کے ساتھ جو اس نے اختیار کی ہوئی ہے۔ دیر تک اپنی تمام توجہ سے لکھنے میں۔ مصروف نہ ہو۔ اپنے

خط کو مقبول نہیں بنا سکتا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں صفحہ کی کتاب کو ایک قلم اور ایک روش پر اوّل سے آخر تک لکھتے چلتے جانا اس بات کی صاف دلیل ہے۔ کہ لکھنے والا بڑا مستقل مزاج ہے + پس جو فن انسان میں اتنی خوبیاں پیدا کرے۔ اس کی جتنی قدر کی جائے۔

فقوڑی ہے +
۵۔ دنیا میں اکثر پیشے والے اپنے پیشوں پر اوروں کے مقابلہ میں خوش نظر نہیں آتے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو۔ کہ رات دن ایک ہی کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں کوئی جدت پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُس کام سے اُن کا دل بھر جاتا ہے۔ مگر خوشنویس اپنے فن کی تکمیل کے بعد خوش دیکھے جاتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو حسن اُن کے ہاتھ سے کاغذ پر حروف و الفاظ کی صورت میں ادا ہوتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر ناز کرتے اور دل میں باغ باغ ہو جاتے ہیں +

۶۔ بچوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ کھیلتے کھیلتے کبھی لکڑی۔ کوئلے۔ یا کسی سخت چیز سے زمین یا دیوار پر خط کھینچنے لگتے ہیں۔ اور یوں بے ارادہ اکثر حروف کی شکلیں اُن کے ہاتھ سے بن جاتی ہیں۔ جس کو دیکھ کر وہ بہت ہی خوش ہوتے ہیں + اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قدرت نے ان کی سرشت میں اس فن کا مادہ اور اس کی تحصیل کا شوق پیدا کیا

ہے۔ پس اگر بچوں کے اس رجحانِ طبیعت کی ذرا بھی مدد کی جائے۔ تو وہ نہایت خوشی سے اس فن کے سیکھنے میں مشغول ہوں۔ اور بہت جلد اس میں تکمیل حاصل کریں۔ کیونکہ جو کام بلا جبر دل کی خوشی سے ہوتا ہے۔ وہ بہت جلد اتمام کو پہنچتا ہے۔ اس بیان سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہئے۔ کہ لڑکوں کا تمام وقت اسی میں صرف کیا جائے۔ نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان کا یہ قدرتی میلان عدم توجہی میں ضائع اور برباد نہ ہو۔ اور ایک حد مناسب تک اس کی رعایت ملحوظ رہے۔ (مولوی سید احمد کبیر)

۴۲۔ ڈھاکے کی ململ

۱۔ ڈھاکے کی ململ کو جو شہرت ایک زمانہ دراز سے ہندوستان میں حاصل ہے۔ وہ کسی کپڑے کو آج تک نصیب نہیں ہوئی۔ یہ ململ ایسی نفیس اور لطیف ہوتی تھی۔ کہ ہندوستان کے تمام راجاؤں اور امیروں کی رانیاں اسی کا استعمال کرتی تھیں۔ اس کی خوبیوں نے یہاں تک شہرت پائی۔ کہ ہندوستان سے نکل کر دوسرے ملکوں میں اس کا چرچا پھیل گیا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصر و غرب کی اشیاء تجارت میں اسے خاص امتیاز حاصل تھا۔ روم کی سلطنت

جس کی عظمت و شوکت فتوحات عرب سے پیشتر افریقہ اور یورپ میں بہت اوج پر تھی۔ اُس کے فرمانرواؤں کی بیگمات اسی ملل کو زیب تن کیا کرتی تھیں + یورپ نئی مغرز خواتین اس کی نزاکت اور نفاست کی اس قدر شیفٹ ہو گئی تھیں۔ کہ اپنا تمام لباس اسی کا بنانے لگیں۔ اور ایک گز کے عوض کئی کئی اشرفیاں قیمت دینے میں دریغ نہ کرتی تھیں +

۲۔ شاہان مغلیہ کے زمانے میں ملل کی قدر اور بھی بڑھ گئی۔ سلطنت کے تمام اکابر و عمائد اسے زیب تن کرنے لگے۔ جہانگیر کی چاہیتی بیگم نور جہاں اس کی بہت شائق تھی۔ اور اُس کی سرپرستی و قدر دانی کی وجہ سے ملل کی دستکاری کو نمایاں ترقی ہوئی۔ شاہی محلوں اور حرم سراؤں میں خواتین شاہی کے استعمال کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کے تھان تیار ہو کر آنے لگے۔

جس چیز کی قدر دانی بادشاہ کرے۔ اس کے فروغ کا کیا ٹھکانا ہے رعیت بھی اُسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور بنانے والے بھی اس میں اپنی صنعت اور کاریگری کو درجہ کمال پر پہنچا دیتے ہیں +

۳۔ ملل کی نفاست کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ لندن میں اس وقت ایک ایسا تھان موجود ہے۔ جس کا طول ۲۰ گز اور عرض ایک گز مگر اس کا وزن صرف ساڑھے سات گرین ہے + یہ تھان ۱۷۱۷ء کی نمائش کے وقت بہم پہنچایا گیا تھا + ۱۷۱۷ء میں جب

شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اپنے زمانہ شہزادگی میں ہندوستان
تشریف لائے۔ تو ان کے لئے تین ٹھان خاص طور پر
تیار کرائے گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا طول
بیس گز اور عرض ایک گز تھا۔ اور وزن صرف اڑھائی
روپے بھر *۔

۴۔ شاہنشاہ جہانگیر کے زمانے تک لمل کا ایک
ٹھان زیادہ سے زیادہ چار سو روپے قیمت پر فروخت
ہوتا تھا۔ مگر انگریزی عہداری میں لمل کی نایابی سے
اس کی قیمت اس قدر بڑھ گئی۔ کہ ایک ایک ٹھان
آٹھ آٹھ سو روپے تک فروخت ہوا *۔ باوجودیکہ یورپ
نے ہر قسم کی مکینیں ایجاد کرنے میں بڑی اعلیٰ درجے
کی ترقی کی ہے۔ مگر پھر بھی ایسی باریک و نازک
لمل تیار نہیں کر سکے *۔

۵۔ اس لمل کے واسطے ایک قسم کی کپاس
ڈھاکے میں بوئی جاتی تھی۔ اور سوت بھی خاص موسم
اور مقررہ اوقات میں کاتا جاتا تھا *۔ برسات کا موسم
اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا۔ جس میں
ہوا کی نمی سے باریک سے باریک تار کھینچ سکتا تھا *۔
یہ کام ہندو عورتوں کے ہاتھ میں تھا۔ جس کو اٹھارہ
بیس سے تیس برس کی عمر تک کیا کرتی تھیں *۔
تیس برس کے بعد ان کی نظر کی تیزی کم ہو جاتی
تھی۔ اس وقت سے وہ سوت کاتنے کے قابل نہ
سمجھی جاتی تھیں *۔ یہ عورتیں صوف صبح اور شام کام

کرتی تھیں۔ کیونکہ اس وقت آفتاب کی تمازت کم ہوتی ہے +
 نفاست کے لحاظ سے اس ممل کے کئی نام تھے۔ مثلاً
 آب رواں یا شبنم + شاہی خاندان کے لئے جو ممل تیار
 ہوتی تھی۔ اسے خاصہ کہتے تھے۔ اور پھول دار کو
 جامدانی + مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے یہ ممل چھتیس
 قسم کی ہوا کرتی تھی +

۴۔ ڈھاکے کی ممل کی تیاری اور اس کی قدر و قیمت
 انگریزی عملداری کے ابتدائی زمانے تک اپنی اصلی حالت
 پر رہی مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہندوستان
 کے تجارتی مال پر جو مالک غیر کو جانا تھا۔ ۵۰ فیصدی
 کا اضافہ کر دیا گیا۔ اور اسی زمانے میں ممل کے تھان
 کلوں کے ذریعے تیار ہو کر ہندوستان میں آنے لگے +
 زیادتی محصول کے باعث ڈھاکے کی ممل کی نکاس
 یورپ کی طرف کم ہو گئی۔ اور ولایت کی ممل کا خرچ
 قیمت کی ارزانی کے باعث ہندوستان میں بڑھ گیا۔
 اس سے ڈھاکے کی دستکاری ماند پڑ گئی۔ مگر اس
 گئی گزری حالت میں بھی ڈھاکے کی ممل سولہ روپے
 گز اب تک فروخت ہوتی ہے + مجھے اقامت ڈھاکے میں
 معلوم ہوا۔ کہ ہندو مستورات کے واسطے پانچ پانچ گز کی
 ساڑھیاں آٹھ روپے پر تیار ہوتی ہیں۔ اور ہندوستان
 کے مختلف حصوں میں تحفے کے طور پر بھیجی جاتی ہیں +
 (حافظ عبد الرحمن امرتسری)

۴۳ - حیاتِ انسانی

۱۔ بچپن - اللہ اللہ - بچپن کا زمانہ بھی کیا ہے
 بادشاہی وقت ہوتا ہے - کہ اس میں نہ روٹی کا غم
 نہ کمانے کا فکر - نہ گھر بار کا الجھڑا - نہ بال بچوں کا
 بکھڑا - جب بھوک لگی رو دے - پیٹ بھرا ہنس پڑے -
 اگر ہم ذرا دوڑتے تو ماں کو یہ خیال ہوتا کہ کہیں بچہ
 گر نہ پڑے - اس کے چوٹ پھیٹ نہ آجائے - مگر ہمیں
 اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی + آگ پر ہم ہاتھ ڈال دیتے -
 سانپ کو ہم پکڑ لیتے اور اس سے کھیلنے کھڑے ہو
 جاتے - اوپر خدا نیچے ماں باپ ہمارے محافظ تھے - گویا
 ہمارے حصے کا فکر بھی ہمارے ماں باپ کو ملا ہوا تھا +
 حاکم کے روبرو ہم بے تصور ٹھہرتے تھے - خدا کے نزدیک
 ہم معصوم خیال کئے جاتے تھے - ظالم بھی دیکھتا تو ہم سے
 ہنس کر بولتا - غرض ہر شخص ہمیں گودی میں اٹھا لیتا +
 جب ذرا بڑے لڑکوں میں شمار ہوئے تو کھیلنے کودنے کے
 سوا کچھ کام نہ تھا - بے فکری سے ماں باپ کی روٹیاں
 توڑنا آٹھوں پہر ہنسنے کھیلنا - کسی سے دھول کسی سے
 دھچکا - موٹے کا غم نہ جیتنے کی خوشی - رونے کے موقع پر
 ہنسنا - ہنسنے کے موقع پر رونا - ہر بات کی اُنگ - ہر
 بات کا چاؤ ہمارا شیوہ تھا + اب وہی ہم ہیں کہ طح طح
 کے مددے اٹھا رہے ہیں - حاکم کا ہمیں خوف ہے -

خدا کے گھر کا ہمیں ڈر + کاش ہم اُسی عمر کے رہتے تو کیا اچھا ہوتا +

۲۔ جوانی کا عالم بھی عجب عالم ہے۔ اس میں پانی دودھ ہو کر لگتا ہے۔ اور سوکھی روٹی بھی کام دیتی ہے + جوان کی نیند عجب نیند ہے۔ سر پہ کیسے آ رہے چلیں۔ مگر خبر تک نہیں ہوتی۔ اس نیند کا متوالا ہر وقت سرشار بنا رہتا ہے۔ بات بھی کرتا ہے۔ تو اس کڑا کے سے کہ دل ہل جائے۔ قدم بھی رکھتا ہے تو اس زور سے کہ زمین ہل جائے + ان دنوں میں سارے قوے۔ تمام اعضا زوروں پر ہوتے ہیں۔ رگوں میں خون اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے۔ کہ جس طرح نیچے کبڈی کھیلتے ہیں۔ دلوں میں طرح طرح کے ولے اس طرح جوش مارتے ہیں۔ جسے فوارہ اُچھلتا ہے۔ جو بات آتی ہے۔ رو کی صبح آتی ہے۔ اور جو شوق جاتا ہے۔ گدھے کے سینگوں کی طرح چلا جاتا ہے۔ نزلے کا دم بند۔ زکام کا دم خشک۔ بلغم کا منہ فق رہتا ہے۔ ناخن کی شکایت۔ نہ چوٹ پھیپٹ کی حکایت۔ اندھیرے کا خون نہ اُجالے کی خوشی۔ شیر کی دبشت نہ تنہائی کی وحشت۔ بھرا بھرا بدن۔ کام سے ٹھکنا نہ کسی سے جھجکنا۔ یہ سارا اسی کی طفیل ہے + یہ ایسا زمانہ ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی سخت کام ہو نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ اس لئے اس زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہئے +

۳۔ ادھیڑ پن۔ جب جوانی کا زمانہ رخصت

ہو جاتا ہے۔ تو آدمی اپنے دل ہی دل میں خیال کرتا ہے کہ مائے بیچپن کا زمانہ جسے بادشاہی وقت کہتے ہیں وہ جانا رہا۔ لڑکپن ہمارا گزر گیا۔ جوانی کی لسنترانی ہماری مٹ گئی۔ اب ہم ادھر میں پڑے ہیں پتھر ہے۔ کہ گو آدھا سر سفید ہو گیا۔ دانت ہلنے لگے کمر میں درد۔ دل سرد رہنے لگا۔ مگر آدمیت سے تو خارج نہیں ہوئے۔ کوئی ہمیں ستر بہتر بوڑھا تو نہیں کہتا۔ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سے محتاج نہیں ہوئے۔ چل پھر کر دو چار پیسے بھی کما لاتے ہیں۔ صلح مشورہ بھی دینے کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جوانوں کو دھکا بھی لیتے ہیں۔ کہ تم نے ابھی دیکھا کیا ہے۔ ہماری سی مصیبتیں اٹھاؤ گے تو جانو گے +

۴۔ - **بڑھاپا**۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ انسان اپنی عمر کے تمام مدارج طے کر چکنا ہے + دانت گرنے لگ جاتے ہیں۔ بال گھلا ہو جاتے ہیں۔ چہرے پر چھریاں پڑ جاتی ہیں۔ ہڈی سے چمڑا لگ جاتا ہے۔ گوشت گھل جاتا ہے۔ گردن ہلنے لگتی ہے۔ کان جواب دے دیتے ہیں۔ آنکھوں سے لاچار ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ پیٹھ کبڑی ہو جاتی ہے۔ لکڑی کا سہارا لگنا ہے + اس وقت خیال آتا ہے۔ کہ مائے افسوس۔ اب ہم سترے بہترے ہو گئے۔ بوڑھا بوبک ہمارا نام ہوا۔ لڑکے ہماری نقلیں اتارتے ہیں۔ جوان ہم پر ہنستے ہیں۔ کھانا ہمیں ہضم نہیں ہوتا۔ کمانے کے ہم نہیں۔ عبادت کے ہم نہیں۔ ہاتھ اٹھائی روٹی کھاتے ہیں۔

افسوس نہ تو یادِ الٰہی کر سکے۔ نہ دُنیا ہی کے کام
بنا سکے۔

تمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے
بارک ہیں وہ لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں۔
بچپن۔ جوانی۔ ادھیڑ پن بڑھاپے میں ینگی کی راہ
نہیں چھوڑتے۔ دُنیا میں ابھی گزارتے ہیں اور اپنی
عاقبت بھی سنوارتے ہیں +

(سید احمد دہلوی)

۴۴۔ نہر سویز

۱۔ اہل یورپ کو اُن کی طباعی اور اولو العزمی پر
جس قدر آفرین کہیں اور جتنا سراہیں بجا اور زیبا ہے
اور کیوں نہ ہو جس کام میں قرون تک بڑے بڑے طاقتور
بادشاہوں نے کوشش کی اور گوہر مقصود ٹانگہ نہ آیا آج
یورپ والوں کی عالی ہمتی سے ایک فرانسیس نے کر دکھایا۔
یعنی بحیرہ قلزم و بحیرہ روم کے مابین ریتی زین کے
ایک قطعے میں جس کو خاکناے سویز کہتے ہیں۔ نہر کاٹ
کر دونو بحیروں کو ملا دیا۔ اور اُس نہر میں انگلستان اور
ہندوستان کے جہازوں کی آمد و رفت جاری ہو گئی +
جہازوں کو پہلے کیپ کی راہ سے گزرنے میں خطرے

بھی پیش آتے تھے اور پندرہ ہزار میل طے کرنے پڑتے تھے۔ اب اس نہر کی بدولت جو ام ڈی بسپ صاحب کی تجویز سے بنی ہے۔ وہ اندیشے بالکل دور ہوئے اور فقط آٹھ ہزار میل کا رستہ رہ گیا + ظاہر ہے کہ وقت میں کس قدر تخفیف ہوئی اور وقت کی بچت سے روپے کی کتنی کفایت نکلی۔ اہل یورپ کو اس کام کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اور صدکا منافع کے علاوہ اس بچت ہی کی ترغیب کیا کم تھی +

۲۔ قدیم سے یورپ کے لوگوں کو ایشیا کی چیزیں خریدنے کا کمال ہی شوق چلا آتا ہے + پہلے تو ان چیزوں کو شان و شکوہ کا اسباب اور عیش و عشرت کا سامان سمجھتے تھے لیکن جب سے شائستگی بڑھی وہ ضروریات میں داخل ہوئیں اور ان کا رواج عام ہو گیا + اگلے زمانے میں عرب اور درمیانی ملکوں کے لوگ ایشیا کا مال یورپ میں لے جاتے تھے لیکن جب سے بحیرہ شام اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں کے ملکوں کے باشندوں کو جہاز رانی کا شوق غالب ہوا رفتہ رفتہ ایشیا کی کل تجارت گویا انہیں کے ہاتھ میں آ گئی + پھر کیپ کی راہ نکل آنے سے اس تجارت کو اور زیادہ رونق ہوئی۔ اور آخر کو علم میں ترقی ہونے اور آدمیوں میں وقت کی قدر پیدا ہو جانے سے کیپ کے رستے میں بھی پھیر معلوم ہوا۔ اور ڈاک لے جانے اور مسافروں کو پہنچانے کے واسطے خاکناے سویز کی

راہ تجویز ہوئی اور جو میل اس رستے آنے لگی اُس کا اوور لینڈ بیل نام رکھا گیا ہر چند کئی برس سے وہاں ریل بھی جاری ہو گئی تھی۔ لیکن انگلستان سے ہندوستان میں آتے ہوئے سکندریہ میں جہازوں پر سے اسباب اُتارنے اور سویز میں دو بارہ جہازوں پر چڑھانے میں جو خرچ ہوتا اور صرف کثیر اور توقف پڑتا تھا اس کو یورپ کی شایستگی اور علمیت کب گوارا کر سکتی تھی۔ غرض یہی وقت اس نہر کے کاٹنے کا سبب ہوئی۔

۳۷ - ۱۸۶۹ء کا ذکر ہے۔ کہ فرانس کے شہنشاہ نیپولین اعظم نے مصر میں وارد ہو کر کچھ انجنیئر نوکر رکھے۔ اور ان کو حکم دیا کہ غور و فکر و معائنہ مقام کے بعد رپورٹ کرو کہ خاکناے سویز میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہر کھد سکتی ہے یا نہیں۔ ان لوگوں کو اس کام میں ایسی سخت مشکلیں نظر آئیں کہ انہوں نے شہنشاہ کو اس خیال محال سے باز رہنے کی صلاح دی۔ اب ام ڈی سپ نے جو شہنشاہ فرانس کے وکیل مقیم مصر کے نائب کا بیٹا تھا مدت تک وہاں رہنے سے زمین کے خواص معلوم کئے اور دونو بحروں کو نہر کے وسیلے وصل کر دینے کی تدبیر سوچی۔ اور اس کو ایسے بڑے کام کے لئے فقط روپے کی مشکل باقی رہ گئی۔ اس واسطے اس نے ۱۸۵۷ء میں سعید پاشا سے تذکرہ کیا۔

پاشاے مذکور نے اس کی تدبیر پسند کی اور امداد کا اقرار کیا + اس تقویت پر ام ڈی لسپ نے لندن اور پیرس میں جا کر نہر سوز کھودنے کے واسطے ایک کمپنی قائم کی اور جب آٹھ کروڑ روپے کچھ حصہ دار مقرر ہو گئے - تو اُس نے پاشا سے یہ معاہدہ کیا کہ ننانوے برس تک نہر کمپنی کے قبضے میں رہے اور پھر گورنمنٹ مصر کے حوالے کی جائے اور اس عرصے میں جس قدر منافع ہو - اس میں سے پندرہ روپے سینکڑہ پاشا لیا کرے - اس کے سوا ایک شرط یہ بھی ٹھہری کہ مزدوروں وغیرہ کی مدد پاشا کی طرف سے ملے + لیکن اس بات پر گورنمنٹ انگلشیہ نے اعتراض کیا - اور مزدوروں کو نقد روپیہ دینا قرار پایا + پاشا نے چار کروڑ روپیہ کمپنی کو دیا - نہر کے تمام ہونے سے پہلے ۱۸۶۳ء میں کل صرت ہو گیا اور لسپ صاحب کو قرض لینے کی ضرورت پڑی اور نہر ہی کی ساکھ پر چار کروڑ روپیہ اُن کو مل گیا + غرض کل سولہ کروڑ روپے میں یہ کام اس طرح تیار ہو گیا - کہ بورل سوئی وغیرہ ایک کمپنی کو نہر کی کھدائی کا ٹھیکہ دیا - اور ڈولسوڈ وغیرہ کو بندرگاہ سعید میں جہازوں کے ٹھیرنے کے لئے مکان تیار کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا اور ام واٹن بے کل کارخانے کے ڈائریکٹر جنرل مقرر ہوئے اور نہر کے چار حصے کر کے ایک ایک ٹکڑا ایک ایک انجنیئر کے سپرد کیا +

عجائب و غرائب کے ظہور کے زمانے میں یہ نہایت عجیب اور دشوار کام آدم زاد نے عقل کے زور اور زبردست وسائل کے بل پر پورا کیا + سپ صاحب کے کامل اور غافل انجینئر ہونے میں شک نہیں لیکن اُن کو اس تجویز کا بانی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ آغاز شایستگی سے لوگوں کو اس صحرا میں نہر کاٹنے کی طرف توجہ چلی آئی ہے + سر پٹو صاحب ملک یونان کا نامور جغرافیہ داں جو کہ سنہ عیسوی کی پہلی صدی میں گذرا ہے اور اُس نے مصر کی سیر بھی کی ہے۔ لکھتا ہے۔ کہ مصر کے بادشاہ سسوسٹرس نے دمیاط سے کہ دریائے نیل کی شاخ ہے۔ مشرق کی طرف ایک نہر کھدوانی شروع کی تھی۔ اور دارا شاہ ایران نے بھی اس میں ہمت صرف کی تھی۔ مگر انجام کار اُس کو بطلوس فلیڈلفس نام بادشاہ مصر نے تمام کیا + پھر مدت تک کام میں نہ آنے اور اس کی خبر نہ رکھنے اور اس میں ہوا کے جھکڑوں اور پانی کے سیلوں کے ساتھ خاک اور ریت پڑتے رہنے سے وہ نہر اٹ گئی + کہتے ہیں کہ خلفا نے بھی اس کی صفائی اور اجرا کا ارادہ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہوئے +

۴۔ سپ صاحب اور ان کے مددگاروں کو اول ہی اول بڑی دقت یہ پیش آئی۔ کہ جن انجینئروں کو نپولین اعظم نے بھیجا تھا ان کی رپورٹ کے موافق بحر قلزم کی نہ بھر شام کی تہ سے بلند معلوم ہوئی۔ مگر حقیقت میں یہ بات غلط نکلی۔ کپتان سپرسٹ صاحب

جو جہاز میں سوار ہو کر مصر کے ساحل کا معائنہ کرنے گئے تھے ۱۹۵۵ء میں ان کی رپورٹ چھپ جانے سے ان انجینیروں کی تحریر بے اہل ثابت ہوئی۔ البتہ اتنی بات پائی گئی کہ دریائے نیل کی طغیانی سے جو ہر سال اس کے کناروں پر مٹی رہ جاتی ہے۔ وہ پچھوا ہوا سے اڑا کر بحر قلزم بلکہ اس سے بھی پرے شام کے کنارے تک پہنچتی ہے۔ اور خاک بھی اس قدر اڑ کر جاتی ہے۔ کہ ایک سال کے اندر برونوس کے قریب ایک مسجد دب گئی + لوگن صاحب جو حال میں نہر گنگ پر متعین تھے۔ ان کے نزدیک یہ دقت درختوں کے لگانے سے رفع ہو سکتی تھی۔ اور درخت میٹھے پانی کی نہروں کے وسیلے سے لگ سکتے تھے۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ جس جس جگہ نہر جنم گذرتی ہے وہاں آب شیریں کی افراط سے ملک کی صورت ہی بدل گئی ہے + ان صاحب کی تجویز کے موافق مصر میں آب شیریں کی نہر اس طرح جاری ہو سکتی تھی۔ کہ اس کی تہ سمندر کی نہر کے دونوں کناروں کی تہوں سے اوپچی رکھی جاتی اور اس صورت میں جس قدر پانی آب پاشی سے بچتا وہ تغلی پر صرف ہو جاتا اور پانی کے ساتھ ریت مٹی نہ آنے کے واسطے اس نہر کو ایک جھیل میں لے جاتے کہ اس میں ساری مٹی بیٹھ جایا کرتی۔ غرض بہت سا روپیہ جو اب نہر میں سے مٹی نکلانے میں صرف ہوتا ہے وہ اس ترکیب سے بچ جاتا +

۵۔ سوئز کی نہر کا طول سو میل اور عمق ۲۶ فٹ اور عرض تہ پر ۲۶۶ فٹ اور سطح پر ۳۲۸ فٹ ہے۔ اور اس کے بیچ میں قفل نہیں پڑتی + ایک سرے سے دوسرے سرے تک دفانی جہاز ۱۶ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں + بندرگاہ سعید میں جہاں سے نہر کاٹی ہے پانی کا زور گھٹانے کے واسطے دو بڑے بند باندھے ہیں اور ان کی چٹائی ریت کی بارہ بارہ گز مکعب سلوں کی ہے اور ہر ایک سل وزن میں چھ سو سولہ من کی ہے۔ اور وہ رود نیل کی ریت اور فرانس کا چونہ ملا کر بنائی ہے اور ایک ایک سل کی تیاری میں ایک سو تیس روپے صرف ہوئے ہیں + اس نہر کے رستے میں کئی جھیلیں پڑتی ہیں۔ ایک جگہ دس میل تک سوختہ زمین ملتی ہے + درحقیقت سوئز سے بندرگاہ سعید تک ۷۵ میل کا فاصلہ ہے۔ لیکن نہر کا طول کئی جھیلوں میں گزرنے کے سبب ۲۵ میل زیادہ ہو گیا ہے + بیچ میں کئی جگہ نشیب و فراز بھی ہے۔ اور خصوصاً نشیب میں انجینروں کو بڑی دقتیں پیش آئی ہیں۔ اول نہر کے کھودنے میں مزدوروں کے واسطے آب شیریں کا پہنچانا سب سے زیادہ مشکل ہوا۔ کیونکہ وہاں میٹھا پانی میسر نہ آتا تھا۔ اس واسطے پچاس میل کے فاصلے سے آب شیریں کی نہر لانی پڑی ہے + اسمعیلیہ میں اس نہر کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شاخ دو قفلوں میں ہو کر نہر سوئز میں پڑتی ہے۔ اور دوسری

پچاس میل طے کر کے مقام سویز میں گرتی ہے۔ ان شاخوں کے نکالنے میں بھی گورنمنٹ مصر کے چالیس لاکھ روپے صرف ہوئے * غرض یہ کام جو فرانس کی ذکاوت۔ اولوالعزمی اور صناعت کی یادگار ہے۔ سپ صاحب نے اس ہنرمندی اور ثابت قدمی اور جرات سے پورا کیا ہے۔ کہ اس کے آگے میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں کی جواہردی اور دلاوری گرد ہے *
(مؤلف)

۴۵۔ کاہلی

۱۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے۔ جس کے معنی میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا۔ کام کاج۔ محنت۔ مزدوری میں چستی نہ کرنا۔ اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں سستی کرنا کاہلی ہے۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ دلی قوت کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے *
۲۔ ہاتھ پاؤں کی محنت اوقات بسر کرنے اور روٹی

کا کر کھانے کے لئے نہایت ضروری ہے * روٹی پیدا کر کے اپنا پیٹ پالنا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ بھجوری اس کے لئے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑی جاتی ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ محنت

مزدوری کرنے والے بہت کم کابل ہوتے ہیں * محنت کرنا اور محنت کے کاموں میں ہر روز لگے رہنا گویا اُن کی طبیعت ثنائیہ ہو جاتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی حاجت نہیں ہے۔ وہ اپنے دلی قوے کو بیکار چھوڑ کر کابل اور حیوان صفت بن جاتے ہیں *

۳۔ یہ سچ ہے۔ کہ لوگ پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں۔ اور ہزار پڑھے لکھوں میں شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا۔ کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورہ کام میں لائے لیکن اگر انسان اُن عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے۔ اور اپنے دلی قوے کو بیکار ڈال رکھے۔ تو وہ نہایت کابل اور وحشی ہو جاتا ہے * انسان بھی شل اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے۔ اور جبکہ اُس کے دلی قوے کی تحریک سست ہو جاتی ہے۔ اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے۔ اور جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور انسانی صفت کو کھو کر پورا حیوان بن جاتا ہے * پس ہر ایک انسان پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے اندرونی قوے کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور اُن کو بیکار نہ چھوڑے *

۴۔ ایک ایسے شخص کی حالت کو خیال کرو۔ جس کی آمدنی اُس کے اخراجات کو مناسب ہے۔ اور اُس کے حاصل کرنے میں اُس کو چنداں محنت و مشقت کرنی نہ پڑے۔ جیسے کہ ہمارے ہندوستان میں ملکبوں اور اُن لوگوں کا حال تھا۔ جو کسی قسم کا خراج نہ دیتے تھے *

اگر ایسا شخص اپنے دلی قوائے کو بھی بیکار ڈال دے تو اس کا حال کیا ہوگا۔ یہی ہوگا۔ کہ اس کا میلان وحشیانہ باتوں کی طرف بڑھتا جائیگا + شراب پینا اور مزیدار غذائیں کھانا اُس کا رات دن کا شغل ہوگا۔ قمار بازی اور تماشہ بینی کا عادی ہو جائیگا۔ یہی باتیں اُس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہوتا ہے۔ کہ وہ بد سلیقہ ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک وضعدار وحشی ہوتا ہے + شراب پی کر پلنگ پر پڑے رہنا اور پیچوان کے دھوئیں اُڑانا اُس کو پسند ہوتا ہے۔ اور جنگل کی ریت پر پڑے رہنا اور ناریل میں تمباکو کے دھوئیں اُڑانا اس کو پسند ہوتا ہے۔ پس پیچوان اور ناریل اور بچھونے اور ریت کے فرق سے کچھ مشابہت میں جو اُن دونوں میں ہے کسی نہیں آتی +

۵۔ ہم قبول کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لئے ایسے کام بہت کم ہیں۔ جن میں اُن کو قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے۔ اور برخلاف اس کے اور ولایتوں میں خصوصاً انگلستان میں وہاں کے لوگوں کے لئے ایسے موقعے بہت ہیں۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں۔ کہ اگر انگریزوں کو بھی کوشش اور محنت کی ضرورت اور اُس کا شوق نہ رہے۔ جیسا کہ اب ہے۔ تو وہ بھی بہت جلد اپنی وحشت پسندی کی حالت کو پہنچ جاویں گے۔ مگر ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے

ملک میں جو ہم کو اپنے قوائے قلبی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں رہا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ ہم نے کاہلی اختیار کی ہے۔ یعنی اپنے دلی قوائے کو بیکار چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم کو قوائے قلبی اور قوت عقلی کے کام میں لانے کا موقع نہیں ہے۔ تو ہم کو اس کی فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔ کہ وہ موقع کیونکر حاصل ہو۔ اگر اس کے حاصل کرنے میں ہمارا کچھ قصور ہے۔ تو اس کی فکر اور کوشش چاہئے۔ کہ وہ قصور کیونکر رفع ہو۔ غرضیکہ کسی شخص کے دل کا بیکار پڑا رہنا نہ چاہئے۔ کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا لازم ہے۔ تاکہ ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کی فکر اور مستعدی رہے۔ اور جب تک کہ ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بیکار پڑا رکھنا نہ چھوڑے گا اس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں ہے۔ نہایت حکیمانہ قول ہے۔ کہ

بیکار مباحث کچھ کیا کر
گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر

(سر سید احمد خاں)



۴۶۔ جانوروں کے ہاتھ

۱۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو حیوانوں کے جسم میں کوئی نہ کوئی ایسا عضو ضرور ملیگا جسے ہم ہاتھ کا قائم مقام کہ سکیں۔ جن کاموں کو انسان ہاتھ سے کرتا ہے۔ بہت سے جانور اُن کو بڑی سہولت اور خوبی کے ساتھ اپنے کسی اور عضو سے کرتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے کڑی بندر اپنی لمبی دم سے ہاتھ کا کام لیتے ہیں۔ اور اس سے پھل کو توڑ کر منہ تک لے جاتے ہیں + ہاتھی اپنی سونڈ کے ذریعے زمین سے بھاری سے بھاری شہتیر اور ہلکی سے ہلکی چیز مثلاً سوئی تک کو اٹھا لیتا ہے + گھوڑا اپنی دم کو ہاتھوں کی طرح استعمال کرتا ہے اور اس سے کھیلوں کو دور کرتا ہے + ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک جہاز میں ایک مرغی کو دیکھا جو اپنی گردن سے ہاتھ کا کام لیتی تھی۔ جہاز میں پرندوں کے کئی دڑبے تھے۔ جن پر مرغیوں اور بطخوں وغیرہ میں جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ سب دڑبے انسانوں کی نگاہ میں تو ایک ہی سے تھے۔ لیکن یہ مرغی ایک ہی دڑبے میں رہنا چاہتی تھی۔ اور اپنے انڈے کسی اور دڑبے میں رکھنا اور سینا گوارا نہ کرتی تھی۔ ایک دن اس کے مالک نے وہ ٹوکری جس میں انڈے تھے اٹھا کر دوسرے دڑبے میں رکھ دی۔ مرغی

نے اُسے تلاش کرنا شروع کیا تو کرا مل گیا تو اپنی گردن اٹکے کے گرد پیسٹی گویا گردن سے اٹکے کو پکڑ لیا۔ اور اٹھا کر پڑانے دڑبے میں لے گئی۔ اسی طرح سب اٹکے ایک ایک کر کے اُسی دڑبے میں جا رکھے۔

۲۔ چوہوں کی نسبت بھی ایسی روایتیں مشہور ہیں یہ بھی بہت سی چیزوں کو اپنی دم سے پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کرتے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے۔ اسی طرح شیر۔ چیتے۔ بھیڑے۔ خرگوش۔ گلہری۔ اور اور جانور بھی اپنے بچوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں پہنچا دیتے ہیں۔ ویل مچھلی کے پیٹ کے نیچے ایک حصہ ہوتا ہے۔ شکار کے وقت برچھیوں کی بھرمار میں وہ اس حصے کے نیچے اپنے بچے کو دبائے بہت دُور تک لے جاتی ہے۔

۳۔ امریکہ میں ایک مرتبہ دو شکاریوں نے جنگل میں ایک عجیب ماجرا دیکھا۔ دونو شکار کھیلتے کھیلتے ایک دریا کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں ایک ہرنی اپنے بچے کے ساتھ ایک موڑ پر پانی پی رہی تھی۔ جہاں دونو پانی پینے میں مصروف تھے۔ وہاں دریا بہت گہرا تھا۔ اور ساحل بالکل ڈھلوان۔ ہرنی شکاریوں کو دیکھتے ہی بھاگی۔ مگر اس کوشش میں بچہ گر پڑا اور دریا میں بہ نکلا۔ اس پر ہرنی سخت پریشان ہوئی۔ مگر اس نے شکاریوں کا مطابق خوف نہ کیا۔ بلکہ دریا کے کنارے

کنارے بڑی تیزی سے آگے کو دوڑی کہ بچے تک پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ ایک چٹانی موڑ پر پہنچی اور چٹان پر پاؤں چا کر کھڑی ہو گئی + جب اس کا بچہ تیرتا ہوا ماں کے نزدیک پہنچا تو اس نے اپنے دونوں اگلے پاؤں ہرنی کی گردن میں اس طرح ڈال دیے جس طرح انسان کا بچہ اپنی ماں کی گردن میں ہاتھیں ڈال دیتا ہے اور ہرنی اُسے سادھے ہوئے کنارے پر لے آئی + اگرچہ شکاری اس طرف بڑھے چلے آتے تھے۔ لیکن وہ اُسے چاٹتی رہی۔ یہاں تک کہ گرمی پا کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اور ایک طرف کو چمپت ہوا۔ ہرنی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ اُن کی آن میں دونوں جنگل میں غائب ہو گئے اور شکاریوں کے ہاتھ سے اُن کی جان بچ گئی +

۴۔ بعض پرندے بازوؤں کو ہاتھ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جب چیل مرغی کے بچوں پر جھپٹتی ہے۔ تو مرغی بچوں کو پروں کے نیچے کر لیتی ہے + اسی طرح جب تیتھر کے بچوں پر باز یا شکرہ اچانک حملہ آور ہوتا ہے۔ اور اس کے بچے بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ تو وہ اُن پر پروں کا سایہ کر کے حفاظت کا حق ادا کرتا ہے + ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک تیتھر اپنے بچوں کو بھگا کر ایک خرگوش کے بل میں لے جانا چاہتا تھا۔ کہ اُن کو باز کے چلے سے جو سر پر منڈلا رہا تھا بچائے۔ لیکن بچے بل کے اندر نہ گئے۔ اس وقت

تینتر نے اُن کو اپنے پردوں کی پناہ میں لے لیا *
 ۵۔ بعض جانور اپنے بچوں کو خطرے کے وقت
 اپنے منہ میں اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں * یہ اس وقت
 ہوتا ہے۔ جب بچے بھاگنے میں اُن کا ساتھ نہیں
 دے سکتے * اگر بچے اُن کے ساتھ ساتھ بھاگ سکتے
 ہیں۔ تو وہ اُن کو بھاگ نکلنے کی ترغیب دیتے ہیں *
 ہزن۔ کتے اور بلی اس ترکیب سے کام لیتے ہیں *
 کتوں اور بلیوں کو ایسا کرتے ہزاروں نے دیکھا ہوگا
 مگر کبھی یہ خیال نہ کیا ہوگا۔ کہ جانور منہ یا جبرے سے
 بھی ہاتھ کا کام لے سکتے ہیں * ایک شخص نے ایک
 کتے کو یہ تعلیم دی تھی۔ کہ وہ ایک پیسہ لے کر ہر روز
 نان بائی کی دکان پر جاتا۔ اور وہاں سے ایک روٹی
 اپنے کھانے کے لئے خرید کرتا۔ یہ کتا اس تعلیم پر
 عمر بھر کار بند رہا * اسی طرح بعض لوگ کتوں کو منہ
 میں لالٹین لے کر چلنا سکھاتے ہیں * ایک اخبار
 سے معلوم ہوا۔ کہ ایک عورت کے پاس اسپینیل نسل
 کا ایک کتا تھا۔ ایک دن وہ عورت پانی کا بھرا ہوا
 پیالہ لے جا رہی تھی۔ اتفاق سے پیالہ ہاتھ سے
 چھوٹ گیا اور فرش پر گرا * کتا دوڑا دوڑا باورچی خانے
 میں گیا اور وہاں سے فلائین کا ایک ٹکڑا منہ میں
 دبائے لے آیا اور عورت کے آگے رکھ دیا۔ جس
 سے اُس نے فرش پر کا پانی خشک کر دیا *
 ۶۔ شاخدار جانور سینگوں سے ہاتھوں کا کام لیتے

ہیں۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ جب ایسے جانوروں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ سینگوں سے حملہ آور کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ایک جانور سیہی نام جس کے جسم پر لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں۔ خطرے کے وقت انہیں کانٹوں کو کھڑا کر لیتا ہے۔ حملہ آور کو اُن سے زخمی بھی کر دیتا ہے +

۷۔ جو باتیں اوپر بیان ہوئیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحشی جانور تک اپنے اعضا کو کسی غیر مفید یا بے معنی طریقے میں استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ حسب ضرورت اُن سے مناسب موقع کام لیتے ہیں +
(مولوی سید احمد کبیر)

۴۷۔ تعصب

۱۔ انسان کی بدترین خصلتوں میں سے تعصب بھی ایک بہت ہی بُری خصلت ہے + یہ ایسی بد خصلت ہے۔ کہ انسان کی نیکیوں اور اس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کرتی ہے + بد متعصب گو اپنی زبان سے نہ کہے۔ مگر اس کا طریقہ یہ بات جتلاتا ہے۔ کہ عدل و انصاف کی خصلت جو عمدہ ترین خصائل انسانی سے ہے۔ اُس میں نہیں ہے +
متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہے۔ تو اپنے تعصب

کے سبب اس غلطی سے بکل نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کا تعصب اس کے برخلاف بات کے سُنے اور سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہے۔ بلکہ سیدھی اور سچی راہ پر ہے۔ تو اس کے فائدے اور اس کی نیکی کو پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کے مخالفوں کو اپنی غلطی پر متنبہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔

۲۔ تعصب انسان کو ہزار طرح کی نیکیوں کے حامل کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید سمجھتا ہے۔ مگر صرف تعصب سے اس کو اختیار نہیں کرتا۔ اور دیدہ و دانستہ بُرائی میں گرفتار اور بھلائی سے بیزار رہتا ہے۔

۳۔ انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ وہ تنہا اپنی حوائج ضروری کو مہیا نہیں کر سکتا۔ اس کو ہمیشہ مددگاروں۔ معاونوں کی جو دوستی اور محبت سے ناطق آتے ہیں۔ ضرورت ہوتی ہے۔ مگر متعصب اپنے تعصب کے سبب تمام لوگوں سے منحرف اور بیزار رہتا ہے اور کسی کی دوستی اور محبت کی طرف بجز ان چند لوگوں کے جو اس کے ہم رائے ہیں۔ مائل نہیں ہوتا۔

۴۔ عقل اور قواعد قدرت کا مقتضا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ امور متعلق تمدن و معاشرت میں جو باتیں زیادہ منفعت اور زیادہ آرام اور زیادہ لیاقت اور زیادہ عزت کی ہیں۔ ان کو انسان اختیار کرے۔ مگر متعصب ان نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

۵۔ ہنر اور فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو نہایت اعلیٰ درجے تک حاصل کرنا چاہیے۔ مگر تعصب اپنی بد فہمت سے ہر ایک ہنر فن اور علم کے اعلیٰ درجے تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے۔

۶۔ وہ اُن تمام دھسپ اور مفید باتوں سے جو نئی تحقیقات سے اور نئے علوم اور فنون سے حاصل ہوتی ہیں محض جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ اُس کی عقل اور اُس کے دماغ کی قوت محض بیکار ہو جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں سنا ہوئی ہے۔ اُس کے سوا اور کسی بات کے سمجھنے کی اُس میں طاقت اور قوت نہیں رہتی۔ وہ ایک ایسے چانور کی مانند ہو جاتا ہے۔ کہ اُس کو جو کچھ بالطبع آتا ہے۔ اس کے سوا اور کسی چیز کی تعلیم و تربیت کے قابل نہیں ہوتا۔

۷۔ بہت سی قومیں ہیں۔ جو اپنے تعصب کے باعث سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں اور کیا فضل و دانش میں اور کیا تہذیب و شائستگی میں اور کیا جاد و حشمت اور مال و دولت میں اعلیٰ درجے سے نہایت پست درجہ مذلت اور خواری کو پہنچ گئی ہیں اور بہت سی قومیں ہیں۔ جنہوں نے اپنی بے تعصبی سے ہر جگہ اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں حاصل کیں اور اونے درجے سے ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچ گئیں۔

۸۔ غیر متعصب مگر اپنے مذہب میں پختہ ہمیشہ سچا۔
دانا دوست اپنے مذہب کا ہوتا ہے۔ اس کی خوبیوں
اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے۔ اُس کے اصول کو دلائل
و براہین سے ثابت کرتا ہے +

۹۔ برخلاف اس کے متعصب نادان دوست اپنے
مذہب کو رسوا کرتا ہے۔ وہ سراسر اپنی نادانی سے اپنے
مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے + غرضیکہ نقشب خواہ دینی
باتوں میں ہو۔ یا دنیوی باتوں میں۔ نہایت بُرا اور بہت
سی خرابیوں کا پیدا کرنے والا ہے +

۱۰۔ مغرور و متکبر ہو جانا۔ اور اپنے ہمجنسوں کو
سوائے چند کے نہایت حقیر و ذلیل سمجھنا متعصب کا
خاصہ ہوتا ہے +

۱۱۔ اس کے اصول کا مقتضا یہ ہوتا ہے۔ کہ
تمام دنیا کے لوگوں سے سوائے چند کے کنارہ گزین ہو۔
مگر ایسا کر نہیں سکتا۔ اور مجبوری ہر ایک سے ملنا
ہے۔ اور اوپرے دل سے اُن کا ادب اور اپنی جھوٹی
نیازمندی بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے ایک
اور بد خصلت نفاق اور کذب اور دغا بازی اور فریب
و مکاری کی اپنے میں پیدا کرتا ہے +

۱۲۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے۔ جس نے
خود ہی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی
ہوں۔ مگر ہمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ
اٹھایا ہے۔ الا متعصب شخص ان نعمتوں سے بد نصیب

رہتا ہے +

۱۳۔ علم میں اس کو ترقی نہیں ہوتی۔ ہنر و فن میں اس کو دستگاہ نہیں ہوتی۔ دُنیا کے حالات سے وہ نا واقف رہتا ہے۔ عجائبات قدرت کے دیکھنے سے وہ محروم ہوتا ہے۔ حصول معاش اور دنیاوی عزت اور تمول اور تجارت وغیرہ کے وسیلے اس کے ماتھے سے بہتے رہتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ تمام دنیا کے انسانوں میں روز بروز ذلیل و خوار اور حقیر و ناچیز ہوتا جاتا ہے +

۱۴۔ اُس کی مثال ایک ایسے جانور کی ہوتی ہے۔ جو اپنے رپوڑ میں ملا رہتا ہے۔ اور نہیں جانتا۔ کہ اُس کے آؤر ہم جنس کیا کر رہے ہیں۔ بلبلی کیا چھاتی ہے۔ اور قمری کیا غل مچاتی ہے۔ بیا کیا بن رہا ہے۔ اور گھٹی کیا چن رہی ہے +

۱۵۔ وہ بجز کوڑے پر کی گھاس چرنے کے اور کچھ نہیں جانتا۔ کہ باغ کیوں بنا ہے۔ اور پھول کیوں کھلا ہے۔ نرگس کیا دیکھتی ہے۔ اور انگور کی تاک کیا تاکتی ہے +

۱۶۔ نقص میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے۔ کہ جب تک وہ نہیں جاتا۔ کوئی ہنر و کمال اُس میں نہیں آتا + تربیت و شائستگی تہذیب و انسانیت کا مطلق نشان نہیں پایا جاتا۔ اور جب کہ وہ مذہبی غلط نمائی کے پردے میں ظہور کرتا ہے۔ تو اور بھی

سم قاتل ہوتا ہے۔ کیونکہ مذہب سے اور نقشب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ انسان کے خراب و برباد کرنے کے لئے شیطان کا سب سے بڑا داؤں نقشب کو مذہبی رنگت سے دل میں ڈالنا۔ اور اس تاریکی کے فرشتے کو روشنی کا فرشتہ کر کے دکھلانا ہے۔

۱۷۔ پس میری التجا اپنے بھائیوں سے یہ ہے۔ کہ ہمارا خدا نہایت مہربان اور بہت بڑا منصف۔ اور سچا۔ سچائی کا پسند کرنے والا ہے۔ وہ ہمارے داؤں بیچ سب جانتا ہے۔ وہ ہماری نینوں کو پہچانتا ہے۔ پس ہم کو اپنے مذہب میں نہایت سچائی سے پہنچتے رہنا۔ مگر نقشب کو جو ایک بُری شخصیت ہے۔ چھوڑنا چاہئے۔ تمام بنی نوع انسان ہمارے بھائی ہیں۔ ہم کو سب سے محبت اور سچا معاملہ رکھنا اور سب سے سچی دوستی اور سب کی سچی خیر خواہی کرنا ہمارا قدرتی فرض ہے۔ پس اس کی ہم کو پیروی چاہئے۔

سر سید احمد خاں

۴۸۔ پابندِ اوقات

- ۱۔ پابندِ اوقات سے یہ مراد ہے۔ کہ آدمی ہر ایک کم عادت وقت مقررہ پر کرے۔
- ۲۔ جو طالب علم پابند اوقات ہوتے ہیں۔ وہ

ہمیشہ گھنٹہ بجنے سے قبل سکول میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنی کتابیں کھول کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں استاد کمرے میں آیا اور سبق شروع ہوا اُن کو ہر طرح سے تیار پایا۔ آہستہ بھی یاد ہے۔ جو سبق اب پڑھنا ہے۔ اُس کا مطالعہ بھی کیا ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُن کی عادت یہ ہے کہ ہر ایک کام وقت پر کرتے ہیں +

۳۔ یہ طالب علم جب جوان ہوتے ہیں۔ اور مشاغل دُنیاوی کا بوجھ اُن کے سر پر آ پڑتا ہے۔ تو پابند تے اوقات کی عادت حسنہ مراحل دُنیاوی کے انجام دینے میں انہیں بڑی مدد دیتی ہے + وقت کا پابند جب کسی سے وقت مقرر کرتا ہے۔ تو یہ یقین کر لینا چاہئے۔ کہ وہ وقت اور مقام موعود پر تمہیں ضرور ملیگا۔ کوئی کام اُسے سپرد کیا جائے اور وہ تم سے یہ وعدہ کر لے کہ میں اس کام کو فلاں وقت پورا کر دوں گا تو یہ یقینی امر ہے۔ کہ وہ ایسے وعدے میں سچا ثابت ہوگا +

۴۔ اب اس شخص کا حال سُنو جو وقت کا پابند نہ ہو۔ اس شخص کے رویے سے تمہیں ایسا معلوم ہوگا۔ کہ ہر موقع پر وہ دیدہ و دانستہ وقت ٹال دیتا ہے۔ اور جب کوئی کام کرتا ہے۔ تو بعد از وقت کرتا ہے + صبح کو اُٹھنا بھی ہے۔ تو اس وقت جب اور کار دباری لوگ اپنا کام شروع کر چکے ہیں + جلدی میں ضروریات

سے پورے طور پر فارغ بھی نہیں ہوتا کہ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اناپ شتاب حلق سے کھانا اُتار کپڑے پہن باہر جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس جلدی میں جو کھانا کھایا جائے اُس کا حشر تم خود ہی سمجھ سکتے ہو۔ جب غذا اچھی طرح نہ چبائی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ معدے پر کیسا بُرا اثر پیدا کریگی۔ معدے کا فعل بھی خراب ہوگا اور جگر میں بھی اخلاط فاسد پیدا ہونگے۔ جو دن بھر طبیعت کو مکدر اور دماغ کو پریشان رکھینگے۔ غرض یہ کہ جب یہ شخص اس گھبراہٹ میں افتاں و خیزاں دفتر کو روانہ ہوگا۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ تھوڑی دُور جا کر پھر اُسٹے پاؤں واپس آئے۔ دھوپ کا دنت ہے اور چھتری بینی بھول گیا۔ دفتر کے دو چار کاغذ بھی میز ہی پر گھر میں پڑے رہے۔ رستے میں جا کر یاد آئے۔ خیر اب یہ سامان یکدم پھر دفتر کی راہ لی۔ دوڑتے دوڑتے پیرشل ہو گئے۔ پاؤں کی رگیں پھول گئیں۔ سر کا پسینا ایڑی تک پہنچا۔ مانپتے مانپتے کمرے میں داخل ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ دیر ہو گئی۔ حاضری کا رجسٹر اٹھ کر سر دفتر کے کمرے میں چلا گیا۔ طوعاً و کرہاً حاضری لگانے سر دفتر کے پاس پہنچے۔ اس نے ان کی صورت دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھائی اور وہ لتاڑ جھٹاڑ بتائی کہ تو بہ ہی بھلی۔ ان کے لئے کوئی نئی بات تو ہتی ہی نہیں۔ شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے اور حاضری لگا کر اپنے کمرے کو چلتے ہوئے۔

بڑے بڑے دفتروں کا حال ایسا ہی ہے جیسے کسی
 بڑی کل کا۔ اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو۔ تو اس کا
 برا اثر ساری شین پر پہنچتا ہے۔ اسی طرح دفتر کے
 اہلکاروں میں اگر ایک شخص بھی ایسا ہو جو وقت پر
 کام نہ کرے تو اس کا اثر دوسروں پر پہنچتا ہے اور
 ان کا کام بھی بقایا میں پڑ جاتا ہے۔ پس اس ایک
 شخص کے دیر کرنے سے اور لوگ بھی مصیبت میں
 گرفتار ہو جاتے ہیں اور بقایا کام ختم کرنے کے لئے
 صرف اسی کو نہیں بلکہ اوروں کو بھی بعد از وقت
 ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اب اور سنئے۔ دفتر کا وقت تو
 اس طرح کٹا کہ پہنچے بھی دیر کر اور اچھے بھی دیر کر گھر
 کو چلے تو راستے میں ٹھہرتے ٹھہرتے چار گھنٹہ
 اندھیرے پہنچے۔ بیوی بیچاری نے اس خیال سے
 کہ میاں تھکے ماندے دفتر سے آئینگے شام سے
 پہلے ہی کھانا تیار کر رکھا تھا۔ یہ بھلے ماں اس
 وقت پہنچے جب کھانا ٹھنڈا مٹی ہو گیا۔ اور بیوی
 بھی بھوکی پیاسی ان کی راہ تکتے تکتے چولھے کے
 پاس سو رہی۔ بیچاری کو سوتے سے جگا یا۔ اور جس
 مزے اور خوشی سے میاں بیوی نے کھانا کھایا اُسے
 تم خود قیاس کر سکتے ہو۔ اس تمثیل سے نہیں
 معلوم ہوا ہوگا۔ کہ جو شخص پابند اوقات نہیں
 ہوتا وہ صرف خود ہی مصیبت میں نہیں پڑتا۔ بلکہ
 اوروں کو بھی مصیبت میں ڈالتا ہے +

۵۔ پابند اوقات نہ ہونے سے بڑے بڑے نقصان عائد ہوتے ہیں + بعض دفعہ تو ایک شخص کے دیر کرنے سے صد ہا جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی تھوڑی سی تاخیر سلطنت کا انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ کانٹے والے کی ذرا سی غفلت ریلوں کے تصادم کا باعث ہوتی ہے اور کسی فوجی جنرل کا دیر کر معرکہ جنگ میں پہنچنا دشمن کی فتحیابی کا موجب ہو جاتا ہے + روزمرہ کے کاروبار میں گو ایسے نقصان عظیم تو پیدا نہیں ہوتے لیکن اس میں شک نہیں کہ جو لوگ پابند اوقات نہیں ہوتے وہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست آشنا کی نظروں سے گر جاتے ہیں اور لوگ انہیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بے پروا اور ناشایستہ خیال کرتے ہیں + مختصر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں نہ ان کی عزت ہوتی ہے نہ ان کا وقار + پس انسان کو لازم ہے کہ وقت کا پابند رہے اور ہر کام عین اس کے وقت پر کرے + (مولف)

۴۹۔ کفایت شعاری

- ۱۔ کفایت شعاری کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے روپے پیسے کو اضیاط اور عقلمندی سے خرچ کرے +
- ۲۔ یوں تو کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے

فائدوں ایسے واقف نہ ہو۔ لیکن پھر بھی ایسے لوگ بہت بکلینگے جو کسی نہ کسی وجہ کے سبب حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں اور فضول خرچ کہلاتے ہیں + ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں میں خود نمائی کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ اوروں کی نگاہ میں اپنی عظمت و شان دکھانے کے لئے حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں + دوسری وجہ زبان کا چٹخارا۔ قیمتی لباس کا شوق۔ آرائش و آسائش کے پر تکلف سامانوں کی خریداری کا خیال ہے + اس کے علاوہ بعض لوگ دل کے ایسے نرم اور کمزور ہوتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی شخص اپنی احتیاج اُن کے روبرو پیش کرتا ہے۔ اور مدد کا طالب ہوتا ہے۔ تو خواہ قرض ہی لینا کیوں نہ پڑے وہ اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں + اسی طرح جب کوئی مہمان اُن کے گھر میں آ جائے۔ تو اُس کی خاطر و مدارات میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں +

۴۔ فضول خرچی کے چند اسباب جو ہم نے اوپر بیان کئے اُن سے بڑھ کر تنہا ہی میں ڈالنے والی ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب نہ رکھے۔ اور جو ہاتھ آئے اناپ شناپ خرچ کرتا رہے + یہ عادت کفایت شعاری کے

اصولوں کے بالکل برخلاف ہے۔ اور تباہی و بربادی کا پیش خیمہ + آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے اور اس کو جانچنے اور پرتالنے سے آدمی کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ میں اغتدال سے کس قدر بڑھ رہا ہوں + اس بات کے معلوم ہوتے ہی وہ اخراجات میں کمی کرنی شروع کر دیتا ہے۔ اور ہر روز تھوڑا بہت پس انداز کرتا ہے + یہ تھوڑی سی بچت سال کے آخر میں ایک معقول رقم بن جاتی ہے۔ اور اگر کسی موقع پر اخراجات میں زیادتی بھی ہو جائے۔ تو یہ سالانہ بچت اس کی تلافی کر دیتی ہے۔ اگر اخراجات کی تمام مدیں ہر وقت ہمارے پیش نظر نہ ہونگی۔ تو یہ دریافت کرنا کہ کس مد میں کمی کی گنجائش ہے۔ نہایت دشوار ہوگا + مثلاً فرض کرو ایک مہینے میں تمہارے ہاں دس روپے کی لکڑی خرچ ہوئی اور دوسرے مہینے میں بارہ کی اور ان دونو مہینوں میں لکڑی کا نرخ بھی ایک ہی رہا اور کوئی غیر معمولی خرچ بھی نہیں پڑا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ یا تو تمہارے نوکرنے تغلب کیا یا جلانے میں بے احتیاطی کی یا جس کے ہاں سے لکڑی آئی اُس نے کم دی۔ پس تم دونو مہینے کے اخراجات کا موازنہ کر کے فوراً دریافت کر لو گے کہ اس زیادتی کی وجہ کیا ہوئی اور آئندہ مہینے میں معمول سے زیادہ خرچ نہ ہونے کی ترکیب نکال لو گے + حساب و کتاب رکھنے سے تمہیں وقتاً فوقتاً معلوم ہوتا رہیگا۔ کہ کہیں آمدنی سے خرچ بڑھ تو نہیں رہا۔ اگر بڑھ رہا ہے۔ تو

تمہیں اسل میں کمی کرنے کی فکر پیدا ہوگی۔ اور جس طرح ممکن ہوگا۔ اسے حد اعتدال پر لے آؤ گے۔
 نم۔ کفایت شکاری کے اور بھی بہت اصول ہیں جو بجائے خود نہایت کار آمد اور مفید ہیں۔ مثلاً کوئی چیز خواہ وہ کیسی ہی بیکار کیوں نہ معلوم ہو صنایع نہ کرد فارسی میں ایک مثل ہے جو اس کے حسب حال ہے :-

مثل داشتہ آید بکار اگر چه باشد سرمایہ + اسی طرح ایک اصول یہ بھی ہے۔ کہ کسی چیز کو صرف اس خیال سے کہ یہ سستی ہے ہرگز نہ خریدو۔ اگر تمہیں اس چیز کی ضرورت نہیں۔ تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مہنگی چیز نہیں + ادنیٰ ادنیٰ اخراجات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہی مل جل کر بڑی رقم بن جاتے ہیں + لیکن یہ یاد رکھو۔ کہ جو اخراجات ضروری اور ناگزیر ہیں۔ ان میں کبھی کوتاہی نہ آئے۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ بعض دفعہ جہاز کے تباہ ہو جانے سے سوداگروں کا لکھو کھا روپے کا مال تلف ہو جاتا ہے۔ جو سوداگر عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ تو مال لاوٹنے کے وقت اپنے اسباب کا بیمہ کرا دیتے ہیں۔ اور اس خفیہ سی رقم کے عوض جو بیمہ کرائی پر خرچ کرتے ہیں۔ اُن کو مال تلف ہونے کی صورت میں ملل کی کل قیمت مل جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ تباہی سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بیمہ نہیں کراتے اور

اُس تھوڑے سے خرچ سے جو بیمہ کرانے کی وجہ سے
عائد ہوتا بچنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی بیوقوفی کا خمیازہ
اٹھاتے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بالکل برباد
ہو جاتے ہیں + اسی طرح وہ کاریگر جو عمدہ ہتھیار
اور اورار خریدنے سے گریز کرتا ہے۔ اور ٹوٹے
پھوٹے سامان پر قناعت کرتا ہے۔ وہ کبھی اپنے
پیشے میں کامیاب نہیں ہوتا + بعض لوگوں کا خاصہ
یہ بھی ہے۔ کہ سستی سے سستی چیز کی تلاش
میں رہتے ہیں اور اس کی پائیداری اور مضبوطی کا
خیال نہیں کرتے + جوتا پہنتے ہیں تو ایسا کہ چار ہی
دن میں اُس کے چھپڑے اڑ جائیں۔ کپڑا بناتے ہیں
تو ایسا کہ پہلی دھلائی میں اس کا تار تار ہو جائے۔
غرض یہ کہ جو چیز خریدتے ہیں یا بناتے ہیں۔ وہ
ایسی ہی ہوتی ہے۔ کہ جلد خراب ہو جائے۔ ایسے
لوگ کفایت شعاری کے اصولوں کو دیدہ و دانستہ توڑتے
ہیں اور بے فائدہ اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں +
(مولف)

۵۔ وفا داری

۱۔ وفا داری کا لفظ ایسا عام ہے۔ کہ اس کا
مفہوم ہر ایک شخص سمجھتا ہے + جو شخص اچھے اور
برے وقت اپنے آقا کا ساتھ دینے کے لئے موجود

ہے۔ اُسے ہم وفادار کہتے ہیں۔ اور جس شخص میں یہ خوب نہ ہو اُسے بے وفا کہتے ہیں۔ وفاداری اور بے وفائی کی تشبیہوں سے کتب تاریخ اور قصص بھری پڑی ہیں۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ گزرنے میں۔ جنہوں نے آقاؤں کے لئے عزیز جانیں تلف کیں اور حق نمک ادا کیا۔ اس کے برخلاف ان لوگوں کی بھی کمی نہیں جو وقت پر بے وفا ثابت ہوئے۔ اور اپنے نام پر نمک حرامی کا دھبہ لگا گئے۔

۲۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ہایوں کا ایک جلیل القدر سردار جس کا نام بیرام خاں تھا۔ تباہی کی حالت میں سفر کر رہا تھا۔ ابو القاسم حاکم گوالیار بھی اس بد بختی کے زمانے میں اُس کا رفیق تھا۔ راستے میں پٹھانوں کی فوج کے ایک دستے سے منٹھ بھیڑ ہوئی۔ افسر کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ مغلوں کے جاسوس ہیں۔ اور اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اُن کو پہچانتا ہے۔ ایک بوڑھے سپاہی نے ابو القاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بیرم خاں یہی شخص ہے۔ اس شبہ کی ایک خاص وجہ تھی۔ بیرم خاں اور ابو القاسم ایسے ہم شکل اور ہم عمر تھے۔ کہ جس شخص کو انہیں صد مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو وہ بھی دھوکا کھا چاہے۔ جب بیرم خاں نے دیکھا۔ کہ میری وجہ سے ابو القاسم کی جان معرض خطر میں ہے۔ تو اُس نے

افسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ بیرم خاں میں ہوں۔ اب خواہ تم مجھے پکڑ کر قید کر لو خواہ قتل کر ڈالو۔ میں حاضر ہوں۔ جب ابو القاسم نے دیکھا کہ میرا آقا بے قید اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ تو مردانہ وار آگے بڑھا اور کہا کہ یہ شخص میرا ناک حلال ملازم ہے۔ میری جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو بیرم خاں بتاتا ہے پہلے بھی چند مرتبہ یہ ایسا ہی کر چکا ہے۔ میں پسند نہیں کرتا۔ کہ میری وجہ سے یہ ہلاک ہو۔ یہ سن کر پٹھانوں کے افسر نے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ابو القاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اچھا اس شخص کو قتل کر دو اور اس دوسرے شخص کو چھوڑ دو۔ حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ ابو القاسم قتل ہوا۔ اور بیرم خاں نے اپنی راہ لی +

۳۴۔ مرہٹوں کی تاریخ میں بھی ایسی مثالیں کثرت سے ملتے ہیں۔ سکھرام ہری رگھوبا کے نہایت جان نثار ہوا خواہوں میں تھا۔ یہ شخص چودہ مہینے قید خانے میں رہا۔ اور فاقہ کشی سے یہاں تک ذہبت پہنچی کہ جسم میں سوائے پوست و استخوان کے کچھ باقی نہ رہا۔ جب نزع کا وقت قریب آیا۔ تو بہ آواز بلند یہ الفاظ زبان پر لایا۔ میرے جسم سے تاب و توان جاتی رہی۔ اب تھوڑی دیر میں طائر روح بھی اس قفس عنصری سے پرداز کر جائیگا۔ اور تودہ خاک کے سوا کچھ باقی نہ رہیگا۔ مگر یاد رکھنا۔ کہ اس تودہ خاک سے بھی یہی صدا

آئیں۔ لگھوناتھ راؤ ! رگھوناتھ راؤ !

۴۔ سکاٹ لینڈ کے ایک بادشاہ کا فکر ہے۔ کہ اس نے اپنی رعایا کی بہبود کے لئے ملک کے آئین و قوانین میں کچھ اصلاحیں کی تھیں۔ مگر بعض نا عاقبت اندیش اس بات پر اس سے ناراض ہو گئے اور ایک ایسے موقع پر کہ وہ اپنی ملکہ اور چند رفیقوں کے ہمراہ سفر کر رہا تھا اور ایک مکان میں رات کے وقت اطمینان سے اپنی قوم و ملک کے بہبود و فلاح کے وسائل سوچ رہا تھا جا پہنچے۔ ان نمک حراموں نے مکان کے محافظ سے بل ملا کر لوہے کی سلاخ جو دروازے میں پڑی ہوئی تھی پہلے سے نکلوا دی تھی اور اب دروازہ بند کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ بادشاہ کے ہمراہ ایک لونڈی بھی تھی۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ مفسد دروازے کے قریب آ گئے ہیں۔ اور چند لمحوں میں اندر گھس کر بادشاہ کا کام تمام کر دیں گے۔ تو اس نے فوراً دروازہ بھیڑ کر اپنا ہاتھ لوہے کی سلاخ کی جگہ ڈال دیا۔ ظالموں نے لونڈی کی یہ شجاعت تو دیکھی مگر اُن کا دل اس کی بہادری اور جوانمردی پر مطلق نہ پیسجا اور دروازہ کھولنے کے لئے اس بیدردی سے زور لگایا۔ کہ اس کی کلائی چور چور ہو گئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو کر گر پڑی +

۵۔ وفاداری کی مثالیں جو ہم نے اوپر بیان کیں ان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وفاداری صرف اسی

کا نام ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے آقا یا ولی امت کا حق نمک یا کسی دوست کا حق دوستی ادا کرے۔ نہیں بلکہ سب سے اعلیٰ درجے کی وفا داری یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے ملک کے آئین و قوانین کا پابند رہے اور اس سے کوئی بات ایسی طور میں نہ آئے جو ملک کے امن میں خلل پیدا کرے۔ بلکہ جو لوگ امن عامہ میں خلل انداز ہوں۔ ان کی سرکوبی و گوشمالی کے لئے گورنمنٹ کا مدد و معاون بنے۔ قانون رائج الوقت کا خود پابند رہنا اور دوسروں سے اس کی پابندی کرانے میں ساعی و کوشاں رہنا عین وفا داری ہے۔ جو قانون کسی ملک میں نافذ اور رائج ہوتے ہیں۔ اُن کا نفوذ اور رواج بادشاہ وقت کی جانب سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص اُن کی عزت کرتا ہے وہ بادشاہ کی عزت کرتا ہے۔ اور جو اُن کی توہین کرتا ہے وہ اپنے بادشاہ کی توہین کرتا ہے۔ اولاد کے لئے والدین اور رعیت کے لئے بادشاہ سایہ خدا ہیں۔ جو شخص اس سائے میں بیٹھ کر مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ انہیں چاہئے۔ کہ اس کی توقیر و منزلت میں کوتاہی نہ کریں ورنہ خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہونگے +

(مؤلف)

مشقی مضامین

مفصلہ ذیل مضامین پر جن کی سرخیاں دی ہوئی ہیں
مضمون لکھو :-

۱۔ دریا

- ۱۔ دریاؤں کے فائدے - مثلاً بارش کے پانی کو بہا کر
لے جاتے ہیں - لوگ ان کا پانی پیتے ہیں - کھیتوں
کی آبپاشی ان سے ہوتی ہے - تجارت کا ذریعہ ہیں +
- ۲۔ موسم بہار اور گرمی میں ان کا دلفریب نظارہ +
- ۳۔ موسم برسات میں ان کی غضنک اور تباہ کن حالت +

۲۔ تیرنا

- ۱۔ تیرنے کے فائدے اور اس کی ضرورت +
- ۲۔ تیرنا آسانی سے سیکھ سکتے ہیں - تیرنے کے طریق
کی مفصل کیفیت +
- ۳۔ بعض مشہور تیرنے والوں کے حالات +
- ۴۔ اہل روم تیرنے کی ریاضت کو بہت پسند کرتے
تھے +

۳۔ تار

- ۱۔ تار کے فائدے +
- ۲۔ تار اور اس کی مشینیں اور ان کا طریق عمل +
- ۳۔ خانگی معاملات میں تار بہت مدد دیتا ہے +

- ۴ - لڑائی اور امور سیاسی کے لئے تار کی ضرورت +
 ۵ - تار سے دور دراز ممالک کی خبریں آنا فنا معلوم ہو جاتی ہیں +

۴ - سانپ

- ۱ - سانپ کی ساخت اس کے دانت - زہر کی تھیلی اور زہریلی کچلیوں کا بیان +
 ۲ - سانپ کے کاٹے کی موت کا بیان +
 ۳ - سانپ اپنے شکار کو پورا کا پورا نگل جاتا ہے +
 ۴ - سانپ کی ہوشیاری - کینہ توزی اور غضبناکی +
 ۵ - کوئی مشہور نقل یا کہانی +

۵ - سکول کا حال جس میں تم تعلیم پاتے ہو

- ۱ - سکول کس کی طرف سے قائم ہے +
 ۲ - محل وقوع +
 ۳ - عملہ +
 ۴ - سکول کا مکان اور احاطہ +
 ۵ - وہ مضامین جن میں تعلیم دی جاتی ہے +
 ۶ - سالانہ نتائج +

۶ - تھیسٹر

- ۱ - باعث تفریح اور نمائشہ +
 ۲ - عمدہ تھیسٹر سے طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور توہمات اور تعصبات دل سے دور ہوتے ہیں +
 ۳ - موجودہ زمانے کے تھیسٹر اخلاق کو خراب کرتے ہیں

اور طبیعتوں کو بُرائی کی طرف مائل کرتے ہیں +

۷ - شیر

- ۱ - عادات - قوت - جسامت +
- ۲ - شکل و شباهت +
- ۳ - جس طریق سے شکار کرتا ہے +
- ۴ - پالتو شیر - کس طرح انہیں کھلاتے پلاتے ہیں اور کس طرح انہیں قابو میں رکھتے ہیں +
- ۵ - شیر تیر سکتا ہے +
- ۶ - شیر کا شکار +
- ۷ - کوئی نقل یا کہانی +

۸ - مدرسے کی تعطیل اور اس کا استعمال

- ۱ - تعطیل کا اصل مقصد +
- ۲ - بعض ایک تعطیل کا استعمال بھی ایسا کرتے ہیں - بیجا کام کے دنوں کا - یہ بُرا استعمال قابل اعتراض ہے +
- ۳ - خالی وقت کو استعمال کرنے کا بہترین طریق - مطالعہ کتب جو دماغ کو گراں نہ گزرے - نتیجہ شیر سفر اور مشہور مقامات کو بنظر تفتق دیکھنا +
- ۴ - کھیل اور دل بہلانے والے سامان - یہ چیزیں اعتدال سے نہ بڑھنی چاہئیں +

۹ - ڈاک

- ۱ - خطوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کا پرانا طریقہ +
- ۲ - موجودہ طریق آسان ارنڈ اور وقت بچانے والا +

- ۳۔ محکمہ ڈاک کی مختلف شاخیں - منی آرڈر - سیونگ بینک - رجسٹری اور اور محکمے +
 ۴۔ رعایا اور گورنمنٹ دونوں کے لئے مفید +

۱۰۔ پابندِ وقت

- ۱۔ پابندِ وقت سے کیا مراد ہے ؟
 ۲۔ اعلیٰ درجے کی اخلاقی صفت - کام کرنے کا طریق اور خود ضبطی +
 ۳۔ ایسی مثالیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ وقت کی پابندی نہ کرنے سے سخت نقصان عائد ہوتے ہیں +
 ۴۔ جو شخص بذات کا پابند ہوتا ہے - وہ کبھی وقت کی کبھی شکایت نہیں کرتا +
 ۵۔ وقت کی پابندی خوش خلقی کا نشان ہے - اور دوسرے شخصوں کو تکلیف اور زحمت سے بچاتی ہے +

۱۱۔ راستی

- ۱۔ راستی کی دو قسمیں - صدق مقال اور صدق افعال +
 ۲۔ راستی ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے +
 ۳۔ ایک جھوٹ دس جھوٹ اور سبوتا ہے +
 ۴۔ کوئی مجلس یا سوسائٹی بغیر استبازی کے قائم نہیں رہ سکتی +
 ۵۔ سچائی آدمی کو شہر رکھتی ہے - اور تمام نیکیوں کی بنیاد ہے +
 ۶۔ جھوٹے آدمی پر کسی کو بھروسہ نہیں ہوتا +

۷۔ راہنمائی کی کوئی مثال +

۱۲۔ موت

- ۱۔ موت عجیب راز مخفی ہے +
- ۲۔ موت قانون فطرت کا لازمہ ہے۔ تمام چیزوں کو فنا ہے +
- ۳۔ ہم اپنی زندگی میں سب چیزوں کو فانی سمجھتے ہیں۔ مگر خود اپنے آپ کو فانی نہیں سمجھتے۔ کیسا غفلت کا پردہ ہماری آنکھوں پر چھایا ہوا ہے +
- ۴۔ جو شخص موت کو سر پر کھڑی دیکھیگا وہ ہمیشہ افعال نیک کی طرف مائل ہوگا +
- ۵۔ تمام زندگی کو موت کی تیاری میں بسر کرنا چاہیئے +

۱۳۔ تحصیل علم

- ۱۔ علم اور دولت کا مقابلہ +
- ۲۔ کتابیں آدمی کے لئے سب سے بہتر دوست +
- ۳۔ تحصیل علم کا شوق شروع عمر سے، دل میں پیدا ہونا چاہیئے +
- ۴۔ کتاب کے کیڑے نہ بنو +
- ۵۔ خراب کتابیں برے دشمن سے بھی خراب ہیں +

۱۴۔ انسان کے اخلاق پر عمدہ مثال کا اثر

- ۱۔ عمدہ مثال پسند و نصائح کے ہزار دفتر سے بہتر ہے۔
- ۲۔ عمدہ مثال کا اثر آنکھ کے ذریعے دل پر جاگزیں

ہوتا ہے۔ پند و نصائح آدمی کانوں سے سنتا ہے۔ اور وہ زیادہ مؤثر نہیں ہوتے +

۳۔ عمدہ مثال اخلاقی اصول عملی طور پر ثابت کر کے دکھاتی ہے اور جو اخلاقی مسئلہ پیش کرتی ہے۔ اس کا یقین

دلا دیتی ہے +

۴۔ عمدہ مثال کے پُر زور اثر کی تشریح تاریخ اور برگزیدہ اشخاص کے سوانح سے +

۵۔ لڑکا باپ کی تقلید کرتا ہے۔ دس برگزیدہ اشخاص قوم کی قوم کو تباہی اور بربادی سے بچاتے ہیں +

۵۔ برگزیدہ اشخاص کی سوانح کو پڑھنا بھی فائدے سے خالی نہیں +

۱۵۔ وقت کی قدر

۱۔ وقت دولت ہے +

۲۔ وقت ہماری زندگی ہے +

۳۔ جو وقت ہمارے قبضے میں ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔

پس اس کا بہترین استعمال ہم پر واجب ہے +

۴۔ بچپن اور جوانی کا وقت خصوصاً زیادہ قیمتی ہے +

۵۔ وقت کے عمدہ استعمال سے جو اخلاقی فائدے حاصل ہوتے ہیں +

۱۶۔ صحت

۱۔ ہندوستان کے لوگ یورپ کی اقوام کے مقابلے میں

اپنی صحت کی چنداں پروا نہیں کرتے +

۲۔ اصول صحت کی پابندی نہ کرنے کے بُرے نتائج +

- ۳۔ تندرستی ہزار نعمت ہے +
 ۴۔ اصول صحت کا پابند نہ ہونا تعلیم کی کمی پر دلالت کرتا ہے +
 ۵۔ صحت کا اثر تو اسے دماغی اور اخلاقی پر ہوتا ہے +

۱۷۔ قناعت

- ۱۔ قانع آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے +
 ۲۔ قناعت حاصل کرنے کے طریقے :-
 (ا) اس بات کو یاد رکھنا کہ جو کچھ ہمیں خدا نے دیا ہے وہ ہماری ضرورتوں سے زیادہ ہے +
 (ب) اس بات کو یاد رکھنا کہ ہماری موجودہ حالت بہت بہتر حالت ہے۔ ممکن تھا۔ کہ اس سے بھی بدتر حالت ہوتی +
 (ج) مذہب +
 (د) اس بات کا تصور کہ زندگی کا زمانہ بہت کم ہے۔ جو بچ و تکلیف اس دنیا میں ہے وہ جلد گزر جائیگی +
 ۳۔ قناعت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی سست و کاہل بن جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے +

۱۸۔ ہمتی

- ۱۔ صورت و شکل وغیرہ +
 ۲۔ عادات +
 ۳۔ ہمتی و حشیانہ حالت میں +

- ۴ - ہاتھی پالتو ہونے کی حالت میں +
 ۵ - ہاتھی پکڑنے کی ترکیب +
 ۶ - ہاتھی کی عقلندی کی کوئی کہانی +

۱۹ - چاول اور اُس کی کاشت

- ۱ - چاول کی مشہور قسمیں - کب بڑتے ہیں - کب کاٹتے ہیں +
 ۲ - کاشت کا طریق :- کھاد ڈالنا - ہل چلانا - بونا - نلائی کرنا - پود لگانا وغیرہ +
 ۳ - قدرتی آفتیں - جو اس کے نشو و نما اور بالیدگی کو روکتی ہیں +
 ۴ - فصل کاٹنے کے بعد کی کارروائی +

۲۰ - اکبر کی سلطنت

- ۱ - شروع شروع کا زمانہ جنگی فتوحات میں گزرا +
 ۲ - استحكام سلطنت اور امن خلافت +
 ۳ - اکبر کی سلطنت کا بھید +
 ۴ - اکبر کی کوشش سلطنت کی اصلاح کے بارے میں +
 ۵ - بے تعصبی +



جواب مضمون امتحان مڈل

پنجاب

۱۸۶۹ء - ایک چپاتی کا حال مفصل لکھو۔ یعنی یہ تحریر کرو۔ کہ گیہوں کا بیج بونے کے دن سے روٹی پکا کر کھانے کے لائق بنانے تک کیا محنت اور تردد کرنا پڑتا ہے ؟

۱۸۷۰ء - تعلیم بدنی کے فوائد مفصل بیان کرو ؟
۱۸۷۱ء - بیان کرو۔ تاریخ پڑھنے سے کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں ؟

۱۸۷۲ء - مفصل بیان کرو۔ کہ مختلف ملکوں کی سیر کرنے سے انسان کو کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں ؟
۱۸۷۳ء - مدرسے میں ہر روز اور عین وقت پر حاضر ہونے کے فائدے لکھو ؟

۱۸۷۴ء - اپنے ہر روز کے سبق کو محنت سے یاد کرنے کے فوائد لکھو۔ اور اس میں اپنے استادوں اور بزرگوں اور منتخوں کی خوشی اور اپنی اصلی استعداد اور کامیابی کے حاصل ہونے کا حال لکھو ؟

۱۸۷۵ء - علم تاریخ کے پڑھنے کے فوائد بیان کرو۔ اور جغرافیہ جو اس کے ساتھ پڑھایا جائے۔ تو علم تاریخ کو اس سے کیا مدد ملتی ہے ؟

۸۷۱ع۔ جو علوم کہ ٹڈل میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے فوائد لکھو۔ اور بدلائل بتاؤ۔ کہ تمہاری رائے میں کون کون سے علوم آوروں پر فوقیت رکھتے ہیں +

۸۷۲ع۔ میں امتحان نہیں ہوا +

۸۷۳ع۔ ملکوں کی سیر سے مسافر کو کیا کیا فائدے ہوتے ہیں۔ اور تکلیفیں کس طرح کی برداشت کرنی پڑتی ہیں؟ تمہارے نزدیک جو فائدے اور تکلیفیں ہیں اُن کو عمدہ عبارت میں بیان کرو +

۸۷۴ع۔ تم کو جو رومن حروف میں عبارت لکھائی باقی ہے۔ بتاؤ کہ اس میں کیا فائدے اور کیا کیا نقصان ہیں؟ چھوٹے چھوٹے فقرے بنا کر اور نمبر لگا کر فائدے علیحدہ اور نقصان علیحدہ خوشخط اور عمدہ عبارت میں لکھو +
تاکید۔ مضمون تین صفحے سے زیادہ نہ ہو +

۸۷۵ع۔ انگریزی علمداری کے فوائد لکھو +

اول۔ لکھو۔ کہ سرکار انگریزی کے آنے سے پیشتر ہندوستان کی کیا حالت تھی؟ مرہٹوں کی وٹ مار۔ نادر شاہ اہدالی کے جنوں کا مختصر حال بیان کرو۔ پھر ہندوستان کی موجودہ حالت کا ذکر کرو۔ کیسا آن ہے؟ اس سے کیا فائدے ہیں +

دوم۔ بیان کرو۔ کہ سرکار انگریزی ہندوستان کے لوگوں کے مذہب میں دست اندازی کرتی ہے یا نہیں۔ بعض بعض پہنے بادشاہوں کا اس بارے میں کیا برتاؤ رہا ہے +

سوم - بیان کرو - کہ اب راستے کیسے ہیں - سفر میں
اب زیادہ دقت ہوتی ہے یا پہلے ہوتی تھی ؟
چہارم - ڈاک خانے کے انتظام کا ذکر کرو +
پنجم - تعلیم کا ذکر کرو +

۱۸۸۱ء - فن چھاپہ خانے پر مسودہ لکھو +
دنیا سے جہالت دور کرنے کی وجہ بیان کرو - یہ
علم سے دور ہوتی ہے - اور علم پھیلانے کا بڑا وسیلہ
کتابیں ہیں ان باتوں کا ذکر کر کے بیان کرو - کہ پُرانے
زمانے میں کتابیں تیار کرنے کے کیا ذریعے تھے ؟ اور
کیا وہ ذریعے کافی تھے - پُرانے زمانے کے تعلیم یافتہ
آدمیوں کی تعداد پر بھی غور کرو - پھر دیکھو - کہ کتابیں
کس قدر اور کیسی سستی ہیں ؟ یہ کس فن کی برکت
ہے ؟ اخباروں کا نکلنا بھی چھاپے پر منحصر ہے - آخر
میں بیان کرو - کہ اس فن کی بدولت کیسی روشنی پھیلی
ہے +

تنبیہ - مضمون دو صفحات سے زیادہ نہ ہو +
۱۸۸۲ء - ریل گاڑی کے جاری ہونے سے ہندوستان پر
کیا کیا اثر پہنچے ہیں +

اول - تجارت پر کیا اثر ہوا +
دوم - اہل ہند کے عادات و اطوار پر کیا اثر ہوا ؟
سوم - قحط کے وقت کیا کام دیتی ہے ؟
تنبیہ - مضمون تین صفحات کے اندر رہے +

۱۸۸۳ء - موسم بہار پر مضمون لکھو - اور بتاؤ کہ وہ کن کن

مہینوں میں ہوتی ہے ؟ زمین پر رونق اور انسان کی طبیعتوں میں سیر و سیاحت کی آگاہ کیوں پیدا ہو جاتی ہے ۔ پرند ہر طرف خوش پھرتے ہیں ۔ نباتات کا کیا رنگ ڈھنگ ہوتا ہے ؟

۱۸۸۴ء - تم تحصیل علم میں مصروف ہو اور روزمرہ کا سبق یاد کرنے اور امتحان کے لئے تیار ہونے میں تم کو بہت فکر اور تروّد کرنا پڑتا ہے ۔ اور اس کے باعث تم کو تکان اور کمزوری معلوم ہوتی ہے ۔ پس بتاؤ کہ ایسا کیا انتظام کرنا چاہئے ۔ کہ تم علم بھی حاصل کرتے رہو ۔ اور تمہاری بدنی صحت میں بھی فرق نہ آئے اس مضمون کے لکھنے میں علاوہ اور باتوں کے امور مفصلہ ذیل کا ضرور ذکر آوے :-

اول - وقت کی پابندی کے ساتھ ہر ایک کام کا کرنا ۔
دوم - ورزش کے لئے ضرور کوئی وقت مقرر کرنا ۔
سوم - مکان مطالعہ اور غذا ٹھیک رکھنا ۔

۱۸۸۵ء - اپنے والد کو خط لکھو ۔ اور جو امتحان دے رہے ہو اس کا حال اس میں درج کرو ۔
اول - اس امتحان میں تم کو پاس ہونے کی نسبت کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں ؟

دوم - پاس ہونے کے بعد کیا ارادہ ہے ؟

۱۸۸۶ء - بھائی کے نام ایک خط لکھو ۔ کہ امتحان جو تم دے رہے ہو ۔ اس میں تم کو کامیابی کی کیسی امید ہے ۔

۱۸۸۷ء۔ بچوں کو زیور پہنانے کے فائدے یا نقصان بیان کرو +

۱۸۸۸ء۔ واسطے کا ریل سے اترنا۔ حکام اور رؤسا وغیرہ کا اسٹیشن پر حاضر ہونا۔ اور حضور مہدی کی سواری کا فرود گاہ پر جانا۔ سلیس اردو میں خوش اسلوبی سے بیان کرو +

۱۸۸۹ء۔ تم مدرسے سے نکل کر نوکری کرو گے؟ یا کچھ اور کام کرو گے؟ پیشہ وری یا سوداگری میں کیا کچھ برائی سمجھتے ہو۔ تفصیل سے بیان کرو +

۱۸۹۰ء۔ جاڑے کا حال لکھو۔ اس کی آمد سے جانوروں پر درختوں پر اور زمین پر کیا اثر ہوتا ہے۔ امیر اور متوسط درجے کے لوگ سامان میسر ہونے کے سبب اس کو کس طرح بسر کرتے ہیں۔ غریب غربا بے سامانی کی وجہ سے اس موسم کو کس طرح کاٹتے ہیں +

۱۸۹۱ء۔ شراب خوری پر ایک جواب مضمون لکھو۔ شراب خور آدمی اس دنیا میں کیسے ذلیل اور خوار رہتے ہیں؟ اور شراب خوری سے انسان کے بدنی اور اخلاقی قوتوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور کیا کیا بُرے نتائج ظہور میں آتے ہیں +

۱۸۹۲ء۔ صحت بدنی پر ایک جواب مضمون لکھو اور اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر کرو:-

اول۔ صحت بدنی کا خیال رکھنا انسان کا مقدم فرض

کیوں ہے ؟
دوم - صحت بدنی قائم رکھنے کے لئے کن امور کا لحاظ
ضروری ہے ؟
سوم - مختلف قسم کی ورزشیں کیا ہیں - اور ورزش
سے کیا فائدے متصور ہیں ؟

تنبیہ - یہ مضمون چار صفحات سے زیادہ نہ ہو
۱۸۹۳ء - پابندئے وقت پر ایک مضمون لکھو - اور

اس میں ان باتوں کا ذکر کرو +
(۱) وقت بڑا بیش قیمت ہوتا ہے +
(ب) وقت پر کام نہ کرنے سے بڑے بڑے نقصان
عائد ہوتے ہیں +

۱۸۹۴ء - تحصیل علم پر ایک مضمون لکھو - اور اس میں
ان باتوں کا ذکر کرو :-

(۱) علم ایک لازوال اور بیش بہا دولت ہے - اور
یہ محنت و مشقت سے حاصل ہو سکتی ہے +
(ب) عالم شخص کی ہر جگہ قدر و منزلت ہوتی ہے -
اور جاہل ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے +

۱۸۹۵ء - مطالعہ پر ایک مضمون لکھو - اس میں ان
باتوں کا ذکر کرو - مطالعہ کے فائدے - مطالعہ سے
دل بہلتا ہے - گھر بیٹھے دنیا کی سیر ہو جاتی ہے -
باکمال لوگوں کی باتیں سننے میں آتی ہیں - عقل
بڑھتی ہے +

۱۸۹۶ء - اپنے دوست کو ایک چٹھی لکھو - کہ امتحان مدلل

پاس کرے۔ نوکری کی تلاش نہ کرے۔ بلکہ دکان داری کرے۔ اور اس میں ان باتوں کا خاص کر ذکر کرے۔ نوکری آج کل مشکل سے ملتی ہے۔ نوکر کو نہ اتنی آزادی ہی ہوتی ہے اور نہ اتنی آمدنی ہوتی ہے۔ جتنی دکاندار کو۔ نوکر ہر وقت خطا دار اور ترسا رہتا ہے۔ دکاندار نہیں +

۱۸۹۷ء۔ اپنے وطن کے کسی میلے کا بیان لکھو۔ اور اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص کر ذکر کرو۔ مقام کا نظارہ۔ خلقت کی کیفیت۔ سیر و نمائشے کا ذکر۔ خرید و فروخت کیسی ہوتی ہے +

نوٹ۔ مضمون تین صفحوں سے زیادہ نہ ہو +

۱۸۹۸ء۔ اپنے والد کے نام ایک خط لکھو۔ جس میں ذیل کے مضامین بخوبی مفصل آجائیں :-

اول۔ ترقی تعلیم اور امتحان مڈل میں شامل ہونے کا بیان +

دوم۔ اپنے کلاس فیلوز کی خوش خلقی اور حسن معاشرت کا ذکر +

سوم۔ اپنے استادوں کی شفقت اور مہربانی کا اظہار +

۱۸۹۹ء۔ جس شہر یا قصبے میں تم رہتے ہو۔ اس کا حال لکھو اور مندرجہ ذیل چار چیزوں کا تذکرہ کرو :-

اول۔ صفائی کا انتظام +

دوم۔ آمد و رفت کے ذریعے +

سوم۔ تعلیم کا چرچا +

چہارم۔ دیکھنے کے قابل مشہور چیزیں +
۱۹۰۰ء۔ تجارت پر ایک جواب مضمون لکھو۔ اور اس
میں ذیل کی باتوں کا ذکر کرو :-
اول۔ تجارت کے فائدے +

دوم۔ تجارت کے وسائل یعنی وہ چیزیں جو تجارت کے
لئے ہونی ضرور ہیں +

۱۹۰۱ء۔ چھوٹے بچوں کو زیور پہنانے کے نقصانوں کو

ایک صاف اور سلیس عبارت میں بیان کرو +
۱۹۰۲ء۔ موسم برسات کی کیفیت سلیس اردو میں لکھو۔
جس میں بادلوں کے گرجنے۔ بجلیوں کے چمکنے۔ بارش
کے برسنے۔ جنگلوں اور میدانوں کے سرسبز و شاداب
ہونے۔ سیلابوں کی روانی اور دریاؤں کی طغیانی کا
دلچسپ سماں دکھاؤ +

۱۹۰۳ء۔ اعتدال پر ایک مضمون لکھو۔ اور اس میں
مندرجہ ذیل باتوں کا تشریح کے ساتھ ذکر کرو :-

اول۔ اعتدال سے کیا مراد ہے ؟
دوم۔ اعتدال کن کن باتوں میں ضروری ہے اور
کیوں ؟

سوم۔ اعتدال نہ رکھنے سے کیا کیا نقصان پیدا ہوتے
ہیں +

۱۹۰۴ء۔ اپنے والد صاحب کے نام ایک خط لکھو اور
اُس میں مختصر طور پر بیان کرو۔ کہ تمہیں مدرسے کی
تعلیم۔ استادوں کے عمدہ برتاؤ اور ہم جماعت طلباء

کے ساتھ رہنے سہنے سے کیا فائدے حاصل ہوتے

ہیں ؟

۱۹۰۵ء۔ تعلیم جہانی کے فوائد بیان کرو۔ مدرسوں میں تعلیم جہانی کا ہونا کیوں اور کس قدر ضروری ہے ؟

۱۹۰۶ء { پرچے دستیاب نہیں ہوئے }
۱۹۰۷ء

۱۹۰۸ء۔ اطاعت سے کیا مراد ہے۔ صاف صاف طور

پر دلائل دیکر بیان کرو۔ کہ والدین۔ استادوں اور

حکام وقت کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے ؟

۱۹۰۹ء۔ خیرات پر ایک مختصر مضمون لکھو۔ جو تین صفحوں

سے زیادہ نہ ہو۔ اور اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا

ذکر ہو :-

(۱) خیرات کرنے میں کن کن باتوں کو مد نظر رکھنا چاہئے

(ب) ہمارے ملک کے لوگ خیرات کرنے میں کیا کیا

غلطیاں کرتے ہیں ؟

(ج) سچی خیرات سے ملک کو کیا کیا فائدے حاصل

ہو سکتے ہیں ؟

۱۹۱۰ء۔ موسیٰ بخار پر مضمون لکھو اور بتاؤ کہ اس کے

بڑے بڑے اسباب کیا ہیں ؟ اس کا عام اثر اس

صوبے پر کیا ہوتا ہے۔ گورنمنٹ اس کے اشداد

کے لئے کیا کچھ کر رہی ہے۔ اور لوگوں کو کیا

کرنا چاہئے ؟

۱۹۱۱ء۔ سلطنتِ برطانیہ کے عہدِ با برکات پر مضمون لکھو۔

اور بتاؤ کہ تعلیم - وسائل سفر - ذرائع خبر رسانی - انسداد قحط و بیماری اور آزادی مذہب کے لحاظ سے یہ سلطنت گزشتہ سلطنتوں سے کس طرح ممتاز ہے - اور ان برکات کے عوض میں رعایاے برطانیہ کے کیا فرائض ہیں ؟

۱۹۱۲ء - جاڑے کے موسم پر مضمون لکھو - جس میں مندرجہ ذیل امور درج ہوں :-

موسمی علامات اور خصوصیات - درختوں اور جانوروں پر جاڑے کا اثر - اعلیٰ اور اوسط درجے کے لوگ جنہیں ضروری سامان میسر ہے - اسے کیونکر بسر کرتے ہیں - اور غریب غریبا بے سرو سامانی کی وجہ سے اسے کس طرح کاٹتے ہیں ؟ تمہاری رائے میں گرمی بہتر ہے یا جاڑا ؟

۱۹۱۳ء - روپے کے صحیح استعمال پر مضمون لکھو - جس میں مندرجہ ذیل امور درج ہوں :-

- (۱) روپے سے نیک اور بد دونوں کام ہو سکتے ہیں *
- (۲) روپے کمانے کے جائز ذرائع *
- (۳) ایک فضول خرچ دولتمند کی مثال *
- (۴) صحیح اور مناسب خیرات کے ذرائع *

فہرست کتب مؤلفہ مولوی عبد اللہ خاں

راقم کی تصنیف کی ہوئی کتابیں طالب علموں اور عام شائقین کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب بھادور مرثیہ تعلیم پنجاب نے سلسلہ حساب کی کتابوں اور نیز گلدستہ مضامین کو نمبر ۷ پر مورخہ ۶ فروری ۱۹۱۳ء میں ایک مقرر کیا ہے۔ کل کتابیں نئی سکیم کے مطابق ہیں جو آج کل رائج ہے۔ ہر ایک کتاب کا نام اور کسی مختصر کیفیت ذیل میں درج ہے جن صاحبوں کو ازراہ قدر دانی سنگائی ہوں ایک کارڈ بھیج کر بذریعہ دی پی پارسل خواہ راقم سے یا تاجران کتب سے جن کے نام نامی اس اشتہار کے آخر میں درج ہیں سنگالیں۔ زیادہ کتابوں کی خریداری پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے جس کا فیصلہ بدلیجہ تحریر ہو سکتا ہے۔ گلدستہ مضامین حصہ دوم بھی داخل فہرست سرشت تعلیم ہے۔ نوٹ۔ کتابوں کا آرڈر دینے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے بعض کتابیں صرف درنیکر سکولوں کے لئے ہیں اور بعض صرف انگلو درنیکر سکولوں کے لئے اور بعض دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ سلسلہ حساب نمبر ۱ سے ۴ تک درنیکر اور انگلو درنیکر سکولوں کے لئے یکساں ہیں۔ نمبر ۵ دونوں قسم کے سکولوں کے لئے یکساں ہے لیکن درنیکر سکولوں کے لئے ایک ضمیمہ علاوہ کتاب کے صرف ا قیمت پر دیا جاتا ہے۔ نمبر ۶ اور ۷ درنیکر اور انگلو درنیکر سکولوں کے لئے مجباً جدا ہیں۔

لاہور مورخہ { ستمبر ۱۹۱۳ء }
سابق کینڈا ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول (بیرون موچی دروازہ) لاہور
عبد اللہ خاں

حساب کی کتابیں اردو میں

- ۱۔ سلسلہ حساب نمبر ۱۔ پہلی جماعت کے لئے۔ تصویروں اور مختلف قسم کی شکلوں کے ذریعے ایک سے ۱۰۰ تک گنتی سکھانے کی بے نظیر کتاب ۱۰x۱۰ کے پھاڑے۔ چھوٹے عددوں کی جمع و تفریق بھی درج ہے۔ قیمت ۱۰ محمول ۲۰۔
- ۲۔ سلسلہ حساب نمبر ۲۔ دوسری جماعت کے لئے۔ قاعدے (۱) گنتی ۱۰۰۰۰۰ تک۔ سادی جمع و تفریق۔ پھاڑے ۱۶x۱۶۔ چھوٹی ضرب و تقسیم سادہ جس میں مضروب فیہ یا مقسوم علیہ ۱۶ سے زیادہ نہ ہو ۲۰ و ۱۰ و ۱۰ و ۱۰ کا تقویر شکلوں و اعداد مقرون کے ذریعے۔ قیمت ۴ محمول ۱۰۔
- ۳۔ سلسلہ حساب نمبر ۳۔ تیسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:-

لبی ضرب و تقسیم سادہ - مسوری پہاڑے $۲۰ \times ۱ \frac{۱}{۲}$ و $۲۰ \times ۱ \frac{۱}{۲}$ مع مشقی سوالات - دیسی نقدی کے پیمانے - تحول - جمع و تفریق مرکب - قیمت ۴ محصول ۴ - سلسلہ حساب نمبر ۴ - جو کھنی جماعت کے لئے - قاعدے :-
 ضرب و تقسیم مرکب - وزن لمبائی اور وقت وغیرہ کے پیمانے - تحول - اجزائے ضربی - اعداد مفرد و مرکب - عداد عظم و ذو اضعاف اقل - مسور عام کے قاعدے
 (مسور ملتق و مسلسل کے سوا) مسوری پہاڑے $۲۰ \times ۲ \frac{۱}{۲}$ و $۲۰ \times ۳ \frac{۱}{۲}$ و $۲۰ \times ۴ \frac{۱}{۲}$ مع مشقی سوالات - سماجی ہندسے (صرف ورینیکلر سکولوں کے لئے)

قیمت ۵ محصول ۱ - سلسلہ حساب نمبر ۵ - پانچویں جماعت کے لئے - قاعدے - تجارت مفرد - اکائی کے قاعدے سے سوالوں کے حل کرنے کا طریق - سود مفرد - منسلحات - پھیلاؤ - قیمت ۵ محصول ۱ - ضمیمہ - صرف ورینیکلر سکولوں کے لئے - قاعدے :- دیسی طریقہ حساب

حساب بھی کھانہ - قیمت ۱ محصول ۱ - سلسلہ حساب نمبر ۶ - ورینیکلر ڈل سکولوں کی پہلی جماعت کے لئے - قاعدے :- تجارت مرکب - مسور ملتق و مسلسل - مسور اعشاریہ سود کے سوالوں میں اصل زر شرح اور مدت دریافت کرنا قیمت ۴ محصول ۴ - سلسلہ حساب نمبر ۶ - انگلو ورینیکلر ڈل سکولوں کی پہلی جماعت کے لئے - قاعدے :- مسور ملتق و مسلسل - تحول - بیانیہ وغیرہ کے انگریزی پیمانے - میٹری پیمانے - مسور اعشاریہ - اوسط فیصدی سود کے سوالوں میں اصل زر شرح اور مدت دریافت کرنا - قیمت ۵ محصول ۴

- سلسلہ حساب نمبر ۷ - ورینیکلر ڈل سکولوں کی دوسری جماعت کے لئے - قاعدے :- اوسط - فیصدی - وقت اور کام - نفع نقصان - تناسب - تقسیم بہ اجزائے تناسب - جذر - قیمت ۵ محصول ۱ - سلسلہ حساب نمبر ۷ - انگلو ورینیکلر ڈل سکولوں کی دوسری جماعت کے لئے - قاعدے :- جزئی حساب - حرفوں کی قیمت

ہندسوں میں - مساوات - درجہ اول جس میں صرف صحیح عدد ہوں بیضیائی سوالات کے تجارت مرکب - کام اور وقت - نفع نقصان - $(۱ + ب)$ کی توحیح شکلوں کے ذریعے - تقسیم بہ اجزائے متناسب - قیمت ۴ محصول ۱

- سلسلہ حساب نمبر ۸ - ورینیکلر ڈل سکولوں کی تیسری جماعت کے لئے - قاعدے :- جہانات - قیمت نقد و مٹی کاٹا - سود مرکب - پچھلے قاعدوں کی مشق - قیمت ۸ محصول ۱

- حساب کا پہلا حصہ - اس حصے میں چاروں ابتدائی قاعدے مفرد و مرکب بشرط زیر لکھے ہیں - قیمت ۴ محصول ۱ - حساب کے مثل سے

مشکل سوالوں کو ایسے آسان طریق سے حل کر کے دکھایا ہے کہ جس شخص کو معمولی حساب بھی آتا ہو وہ اس کتاب کو پڑھ کر پورا محاسب بن سکتا ہے اردو میں ایسی کتاب اس فن میں اب تک نہیں لکھی گئی۔ قیمت ۵۰ محصول ار پی
نوٹ۔ مذکورہ بالا کتابیں پٹواریوں کا امتحان دینے والوں کے لئے بھی نہایت مفید ہیں +

حساب کی کتابیں انگریزی میں

۱۳۔ اکسر سائز ان ارتھیٹک { یہ کتاب انگلو ورنیکلر ڈل انٹرنس
امیدواران امتحان مقابلہ واکسٹراکسٹنٹی ورڈ کی کالج کے لئے از حد مفید ہے۔
قیمت ۸۰ محصول ار پی +

۱۴۔ اکسر سائز ان منسوریشن { یہ کتاب امیدواران امتحان ڈل
انٹرنس ورڈ کی کالج کے لئے نہایت
مفید ہے۔ قیمت ۶۰ محصول ار پی +

۱۵۔ ڈیفینیشنز آف ارتھیٹک { یہ کتاب ڈل و انٹرنس کے لئے
مفید ہے۔ قیمت ۲۰ محصول ار پی +

۱۶۔ فارمولی ان منسوریشن { یہ کتاب بھی ڈل و انٹرنس کے
طلبا کے لئے نہایت مفید ہے۔
مساحت کے تمام قاعدوں کو ایک جگہ نہایت مختصر طریق سے جمع کیا ہے۔
قیمت ار پی +

اردو کی کتابیں

۱۷۔ گلدستہ مضامین حصہ اول { اپر پرائمری کی پانچویں جماعت
کے طلباء کی یاقوت کے لائق
بچوں کو تہذیب اور اخلاق سکھانے اور ان کی عام معلومات بڑھانے کے لئے
بے مثل کتاب۔ مشرور نظم کے مختلف مضامین کا بے نظیر مجموعہ۔ اس کتاب کو
جناب ڈاکٹر صاحب ہمارے پنجاب نے پرائمری کی پانچویں جماعت کے لئے اردو
کی ساتویں اور آٹھویں نمبر کے مقابلہ میں ایک مرتب فرمایا ہے۔ قیمت ۴۰ محصول ار پی +

۱۸۔ گلدستہ مضامین حصہ دوم { مڈل سکول کے طلباء کے لئے
بے نظیر کتاب - اس نے شروع میں

مضمون نویسی کے قواعد پر ایک تہید نہایت بسط و شرح سے لکھی گئی ہے۔ طلباء کو
مضمون نویسی سکھانے ان کی عام لیاقت بڑھانے اور ان کے دلوں میں خلاقی جوہر
پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر کتاب دستیاب ہونی مشکل ہے۔ یہ کتاب بھی داخل

فہرست سررشتہ تعلیم ہے۔ قیمت ۶/۰ محصول ارٹ
۱۹۔ گلدستہ مضامین حصہ سوم - انٹرنش کے طلباء کے لئے نایاب اور جدید

چیدہ مضامین کا مجموعہ۔ قیمت ۶/۰ محصول ارٹ
۲۰۔ حکایات عجیب - بچوں کے لئے نہایت دلچسپ کہانیاں اور قصے۔ اس

کتاب کو پڑھ کر خود بخود ہنسی آتی ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تمام کتاب میں کوئی
لفظ یا فقرہ ایسا نہیں جو خلاف تہذیب ہو۔ قیمت ۴/۰ محصول ارٹ

۲۱۔ فرہنگ حکایات عجیب بزبان انگریزی - حکایات عجیب کا ترجمہ
انگریزی میں کرنے کے لئے نہایت مفید فرہنگ۔ قیمت ۲/۰ محصول ارٹ

۲۲۔ فرہنگ حکایات عجیب بزبان فارسی - حکایات عجیب کا ترجمہ فارسی
میں کرنے کے لئے نہایت مفید فرہنگ۔ قیمت ۱/۰ محصول ارٹ

۲۳۔ عجیب و غریب لطیفے حصہ اول - یہ کتاب اسم با سٹے ہے خوب دیکھنے
پر مستحق ہے۔ قیمت ۳/۰ محصول ارٹ

۲۴۔ عجیب و غریب لطیفے حصہ دوم - اس کتاب میں علماء و فضلا و شہرا
کے چٹکے اور لطیفے درج ہیں۔ تفریح طبع کا نایاب نسخہ ہے۔ کتاب ہذا چھپ گئی ہے

قیمت ۳/۰ محصول ارٹ
۲۵۔ کارواں - الف لیلہ کی طرز کے نہایت دلچسپ اور دلاؤز قصے جو کسی زمانے میں عربی

زبان میں لکھے گئے تھے اور اب پہلی مرتبہ اردو میں شائع کئے جانے میں قیمت ۶/۰ محصول ارٹ
۲۶۔ شیخ اسکندریہ اور آسکے غلام - یہ کتاب بھی شکارواں کے ہے۔

قیمت ۵/۰ محصول ارٹ
۲۷۔ ایران اور آس کے باشندے - اس کتاب میں ایران اور وہاں کے

باشندوں کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں مع تصاویر و نقشہ ایران مجلدیت ۱/۰ محصول ارٹ
۲۸۔ چین اور آس کے باشندے - اس کتاب میں چین اور وہاں کے

باشندوں کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں (زیر طبع) *
۲۹۔ مشاہیر عالم - (حصہ اول طبقہ حکما) اس کتاب میں دنیا کے مشہور و معروف

اشخاص کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں۔ تعداد غم ۲۵۰ - تقطیع کلاں - قیمت ۱۲/۰

ایجنٹ جن کے پاس سے مذکورہ بالا کتابیں مل سکتی ہیں۔

لاٹل پور۔ زمبیدو راجارام +
ملتان۔ منشی عطا محمد۔ شمس الدین منوالدین۔
کالظم علی غلام مخمر۔ پیر بخش خدابخش خدایار نور محمد
فیروز پور۔ لالہ ٹھاکر اس بک سیلر۔ لالہ موچند +
پٹیالہ سیٹھ۔ بابو ہنسارام پٹیالہ عبدالباری خان
سرچ الدین خان سی پٹیالہ لالہ اندالہ صنی اینڈ سنسر +
انبالہ۔ منشی مولابخش بک سیلر +
راولپنڈی۔ بوتال اند۔ تاحی میرا حشر شاہ۔
لالہ جلال پشاور۔ چٹ بھگل مل اینڈ داس +
گوجرانوالہ۔ لالہ رام پنڈت کالیڈاس شیوا ناتھ +
ڈیرہ غازیخان۔ خدابخش بک سیلر جگت لالہ علیہ +
ڈیرہ اسماعیل خان۔ سادھو سنگھ سوان سنگھ +
جہلم۔ ملوٹا ہارون۔ سلطان محمود عطا محمد بک سیلر +
جموں۔ جے رام داس گیان چند +
گورداسپور۔ جیٹھول بک سیلر دینا نگر +
حیدرآباد دکن۔ محمد عبداللہ بک سیلر اینڈ پبلشر
منٹگمری۔ جگن ناتھ براور علیشان بڈ پوکالیہ +
مدرا س۔ بی ریتا اینڈ کو +
میرٹھ۔ کدانا ناتھ اینڈ سنسر +
اگرہ۔ یکمہ برادرز +
میانوالی۔ روپ چند جبارام محمد لطیف سنگھ
محران مدراس +

لاہور۔ مولی عبد اللہ بن یکنڈا سٹریٹ
نہال کول منیجر برکت ایجنسی موچیدرو اذہ لاہور
حاجی خراج الدین سراج الدین شیخ غلام علی بندین
لالہ عطر چند کپور اینڈ سنسر سردار جت سنگھ سنسر +
مینچر ٹوٹو شرفن ایجنسی سردار دیا سنگھ اینڈ سنسر +
امرتسر لالہ دیو داس اینڈ سنسر نارائنی سوان +
دلی۔ نیچر سیرل بک پو۔ ماسٹر گردھاری لعل
پنڈت دالا کاروشن بک پو شیخ کرم الہی نوالہ +
پوشیار پور۔ لالہ میرالعل اینڈ سنسر۔ لالہ رام
سکھ رہاری اور ضلع پوشیار پور منشی رحمت علی
پوشیار بک سیلر ٹانڈا +
جہان پور۔ لالہ بھول بازار شیخان لالہ موچند
پنڈت۔ ہنس رام بک سیلر۔ لالہ رام مل +
گجرات۔ الہی بخش ریم بخش۔ ہنسارام مل +
منچر ہسپال بک ایجنسی کجاہ گجرات۔ پھول جلا پور خان +
سیالکوٹ۔ منشی بہادر چند اینڈ سنسر منشی نوالہ الدین
پشاور۔ نیوان وزیر سنگھ اینڈ سنسر۔ جیو سنگھ
بیون سنگھ۔ رتن سنگھ سنسر۔ مولوی باغی
پشور کوٹھائی سکول۔ حاجی محمد عبدالرحمن
ہونی پشاور۔ رام سرن اینڈ برادرز +
لدھیانہ۔ شیخ الہ بخش الہی بخش لیجٹیم راجہ پنڈ
شیخ مولابخش غلام محمد +

